مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد اوّل

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No 082660
★ MAILSI ★

Masood Faisal Jhandir Library

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد اوّل

از ۱۸۷۸ء تا ۱۸۹۳ء

النّاشر
الشّرکۃ الاسلامیّہ لمیٹڈ ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــــ ـــــ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ـــــ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ ـــــ

پیش لفظ

الشرکۃ الاسلامیہ گذشتہ سالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف اور ملفوظات کو سیٹ کی صورت میں شائع کرنے کے بعد اب احباب کی خدمت میں حضور کے شائع کردہ جملہ اشتہارات ترتیب وار سیٹ کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

۱۸۷۸ء سے لے کر حضور کے وصال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو بیشمار اشتہارات شائع فرمائے تھے ان کا مطالعہ انتہائی ایمان افروز ہے۔

اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اثبات میں ان اشتہارات کی بڑی قیمت ہے۔ حضور نے اپنے معاندین کو جتنے چیلنج اتمام حجت کے لئے دیئے اکثر وہ اشتہارات میں ہی درج ہیں۔ اہم پیشگوئیوں کے پس منظر اور تفصیلات کو تبھی سمجھا جا سکتا ہے جب ان اشتہارات کا ترتیب وار مطالعہ کیا جائے۔ حضور کے یہ اشتہارات حجج قاطعہ و براہین نیرہ اور زندہ خدا کے زندہ کلام سے پُر ہیں۔ اور اس رُوحانی اسلحہ کا ایک اہم حصہ ہیں جو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دشمنانِ اسلام پر غلبہ کے لئے عطا فرمائے تھے۔ حضورؑ نے اپنی کتاب "فتح اسلام" میں تائید حق اور اشاعت اسلام کے لئے جن پانچ شاخوں کا ذکر بایماء الٰہی فرمایا ہے۔ ان میں ایک اہم شاخ اشتہارات کی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے

قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا
یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالےٰ کا الہام اور ربِّ جلیل کا کلام ہے۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اُن حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ مدد اُترے گی .... اور ہر ایک حق پوش دجّال۔ دُنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔ حجّت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائیگا اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہوجائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلّتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خُدا کی تجلّی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے رُو براہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیجکر ایسا ہی کیا اور دُنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعتِ اسلام کو منقسم کردیا ...."
دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہار جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی

اتمامِ حجت کی غرض سے جاری ہے۔ اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔"

(فتح اسلام)

الحمد للہ کہ جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت منعقدہ اواخر مارچ ۱۹۷۱ء کے مبارک موقعہ پر الشرکۃ اشتہارات کی پہلی جلد احباب کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔ یہ مجموعہ تین جلدوں میں ہوگا۔ دوسری جلد بھی عنقریب شائع کی جائے گی۔

مجموعہ اشتہارات کو پہلے حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع فرمایا تھا۔ اب مزید اشتہارات کی تلاش کر کے مکرم محترم مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری نے اس مجموعہ میں اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسلام

مبارک احمد باجوہ

مینجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

فہرست مضامین مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مرتبہ مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری)

نوٹ:۔ صفحہ ۳۸ سے آخر کتاب تک اشتہارات کے نمبروں میں غلطی ہوگئی ہے۔ ۹۸ - ۱۱۵ تک لکھے گئے ہیں انہیں ۹۷ - ۱۱۴ تک قرار دے کر اصلاح کر لی جائے۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱)

اشتہار پانسو روپیہ

اشتہار ہذا اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ ۲۰؍ دسمبر ۱۸۷۷ء کے وکیل ہندوستان وغیرہ اخبار میں بعض لائق فائق آریہ سماج والوں نے بابت روحوں کے اصول اپنا یہ شائع کیا ہے کہ ارواح موجودہ بے انت ہیں۔ اور اس کثرت سے ہیں کہ پرمیشر کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ اسی واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہتے ہیں اور پاتے رہیں گے مگر کبھی ختم نہیں ہوویں گے۔ تردید اس کی ہم نے ۹؍ فروری سے ۹؍ مارچ تک سفیر ہند کے پرچوں میں بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ اصول مذکور سراسر غلط ہے۔ اب بطور اتمام حجت کے یہ اشتہار تعدادی پانچسو روپیہ معہ جواب الجواب بابو نرائن سنگھ صاحب سیکرٹری آریہ سماج امرتسر کے تحریر کرکے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب آریہ سماج والوں میں سے بپابندی اصول مسلمہ اپنے کے کل دلائل مندرجہ سفیر ہند و دلائل مرقومہ

جواب الجواب مشمولہ اشتہار ہذا کے توڑ کر یہ ثابت کر دے کہ ارواح موجودہ جو سوا چار ارب کی مدت میں کل دورہ اپنا پورا کرتے ہیں بے انت ہیں اور ایشور کو تعداد ان کا نامعلوم رہا ہوا ہے تو میں اس کو **مبلغ پانسو روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔** اور درصورت توقف کے شخص مثبت کو اختیار ہوگا کہ بمدد عدالت وصول کرے۔ لیکن واضح رہے کہ اگر کوئی صاحب سماج مذکور میں سے اس اصول سے منکر ہو تو صرف انکار طبع کرانا کافی نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں بتصریح لکھنا چاہیئے کہ پھر اصول کیا ہوا؟ آیا یہ بات ہے کہ ارواح ضرور کسی دن ختم ہو جائیں گے اور تناسخ اور دنیا کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہوگا۔ یا یہ اصول ہے کہ خدا اور روحوں کو پیدا کر سکتا ہے یا یہ کہ بعد مکتی پانے سب روحوں کے پھر ایشر انہیں مکتی یافتہ روحوں کو کیڑے مکوڑے وغیرہ مخلوقات بنا کر دنیا میں بھیج دیگا۔ یا یہ کہ اگرچہ ارواح بے انت نہیں اور تعداد ان کا کسی حد معین میں ضرور محصور ہے مگر پھر بھی بعد نکالے جانے کے باقیماندہ روح اُتنے کے اُتنے ہی رہتے ہیں۔ نہ مکتی والوں کی جماعت جن میں یہ تازہ مکتی یافتہ جا ملتے ہیں۔ اس باقی آمدن سے پہلے سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اور نہ یہ جماعت جس سے کسی قدر ارواح نکل گئے بعد اس خروج کے کچھ کم ہوتے۔ غرض جو اصول ہو۔ بہ تفصیل مذکورہ مفصل لکھنا چاہیئے۔

المشتہر۔ مرزا غلام احمد۔ رئیس قادیان۔ مخفی نہ رہے۔ ۲ مارچ ۱۸۷۸ء

منقول از الحکم نمبر ۱۸ جلد ۹ صفحہ ۱ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء کالم ۲ و حیات النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۸۱۸

مطبوعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم و بدر سلسلۃ الجدید جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۸ کالم ۲

(۲)

باوا صاحب کی شرائط مطلوبہ پرچہ سفیر ہند ۲۳ فروری ۱۸۷۸ء کا ایفاء اور نیز چند امور واجب العرض بہ تفصیل ذیل۔

(۱) اوّل ذکر کرنا اس بات کا قرین مصلحت ہے کہ اشتہار مندرجہ ذیل میں جو حسب درخواست ہمارے معزز

دوست باوا نرائن سنگھ صاحب وکیل کے لکھا جاتا ہے۔ لفظ جرمانہ کہ جو بجائے لفظ انعام کے ثبت ہوا ہے محض بغرض رضا جوئی باوا صاحب موصوف کے درج کیا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا اندراج مطابق منشاء اصول قوانین مجریہ سرکار کے ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ زر موعودہ کسی مجرمانہ فعل کا تاوان نہیں۔ تا اس کا نام جرمانہ رکھا جاوے۔ بلکہ یہ وہ حق ہے جو خود مشتہر نے بطیب نفس و رضائے خاطر بلا اکراہ غیرے کسی مجیب مصیب کو بپاداش اس کے جواب باصواب کے دینا مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں کچھ پوشیدہ نہیں کہ یہ رقم درحقیقت بصلہ اثبات ایک امر غیر مثبت کے ہے جس کو ہم انعام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جرمانہ نہیں ہے اور نہ از روئے حکم کسی قانون گورنمنٹ برطانیہ کے کوئی سوال نیک نیتی سے کرنا یا کسی امر میں بصدق نیت کچھ رائے دینا داخل جرم ہے تا اس نکتہ چینی کی کچھ بنیاد ہو سکے۔ غرض اس موقعہ پر بہ نسبت لفظ جرمانہ کا بالکل غیر معقول اور مہمل اور بے محل ہے۔ لیکن چونکہ باوا صاحب ممدوح بر جہ مقدم اگر میں بزمرہ دیگر شرائط کے یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ بجائے لفظ انعام کے لفظ جرمانہ کا لکھا جاوے تب ہم جواب دینگے۔ سو خیر میں وہی لکھ دیتا ہوں۔ کاش! باوا صاحب کسی طرح جواب اس سوال اشتہاری کا دیں۔ ہر چند میں جانتا ہوں۔ جو باوا صاحب اس جرح قانونی میں بھی غلطی پر ہیں اور کوئی ایسا ایکٹ میری نظر سے نہیں گذرا جو نیک نیتی کے سوال کو جرم میں داخل کرے۔

(۲) شرط دوم۔ باوا صاحب کی اس طرح پر پوری کر دی گئی ہے جو ایک خط بقلم خود تحریر کردہ مقرر مضمون مشتہرہ کے خدمت مبارک باوا صاحب میں ارسال کیا گیا ہے۔ باوا صاحب خوب جانتے ہیں جو اول تو خود اشتہار کسی مشتہر کا جو بضابطہ کسی اخبار میں شایع کیا جاوے قانوناً تاثیر ایک اقرار نامہ کی رکھتا ہے بلکہ وہ بلحاظ تعدد نقول کے گویا صدہا تمسک ہیں۔ علاوہ ازاں ماسوا چٹھیات خانگی بھی جو کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں عدالت میں پیش کئے جاویں ایک قوی دستاویز ہیں اور قوت اقرار نامہ قانونی کے رکھتے ہیں۔ سو چٹھی خاص بھی بھیجی گئی۔ ماسوائے اس کے جبکہ اس معاملہ میں شہادات زبانی ثالثوں کے بھی موجود ہو گی تو پھر باوجود اس قدر انواع و اقسام کے ثبوتوں کے حاجت کسی عہد نامہ خاص کی کیا ہے۔ لیکن چونکہ مجھ کو اتمام حجت مطلوب ہے اس لئے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس ثبوت پر کفایت نہ کر کے

پھر باوا صاحب اقرارنامہ اشٹام کا مطالبہ کرینگے تو فوراً اقرارنامہ مطلوبہ ان کا معرفت مطبع سفیر ہند کے یا جیسا مناسب ہو خدمت میں اُن کی بھیجا جاوے گا۔ لیکن باوا صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ درصورت مغلوب رہنے کے قیمت اشٹام کی واپس کریں +

(۳) شرط سوئم میں باوا صاحب روپیہ وصول ہونے کا اطمینان چاہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اگر باوا صاحب کا اس فکر سے دل دھڑکتا ہے کہ اگر روپیہ وقت پر ادا نہ ہو تو کس جائداد سے وصول ہوگا تو اس میں یہ عرض ہے کہ اگر باوا صاحب کو ہماری املاک موجودہ کا حال معلوم نہیں تو صاحب موصوف کو ایسے قلیل معاملہ میں زیادہ آگاہ کرنا ضروری نہیں۔ صرف اس قدر نشان دہی کافی ہے کہ درصورت تردد کے ایک معتبر اپنا صرف شالہ میں بھیجدیں اور ہمارے مکانات اور اراضی جو قصبہ مذکور میں قیمتی چھ سات ہزار کے موجود اور واقعہ ہیں۔ ان کی قیمت تخمینی دریافت کر کے اپنے مضطرب دل کی تسلی کرلیں اور نیز یہ بھی واضح ہو کہ بموجب جواب دینے کے مطالبہ روپیہ کا نہیں ہو سکتا جیسا کہ باوا صاحب کی تحریر سے مفہوم ہوتا ہے۔ بلکہ مطالبہ کا وہ وقت ہوگا کہ جب کل آراء تحریری ثالثان اہل انصاف کے جن کے اسمائے مبارکہ تنقیح شرط چہارم میں ابھی درج کروں گا۔ سفیر ہند میں بشرائط مشروطہ پرچہ ہذا کے طبع ہو کر شائع ہو جائیں گی +

(۴) شرط چہارم میں باوا صاحب نے صاحبان مندرجہ ذیل کو منصفان تنقید جواب قرار دیا ہے۔ مولوی سید احمد خاں صاحب۔ منشی کنہیا لال صاحب۔ منشی اندرمن صاحب۔ مجھ کو منصفان مجوزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں بلکہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے تجویز تقرر ثالثان میں مولوی سید احمد خاں صاحب کا نام بھی جو ہم سے اخوت اسلام رکھتے ہیں۔ درج کردیا۔ اسلئے میں بھی اپنے منصفان مقبولہ میں ایک فاضل آریہ صاحب کو جن کی فضیلت میں باوا صاحب کو بھی کلام نہیں، باعتماد طبیعت صالحہ اور رائے منصفانہ ان کی کے داخل کرتا ہوں جن کے نام نامی یہ ہیں۔ سوامی پنڈت دیانند سرسوتی۔ حکیم محمد شریف صاحب امرتسری۔ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری۔ لیکن اتنی عرض اور ہے کہ علاوہ ان صاحبوں کے کہ فریقین کے ہم مذہب

ہیں۔ وہ صاحب مسیحی مذہب بھی ممبر تنقید جواب کے لئے قرار پانے چاہئیں۔ سو میری دانست میں پادری رجب علی صاحب اور بابو ریارام صاحب جو علاوہ فضیلت علمی اور طبیعت منصفانہ کے اس بحث جاری شدہ سے بخوبی واقف ہیں بشرطیکہ صاحبین موصوفین براہ مہربانی اس شوریٰ میں داخل ہونا منظور کرلیں۔ اور آپ کو بھی اس میں کوئی کلام نہ ہو، بہتر اور انسب ہیں۔ ورنہ بالآخر اس طرح تجویز ہوگی کہ ایک صاحب مسیحی مذہب کو آپ قبول کر کے اطلاع دے دیں اور ایک کے اسم مبارک سے میں مطلع کروں گا۔

اور تصفیہ اس طرح پر ہوگا کہ بعد طبع ہوتے جواب آپ کے ان صاحبوں کو جو حسب مرضی فریقین ثالث قرار پائے ہیں بذریعہ خانگی خطوط کے اطلاع دی جائے گی لیکن ہر ایک فریق ہم دونوں میں سے ذمہ دار ہوگا کہ اپنے منصفین مجوزہ کو آپ اطلاع دے۔ تب صاحبان منصفین اوّل ہمارے سوال نمبر ا کو دیکھیں گے اور بعد اس کے تبصرہ مشمولہ شرائط ہذا کو جس میں آپ کے جواب الجواب کا جو ماہ فروری آفتاب پنجاب میں طبع ہوا تھا، ازالہ ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔ پھر آپ کا جواب بتدبر تمام پڑھ کر جانچیں گے کہ آیا اس جواب سے وجوہات ہمارے رد ہو گئے یا نہیں؟ اور یہ بھی دیکھیں گے کہ آپ نے باثبات دونوں امر مندرجہ اشتہار کے کیا کیا وجوہات پیش کئے ہیں۔ لیکن یہ امر کسی منصف کے اختیار میں نہ ہوگا کہ صرف اس قدر رائے ظاہر کرے کہ ہماری دانست میں یہ ہے یا وہ ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسی رائے ظاہر کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ غرض کوئی رائے میں نہیں لیا جائے گا جب تک اس صورت سے تحریر نہ ہو کہ اصل وجوہات متخاصمین کو پورا پورا بیان کر کے بتقریر مدلل ظاہر کرے کہ کس طور سے یہ وجوہات ٹوٹ گئیں یا بحال رہیں۔ اور علاوہ اس کے یہ سب منصفانہ آراء بے تغیر متن میں درج ہوں گے نہ کسی اور پرچہ میں۔ بلکہ صاحبان منصفین اپنی اپنی تحریر کو براہ راست مطبع ممدوح الذکر میں ارسال فرمائیں گے باستثنا بابو ریارام صاحب کے۔ اگر وہ اس شوریٰ تنقید جواب میں داخل ہوئے تو ان کو اپنا رائے اپنے پرچہ میں طبع کرنا ہوگا۔ اور جبکہ یہ سب آراء بتعمیل شرائط متذکرہ بالا کے طبع ہو جائیں گی تو اس وقت کثرت رائے پر فیصلہ ہوگا اور اگر ایک نمبر بھی زیادہ ہو تو باوا صاحب

کو ڈگری ملے گی۔ ورنہ آنجناب مغلوب رہیں گے۔

اشتہار مبلغ پانچسو روپیہ ۵۰۰

۱۸۷۸ء میں راقم اس سوال کا جو آریہ سماج کی نسبت پرچہ ۹ر فروری اور بعد اس کے سفیر ہند میں بدفعات درج ہو چکا ہے، اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کر کے لکھ دیتا ہوں کہ اگر باوا نرائن سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب منجملہ آریہ سماج کے جو ان سے متفق الرائے ہوں۔ ہماری ان وجوہات کا جواب جو سوال مذکورہ میں درج ہے اور نیز ان دلائل کے تردید جو تبصرہ مشمولہ اشتہار ہذا میں مبین ہے پورا پورا ادا کر کے بدلائل حقہ یقینیہ یہ ثابت کر دے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں پانچسو روپیہ نقد اس کو بطور جرمانہ کے دوں گا اور درصورت نہ ادا ہونے روپیہ کے مجیب مثبت کو اختیار ہوگا کہ امداد عدالت سے وصول کرے۔ تنقید جواب کی اُس طرح عمل میں آوے گی جیسے تنقیح شرائط میں اوپر لکھا گیا ہے۔ اور نیز جواب باوا صاحب کا بعد طبع اور شائع ہونے تبصرہ ہماری کے مطبوع ہوگا۔"

المشتہر:۔ مرزا غلام احمد رئیس قادیان

(منقول از حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۵ء)

---

(۳)

اعلان

سوامی دیانند سرسوتی صاحب نے بجواب ہماری اس بحث کے جو ہم نے روحوں کا بے انت ہونا باطل کر کے غلط ہونا مسئلہ تناسخ اور قدامت سلسلہ دنیا کا ثابت کیا تھا معرفت تین کس آریہ سماج والوں کے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگرچہ ارواح حقیقت میں بے انت نہیں ہیں۔ لیکن تناسخ اسی طرح پر ہمیشہ

بنا رہتا ہے کہ جب سب ارواح مکتی پا جاتے ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی سے باہر نکالی جاتی ہیں۔ اب سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس جواب میں کچھ شک و شبہ ہو تو بالمواجہ بحث کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اسی بارے میں سوامی صاحب کا ایک خط بھی آیا۔ اس خط میں بھی بحث کا شوق ظاہر کرتے ہیں۔ اس واسطے بذریعہ اس اعلان کے عرض کیا جاتا ہے کہ بحث بالمواجہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ کاش! سوامی صاحب کسی طرح ہمارے سوالوں کا جواب دیں۔ مناسب ہے کہ سوامی صاحب کوئی مقام ثالث بالخیر کا واسطے انعقاد اس جلسہ کے تجویز کر کے بذریعہ کسی مشہور اخبار کے تاریخ و مقام کو مشتہر کر دیں۔ لیکن اس جلسہ میں شرط یہ ہے کہ یہ جلسہ بحاضری چند منصفان صاحب لیاقت اعلیٰ کہ تین صاحب ان میں سے ممبران برہمو سماج اور تین صاحب مسیحی مذہب ہوں گے۔ قرار پائے گا۔ اوّل تقریر کرنے کا ہمارا حق ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔ پھر پنڈت صاحب برعایت شرائط تہذیب جو چاہیں گے جواب دیں گے۔ پھر اس کا جواب الجواب ہماری طرف سے گذارش ہوگا اور بحث ختم ہو جائے گی۔ ہم سوامی صاحب کی اس درخواست سے بہت خوش ہوئے۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ کیوں سوامی صاحب اور اور دھندوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایسے سخت اعتراض کا جواب نہیں دیتے جس نے سب آریہ سماج والوں کا دم بند کر رکھا ہے۔ اب اگر سوامی صاحب نے اس اعلان کا کوئی جواب مشتہر نہ کیا تو بس یہ سمجھو کہ سوامی صاحب صرف باتیں کر کے اپنے تابعین کے آنسو پونچھتے تھے اور مکت یابوں کی واپسی میں جو جو مفاسد ہیں۔ مضمون مشمولہ متعلقہ اس اعلان میں درج ہیں۔ ناظرین پڑھیں اور انصاف فرماویں۔

المعلن

میرزا غلام احمد رئیس قادیان۔ ۱۰ جون ۱۸۷۸ء

منقول از رسالہ برادر ہند لاہور بابت جولائی ۱۸۷۸ء و حیاۃ النبی جلد اوّل نمبر دوم صفحہ ۱۱۷

و الحکم نمبر ۱۹ جلد ۹ صفحہ ۱ کالم اوّل ۳۱ مئی ۱۹۰۵ء

و بدر سلسلہ جدید جلد اوّل نمبر ۱۰ صفحہ ۶ کالم ۲ مورخہ ۸ جون ۱۹۰۵ء

(۴)

اعلان متعلقہ مضمون ابطال تناسخ و مقابلہ وید و فرقان مع اشتہار پانسو روپیہ جو پہلے بھی بمباحثہ باوا صاحب مشتہر کیا گیا تھا

ناظرین انصاف آئین کی خدمت بابرکت میں واضح ہو کہ باعث مشتہر کرنے اس اعلان کا یہ ہے کہ عرصہ چند روز کا ہوا ہے کہ پنڈت کھڑک سنگھ صاحب ممبر آریہ سماج امرت سر قادیان میں تشریف لائے اور مستدعی بحث کے ہوئے چنانچہ حسب خواہش ان کے دربارہ تناسخ اور مقابلہ وید اور قرآن کے گفتگو کرنا قرار پایا۔ بر طبق اس کے ہم نے ایک مضمون جو اس اعلان کے بعد میں تحریر ہوگا۔ ابطال تناسخ میں اس التزام سے مرتب کیا کہ تمام دلائل اس کے قرآن مجید سے لئے گئے اور کوئی بھی ایسی دلیل نہ لکھی کہ جس کا ماخذ اور منشا قرآن مجید نہ ہو۔ اور پھر مضمون جلسہ عام میں پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تا کہ پنڈت صاحب بھی حسب قاعدہ ملتزمہ ہمارے کے اثبات تناسخ میں وید کی شرتیاں پیش کریں۔ اور اس طور سے مسئلہ تناسخ کا فیصلہ پا جائے۔ اور وید اور قرآن کی حقیقت بھی ظاہر ہو جائے۔ کہ ان میں سے کون غالب اور کون مغلوب ہے۔ اس پر پنڈت صاحب نے بعد سماعت تمام مضمون کے دلائل وید کے پیش کرنے سے عجز مطلق ظاہر کیا اور صرف دو شرتیاں رگوید سے پیش کیں کہ جن میں ان کے زعم میں تناسخ کا ذکر تھا اور اپنی طاقت سے بھی کوئی دلیل پیش کردہ ہماری کو رد نہ کر سکے۔ حالانکہ ان پر واجب تھا کہ بمقابلہ دلائل قرآنی کے اپنے وید کا بھی کچھ فلسفہ ہم کو دکھلاتے۔ اور اس دعوے کو جو پنڈت دیانند صاحب مدت دراز سے کر رہے ہیں کہ وید سرچشمہ تمام علوم فنون کا ہے، ثابت کرتے۔ لیکن افسوس کہ کچھ بھی نہ بول سکے اور دم بخود رہ گئے اور عاجز اور لاچار ہو کر اپنے گاؤں کی طرف سدھار گئے۔ گاؤں میں جا کر پھر ایک مضمون بھیجا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ابھی بحث کرنے کا شوق باقی ہے

اور مسئلہ تناسخ میں مقابلہ وید اور قرآن کا بذریعہ کسی اخبار کے چاہتے ہیں۔ سو بہت خوب ہم پہلے ہی طیار ہیں۔ مضمون ابطال تناسخ جس کو ہم جلسۂ عام میں گوش گذار پنڈت صاحب موصوف کر چکے ہیں وہ تمام مضمون دلائل اور براہین قرآن مجید سے لکھا گیا ہے اور جا بجا آیات فرقانی کا حوالہ ہے۔ پنڈت صاحب پر لازم ہے کہ مضمون اپنا جو دلائل بید سے بمقابلہ مضمون ہمارے کے مرتب کیا ہو، پرچہ سفیر ہند یا برادر ہند یا آریہ درپن میں طبع کرا دیں۔ پھر آپ ہی دانا لوگ دیکھ لیں گے۔ اور بہتر ہے کہ ثالث اور منصف اس مباحثہ بتنقیح فضیلت وید اور قرآن میں دو شریف اور فاضل آدمی مسیحی مذہب اور برہمو سماج سے جو فریقین کے مذہب سے بے تعلق ہیں، مقرر کئے جائیں۔ سو میری دانست میں ایک جناب پادری رجب علی صاحب جو خوب محقق مدقق ہیں اور دوسرے جناب پنڈت شونراین صاحب جو برہمو سماج میں اہل علم اور صاحب نظر دقیق ہیں۔ فیصلہ اس امر متنازعہ فیہ میں حَکَمْ بننے کے لئے بہت اولیٰ اور انسب ہیں۔ اس طور سے بحث کرنے میں حقیقت میں چار فائدے ہیں۔ اوّل یہ کہ بحث تناسخ کی بہ تحقیق تمام فیصلہ پا جائیگی دوم۔ اس موازنہ اور مقابلہ سے امتحان وید اور قرآن کا بخوبی ہو جائے گا اور بعد مقابلہ کے جو فرق اہل انصاف کی نظر میں ظاہر ہوگا وہی فرق قول فیصل متصور ہوگا۔ سوم۔ یہ فائدہ کہ اس التزام سے ناواقف لوگوں کو عقائد مندرجہ وید اور قرآن سے بکلّی اطلاع ہو جائے گی۔ چہارم یہ فائدہ کہ یہ بحث تناسخ کی کسی ایک شخص کی رائے خیال نہیں کی جائے گی بلکہ محوّل بکتاب ہو کر اور معتاد طریق سے انجام پکڑ کر قابل تشکیک اور تزئیف نہیں رہے گی اور اس بحث میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ صرف پنڈت کھڑک سنگھ صاحب تحریر جواب کے لئے تن تنہا محنت اُٹھائیں۔ بلکہ میں عام اعلان دیتا ہوں کہ منجملہ صاحبان مندرجہ عنوان مضمون ابطال تناسخ جو ذیل میں تحریر ہوگا کوئی صاحب ارباب فضل و کمال میں سے متصدی جواب ہوں۔ اور اگر کوئی صاحب بھی باوجود اس قدر تاکید مزید کے اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے اور دلائل ثبوت تناسخ کے فلسفہ متدعویہ وید سے پیش نہیں کریں گے یا درصورت عاری ہونے وید کے ان

دلائل سے اپنی عقل سے جواب نہیں دیں گے تو ابطال تناسخ کی ہمیشہ کے لئے ان پر ڈگری ہو جائے گی اور نیز دعویٰ وید کا کہ گویا وہ تمام علوم فنون پر متضمن ہے۔ محض بے دلیل اور باطل ٹھہرے گا اور بالآخر بغرض توجہ دہانی یہ بھی گذارش ہے کہ میں نے جو قبل اس سے فروری [۱۸۷۸ء] میں ایک[1] اشتہار تعدادی پانسو روپیہ بابطال مسئلہ تناسخ دیا تھا وہ اشتہار اب اس مضمون سے بھی بعینہٖ متعلق ہے۔ اگر پنڈت کھڑک سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب ہمارے تمام دلائل کو نمبروار جواب دلائل مندرجہ وید سے دے کر اپنی عقل سے توڑ دیں گے تو بلاشبہ رقم اشتہار کے مستحق ٹھہریں گے اور بالخصوص بخدمت پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کہ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم پانچ منٹ میں جواب دے سکتے ہیں۔ یہ گذارش ہے کہ اب اپنی اس استعداد علمی کو روبروئے فضلائے نامدار ملت مسیحی اور برہمو سماج کے دکھلادیں۔ اور جو جو کمالات ان کی ذات سامی میں پوشیدہ ہیں۔ منصۂ ظہور میں لادیں ورنہ عوام کالانعام کے سامنے دم زنی کرنا صرف ایک لاف گزاف ہے اس سے زیادہ نہیں۔

الراقم:- مرزا غلام احمد رئیس قادیان

(منقول از حضرت اقدس کی پرانی تحریریں حصہ اول ص ۳۴ مطبوعہ ۳ مئی ۱۸۹۹ء۔ مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

---

(۵)

اشتہار بغرض استعانت و استظہار از انصار دین محمد مختار صلے اللہ علیہ وعلٰے آلہ الابرار

اخوان دیندار و مومنین غیرت شعار و حامیان دین اسلام و متبعین سنت خیر الانام پر

---

[1] یہ اشتہار سفیر ہند مورخہ ۹ فروری ۱۸۷۸ء کا ہے جو باوجود تلاش کے نہیں ملا۔ (مؤلف)

روشن ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن و صداقت دین اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھ بن نہ پڑے۔ اور اس کے جواب میں قلم اُٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکے۔ اس کتاب کے ساتھ اس مضمون کا ایک اشتہار دیا جاوے گا کہ جو شخص اس کتاب کے دلائل کو توڑ دے و مع ذلک اس کے مقابلہ میں اسی قدر دلائل یا ان کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس سے اپنی کتاب کا (جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے) حق ہونا یا اپنے دین کا بہتر ہونا ثابت کر دکھائے اور اس کے کلام یا جواب کو میری شرائط مذکورہ کے موافق تین منصف (جن کو مذہب فریقین سے تعلق نہ ہو) مان لیں تو میں اپنی جائداد تعدادی دس ہزار روپیہ سے (جو میرے قبضہ و تصرف میں ہے) دستبردار ہو جاؤں گا اور سب کچھ اس کے حوالہ کر دوں گا۔ اس باب میں جس طرح کوئی چاہے اپنی اطمینان کر لے۔ مجھ سے تمسک لکھا لے یا رجسٹری کرا لے اور میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو آکر بچشم خود دیکھ لے۔

باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور ان کے اتباع ہیں جو اپنی اُمت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے وید کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذ باللہ توریت زبور۔ انجیل۔ فرقان مجید کو محض افترا سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سُن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار سفیر ہند میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے۔ اب ہم نے اس کتاب میں ان کا اور ان کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے اور صداقت قرآن و نبوت کو بخوبی ثابت کیا۔ پہلے ہم نے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا۔ بغرض تکمیل تمام ضروری امروں کے نو۹ حصے اور زیادہ کر دیئے۔ جن کے سبب سے تعداد کتاب ڈیڑھ سو جزو ہو گئی۔ ہر ایک حصہ اس کا ایک ایک ہزار نسخہ چھپے۔ تو چورانوے روپیہ

صرف ہوتے ہیں۔پس کل حصص کتاب نوسو چالیس روپے سے کم میں چھپ نہیں سکتے۔

ازانجا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شایع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔لہذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ معہ اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیجدیں۔جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔

غرض انصار اللہ بن کر اس نہایت ضروری کام کو بجلد تر بسر انجام پہونچادیں اور نام اس کتاب کا "البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیّۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیۃ" رکھا گیا ہے۔خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلاوے آمین۔

المشتہر:۔خاکسار غلام احمد از قادیان۔ضلع گورداسپور۔ملک پنجاب

منقول از ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴۔جلد دوئم صفحہ ۳-۴،

بابت اپریل ۱۸۷۹ء مطبوعہ مئی ۱۸۷۹ء

مصنفہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی

اعلان

کتاب براہین احمدیہ کی قیمت و تاریخ طبع

واضح ہو کہ جو اصل قیمت اس کتاب کی بلحاظ ضخامت اور حُسن اور لطافت ذاتی اس کے اور نیز منظر اس پاکیزگی خط اور تحریر اور عمدگی کاغذ وغیرہ لوازم اور مراتب کے کہ جن کے التزام سے یہ کتاب چھاپی جائے گی۔ بتیس روپیہ سے کم نہ تھی۔ مگر ہم نے محض اس امید اور نظر سے جو بعض امراء اسلام جو ذی ہمت اور اولوالعزم ہیں۔ اس کتاب کی اعانت میں توجہ کامل فرماویں گے اور اس طور سے جبر اُس نقصان کا ہو جاوے گا جو کمی قیمت کے باعث سے عاید حال ہو گا۔ صرف پانچ روپیہ قیمت مقرر کی تھی۔ مگر اب تک ایسا ظہور میں نہ آیا اور ہم انتظار کرتے کرتے تھک بھی گئے۔ البتہ کئی ایک صاحبان عالی ہمت یعنی جناب نواب صاحب بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو اور علاوہ ان کے جناب خلیفہ سید محمد حسن خاں بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ نے جو ہمیشہ اشاعت علمی اور ہمدردی قومی اور دینی خیر خواہی بندگان الٰہی میں بدل و جان مصروف ہو رہے ہیں۔ اس کام میں بھی کہ جس کی علت غائی اشاعت دلائل حقیت دینی اور اظہار

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہ والیہ بھوپال

(۲) جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدرآباد دکن

(۳) جناب غلام قادر خانصاحب وزیر ریاست نالہ گڈھ پنجاب

(۴) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدرآباد

(۵) جناب نواب نظیر الدولہ بہادر بھوپال

(۶) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر ”

(۷) جناب نواب علی محمد خانصاحب بہادر لودھیانہ پنجاب

(۸) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خانصاحب بہادر رئیس اعظم لاہور

(۹) جناب نواب محمد فیروز الدین خانصاحب بہادر وزیر اعظم ریاست بہاولپور

(۱۰) جناب سردار غلام محمد خان صاحب رئیس واہ

(۱۱) جناب مرزا سعید الدین احمد خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروزپور

شان اور شوکت اور راستی اور صداقت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم سے خریداری کتب اور فراہمی خریداروں میں کماحقہ مدد فرمائی کہ جس کی تفصیل انشاء اللہ عنوان کتاب براہین احمدیہ پر درج کی جائے گی اور جناب نواب صاحب بہادر ممدوح نے علاوہ خریداری کتب کے کسی قدر روپیہ بطور اعانت کتاب کے عطا فرمانا بھی وعدہ فرمایا۔

لیکن بباعث اس کے جو قیمت کتاب کی نہایت ہی کم تھی اور جبر نقصان اس کے کا بہت سی اعانتوں پر موقوف تھا جو محض فی سبیل اللہ ہر طرف سے کی جائیں، طبع کتاب میں بڑی توقف ظہور میں آئی۔ مگر اب کہاں تک توقف کی جائے۔ ناچار بصد اضطرار یہ تجویز سوچی گئی جو قیمت کتاب کی جو بنظر حیثیت کتاب کے بغایت درجہ قلیل اور ناچیز ہے دوچند کی جائے۔ لہذا بذریعہ اعلان ہذا کے ظاہر کیا جاتا ہے جو من بعد جملہ صاحبین باستثناء ان صاحبوں کے جو قیمت ادا کر چکے ہیں یا ادا کرنے کا وعدہ ہو چکا ہے قیمت اس کتاب کی بجائے پانچ روپیہ کے دس روپیہ تصور فرماویں۔ مگر واضح رہے کہ اگر بعد معلوم کرنے قدر و منزلت کتاب کے کوئی امیر عالی ہمت محض فی سبیل اللہ اس قدر اعانت فرماویں گے کہ جو کسر کمی قیمت کی ہے اس سے پوری ہو جائے گی تو پھر بہ تجدید اعلان وہی پہلی قیمت کہ جس میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہے قرار پا جائے گی اور ثواب اس کا اس مُحسِن کو ملتا رہے گا۔ اور یہ وہ خیال ہے کہ جس سے ابھی میں نا اُمید نہیں اور اغلب ہے کہ بعد شائع ہونے کتاب اور معلوم ہونے فوائد اس کے کے ایسا ہی ہو اور انشاء اللہ یہ کتاب جنوری ۱۸۸۰ء میں زیر طبع ہو کر اس کی اجزاء اسی مہینہ یا فروری میں شائع اور تقسیم ہونی شروع ہو جائے گی۔ علاوہ یہ کہ میں اس اعلان میں مندرجہ حاشیہ صاحبان کا بدل مشکور ہوں کہ جنہوں نے سب سے پہلے اس کتاب کی اعانت کے لئے بنیاد ڈالی اور خریداری کتب کا وعدہ فرمایا۔ مورخہ ۳؍ دسمبر ۱۸۷۹ء

المعلن

مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از اخبار سفیر ہند نمبر ۵۱۔ مطبوعہ ۲۰؍ دسمبر ۱۸۷۹ء صفحہ ۸۲۴)

(۷)

لالہ جیون داس سیکرٹری آریہ سماج لاہور کا

اعلان

آج میں نے اتفاقاً آپ کے اخبار مطبوعہ ۹ر فروری کے ابتدائی صفحہ میں ایک اشتہار[1] منجانب مرزا غلام احمد رئیس قادیان دیکھا۔ لہٰذا اس کی نسبت چند سطور ارسال خدمت ہیں۔ امید کہ درج اخبار فرما کر مشکور فرمائیگا۔ راقم اشتہار نے لکھا ہے کہ جو صاحب منجملہ توابع سوامی دیانند سرسوتی صاحب سوال ہذا کا جواب دے کر ثابت کرے کہ روح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ بطور انعام کے دُوں گا۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ لفظ توابع سے صاحب راقم کا کیا مطلب ہے۔ اگر آریہ سماج والوں سے مراد ہے تو معلوم رہے کہ وے لوگ سوامی دیانند کے توابعین سے نہیں ہیں۔ یعنی وے عام طور پر پابند خیالات سوامی دیانند کے نہیں۔ ہاں ان کے خیالات میں سے جو بات جس کو معقول معلوم ہوتی ہے وہ اس کو مانتا ہے۔ اور یہ امر کچھ آریہ سماج والوں سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کوئی امر معقول کو پسند کرتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ رُوح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں، آریہ سماج اس کو مانتی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہو کہ یہ مسئلہ آریہ سماج کے اصولوں میں داخل نہیں ہے۔ اگر کوئی ممبر سماج کا اس کا دعویدار ہو تو اس سے سوال کرنا چاہیئے اور اسی کو اس کا جواب دینا

---

[1] یہ اشتہار مورخہ ۹ر فروری ۱۸۸۶ء باوجود تلاش کے نہیں ملا۔ اس لئے سکرٹری آریہ سماج لاہور کا اعلان درج کر دیا ہے کیونکہ اس میں اس اشتہار کا خلاصہ مضمون موجود ہے۔ اسی اشتہار کا نوٹ صفحہ ۱۰ پر لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

لازم ہے۔ چونکہ اس اشتہار سے لوگوں کو یہ مغالطہ پیدا ہوتا تھا کہ آریہ سماج والے سوامی دیانند صاحب کے پیرو اور تابع ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں۔ اس لئے بغرض اشتباہ اور مغالطہ مذکور کے یہ تحریر عمل میں آئی +

راقم جیونداس سکرٹری آریہ سماج لاہور

(منقول از حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

---

(۸)

خطؔ[1]

مکرمی جناب پنڈت صاحب!

آپ کا مہربانی نامہ عین اس وقت میں پہونچا کہ جب میں بعض ضروری مقدمات کیلئے امرتسر کی طرف جانے کو تھا۔ چونکہ اس وقت مجھے دو گھنٹہ کی بھی فرصت نہیں۔ اس لئے آپ کا جواب واپس آکر لکھوں گا اور انشاء اللہ تعالےٰ تین روز یا غایت درجہ چار روز کے بعد واپس آجاؤں گا اور پھر آتے ہی جواب لکھ کر خدمت گرامی میں ارسال کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ مضامین برادر ہند میں درج ہوں۔ مگر میری صلاح یہ ہے کہ ان مضامین کے ساتھ دو ثالثوں کی رائے بھی ہو۔ تب اندراج پاویں۔ مگر اب مشکل یہ کہ ثالث کہاں سے لاویں۔ ناچار یہی تجویز خوب ہے کہ آپ ایک فاضل نامی گرامی صاحب تالیف و تصنیف کا براہم سماج کے فضلاء میں سے منتخب کر کے مجھے اطلاع دیں جو ایک خدا ترس اور فروتن اور محقق اور بے نفس اور بے تعصب ہو اور ایک انگریز کہ جن کی قوم کی زیرکی بلکہ بے نظیری کے آپ قائل ہیں انتخاب فرما کر اس

---

[1] یہ خط بمنزلہ اشتہار کے تھا اور نہایت ضروری تھا کیونکہ حضرت اقدسؑ نے بحث الہام کے متعلق پنڈت شیونرائن اگنی ہوتری کو لکھا تھا۔ اس لئے یہاں درج کر دیا ہے۔ (مؤلف)

سے بھی اطلاع بخشیں۔ تو اغلب ہے کہ میں ان دونوں کو منظور کروں گا اور میں نے بعلاوہ سرسری سُنا ہے کہ آپ کے برہمو سماج میں ایک صاحب کیشپ چندر نام لئیق اور دانا آدمی ہیں۔ اگر یہی سچ ہے تو وہی منظور ہیں۔ ان کے ساتھ ایک انگریز کر دیجئے۔ مگر منصفوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ صرف اتنا ہی لکھیں کہ ہماری رائے میں یہ ہے یا وہ ہے بلکہ ہر ایک فریق کی دلیل کو اپنے بیان سے توڑنا یا بحال رکھنا ہوگا۔ دوسرے یہ مناسب ہے کہ اس مضمون کو رسالہ میں متفرق طور پر درج نہ کیا جائے کہ اس میں مصنف کو دوسرے نمبروں کا مدت دراز تک انتظار کرنا پڑتا ہے بلکہ مناسب ہے کہ یہ سارا مضمون ایک ہی دفعہ برادر ہند میں درج ہو یعنی تین تحریریں ہماری طرف سے اور تین ہی آپ کی طرف سے ہوں اور الغیر دونوں منصفوں کی مفصل رائے درج ہو۔ اور اگر آپ کی نظر میں اب کی دفعہ منصفوں کی رائے درج کرنا کچھ وقت طلب ہو تو پھر اس صورت میں یہ بہتر ہے کہ جب میں بفضلہ تعالیٰ امرت سر سے واپس آکر تحریر ثالث آپ کے پاس بھیجدوں تو آپ بھی اس پر کچھ مختصر تحریر کر کے تینوں تحریریں یک دفعہ چھاپ دیں اور ان تحریروں کے اخیر میں یہ بھی لکھا جائے کہ فلاں فلاں منصف صاحب اس پر اپنا اپنا موجہ رائے تحریر فرماویں اور پھر دو جلدیں اس رسالہ کی منصفوں کی خدمت میں مفت بھیجی جائیں۔ آئندہ جیسے آپکی مرضی ہو اس سے اطلاع بخشیں اور بجلد اطلاع بخشیں۔ اور میں نے چلتے چلتے جلدی سے یہ خط لکھ ڈالا ہے۔ کمی بیشی الفاظ سے معاف فرماویں۔

راقم آپ کا نیاز مند غلام احمد عفی عنہ۔ ۱۷ جون ۱۸۷۹ء

(منقول از حضرت اقدس کی پرانی تحریریں صفحہ ۳۰۔ مطبوعہ بار اوّل ۱۸۹۹ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

---

(۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار

تصنیف کتاب براہین احمدیہ بجہت اطلاع جمیع عاشقان صدق و انتظام سرمایہ طبع کتاب

ایک کتاب جامع دلائل معقولہ دربارہ اثبات حقانیت قرآن شریف صدق نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس میں ثبوت کامل منجانب کلام اللہ ہونے قرآن شریف اور سچا ہونے حضرت خاتم الانبیاء کا اس قطعی فیصلہ سے گیا ہے کہ ساتھ اس کتاب کے ایک اشتہار بھی بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ کے اس مراد سے منسلک ہے کہ اگر کوئی صاحب جو حقانیت اور افضلیت فرقان شریف سے منکر ہے، براہین مندرجہ اس کتاب کو توڑ دے یا اپنی الہامی کتاب میں اسی قدر دلائل یا نصف اس سے یا ثلث اس سے یا ربع اس سے یا خمس اس سے ثابت کر کے دکھلا دے جس کو تین منصف مقبولہ فریقین تسلیم کر لیں تو مشتہر اس کو بلاعذر اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دیگا۔ بوجہ منکرانہ اصرار پنڈت دیانند

صاحب اور ان کے بعض سکرٹریوں کی تصنیف ہوئی ہے اور نام اس کتاب کا مندرجہ حاشیہ رکھا گیا ہے



البراہین الاحمدیہ علی حقیۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

لیکن بوجہ ضخامت چھپنا اس کتاب کا خریداروں کی مدد پر موقوف ہے۔ لہذا یہ اشتہار بجہت اطلاع جملہ اخوان مومنین و برادران موحدین و طالبان راہ حق و یقین شایع کیا جاتا ہے کہ بہ نیت معاونت اور نصرت دین متین کے اس کتاب کے چندہ میں بحسب توفیق شریک ہوں یا یوں مدد کریں کہ بہ نیت خریداری اس کتاب کے مبلغ پانچ روپیہ جو اصل قیمت اس کتاب کی قرار پائی ہے بطور پیشگی بھیجدیں تا سرمایہ طبع اس کتاب کا اکٹھا ہو کر بہت جلد چھپنی شروع ہو جائے۔ اور جیسے جیسے چھپتی جائے گی بخدمت جملہ صاحبین جو بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں مرسل ہوتی رہے گی۔ لیکن واضح رہے کہ جو صاحب بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں وہ اپنی درخواست خریداری میں بقلم خوشخط اسم مبارک و مفصل پتہ و نشان مسکن بضلع وغیرہ کا کہ جس سے بلا ہرج اجزا کتاب کے وقتاً فوقتاً ان کی خدمت گرامی میں پہنچتے رہیں ارقام فرمادیں

المشتہر

مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مکرر۔ بڑی شکر گذاری سے لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولوی چراغ علی خاں صاحب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن نے بغیر ملاحظہ کسی اشتہار کے خود بخود اپنے کرم ذاتی و ہمت اور حمایت و حمیت اسلامیہ سے بوجہ چندہ اس کتاب کے ایک نوٹ دس روپیہ کا بھیجا ہے۔

(مطبوعہ سفیر ہند امرتسر)

(۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد ما وجب گذارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جلشانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کیلئے کوشش کرے۔ اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں دکھا دے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے۔ جس کی ۳۷ جزو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے۔ لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جس کی ۲۴۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے شایع کیا جائے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب وہندوستان وانگلستان وغیرہ بلاد (جہاں تک ارسال خط ممکن ہو) جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں۔ اور بخدمت معزز برہمو صاحبان وآریہ صاحبان ونیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق وکرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں) ارسال کی جاوے یہ تجویز نہ اپنے فکر واجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم ولاجواب ومغلوب ہو جائیں گے۔ بنا برعلیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدا ہیں) ارسال

کیا جاتا ہے۔ اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبتہ للہ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے۔ اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی۔ اور اس کارروائی کی (کہ آپ کو رجسٹری شدہ خط ملا۔ پھر آپ نے اس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جائے گی۔ اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں۔ یہ ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشین گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ جس کو طالب صادق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر اُن آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاءاللہ تعالےٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا۔ اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دو سو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ

اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارقؔ میں) توقف نہ فرمائیں۔ آپ اپنے شرط اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کر دیں جس کو متعدد اردو انگریزی اخباروں میں شایع کیا جائے گا۔ ہم سے اپنی شرط دو سو روپیہ ماہوار جرمانہ یا حرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔ بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جلّشانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کے براہین ہم پر ظاہر کئے اور پھر ان کی اشاعت کے لئے ایک آزاد سلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔ والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ

الراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

ملک پنجاب

مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور

ؔ یہ ان حضرات نیچریہ یا مولوی صاحبوں کو کہا جاتا ہے۔ جو اسلام کو مانتے ہیں اور پھر وجود خوارق و کرامات سے منکر اور اس عاجز پر بدظن ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی محمد و آل محمد افضل الرسل و خاتم النبیین

اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہوکر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذہب جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کو ہر ایک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اس کی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے وہ فقط **اسلام** ہے جس میں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر ہو رہی ہے اور دوسرے تمام مذہب ایسے بدیہی البطلان ہیں کہ نہ عقلی تحقیقات سے اُن کے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت و قبولیت الٰہی مل سکتی ہے بلکہ ان کی پابندی سے انسان نہایت درجہ کا کور باطن اور سیہ دل ہو جاتا ہے جس کی شقاوت پر اسی جہان میں نشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح پر ثابت کیا گیا ہے (۱) **اوّل** تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جن کی شان و شوکت و قدر و منزلت اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام ان دلائل کو توڑ دے تو اس کو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے۔ اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلی کے لئے عدالت میں رجسٹری بھی کرا لے (۲) **دوم** ان آسمانی نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کے لئے ازبس ضروری ہیں، اس

امر دوم یہ ہے کہ مؤلف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے۔ تین قسم کے نشان ثابت کر کے دکھائے ہیں۔ اول وہ نشان کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دعا اور توجہ سے اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے۔ جس کو مؤلف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلےٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص وممتاز کر کے درج کتاب کیا ہے۔ دوم وہ نشان جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بےمثل طور پر پائی جاتی ہیں جن کو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر ایک خاص وعام پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کے لئے باقی نہیں رکھا۔ سوم وہ نشان کہ جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت اور رسول برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتے ہیں۔ جن کے اثبات میں اس بندہ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ و اسرار لدنیہ وکشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ کو جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئی ہیں اور جن کی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریوں وغیرہ سے) بشہادت رویت گواہ ہیں۔ کتاب موصوف میں درج کئے ہیں۔ اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور رُوحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت ومشابہت ہے اور اس کو خواص انبیا ورسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر وافضل الرسل صلے اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت وبرکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بُعد وحرمان ہے۔ یہ سب ثبوت کتاب براہین احمدیہ کے پڑھنے سے کہ جو منجملہ تین سو جزو کے قریب ۳۷ جزو کے چھپ چکی ہے؛ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور طالب حق کیلئے خود مصنف

پوری پوری تسلی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ولا فخر والسلام علی من اتبع الھدیٰ اور اگر اس **اشتہار** کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اس کو جواب دینا پڑے گا۔ بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل **محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام **قرآن شریف** پر ایمان لاویں۔ اور اس کے حکموں پر چلیں تاکہ ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اس کو پاتے ہیں۔ بالخصوص قوم **انگریز** جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جس کی شائستہ اور مہذب اور بارحم **گورنمنٹ** نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاونت سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کے دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں تا ان کے گورے وسپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی و منور ہوں۔

فنسئل اللہ تعالیٰ خیرھم فی الدنیا والاٰخرۃ اللّٰھم اھدھم وایدھم بروح منک واجعل لھم حظاً کثیراً فی دینک واجذبھم بحولک وقوتک لیومنوا بکتابک ورسولک ویدخلوا فی دین اللہ افواجا اٰمین ثم اٰمین والحمد للہ رب العالمین۔

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر (بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے)

(۱۲)

اعلان

کتاب براھین احمدیہ کی قیمت اور دیگر ضروری گذارش

بعالی خدمت تمام معزز اور بزرگ خریداران کتاب براھین احمدیہ کے گذارش کی جاتی ہے کہ کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے۔ یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جزو سے کچھ زیادہ ہوگی۔ اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی۔ اور ایسی عمدگی کاغذ اور پاکیزگی خط اور دیگر لوازم حسن اور لطافت اور موزونیت سے چھپ رہی ہے کہ جس کے مصارف کا حساب جو لگایا گیا تو معلوم ہوا۔ کہ اصل قیمت اس کی فی جلد پچیس ۲۵ روپیہ ہے مگر ابتدا میں پانچ روپیہ ۵ قیمت اس کی اس غرض سے مقرر ہوئی تھی اور یہ تجویز اُٹھائی گئی تھی جو کسی طرح سے مسلمانوں میں یہ کتاب عام طور پر پھیل جائے۔ اور اس کا خریدنا کسی مسلمان پر گراں نہ ہو۔ اور یہ امید کی گئی تھی کہ امراء اسلام جو ذی ہمت اور اولوالعزم ہیں۔ ایسی ضروری کتاب کی اعانت میں دلی ارادت سے مدد کرینگے تب جبر اس نقصان کا ہو جائے گا۔ پر اتفاق ہے کہ ابتک وہ امید پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بجز عالیجناب خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ پنجاب کہ جنہوں نے مسکین طالب علموں کو تقسیم کرنے کے لئے پچاس جلدیں اس کتاب کی خریدیں اور جو قیمت بذریعہ اشتہار شائع ہو چکی تھی وہ سب بھیجدی۔ اور نیز فراہمی

خریداروں میں بڑی مدد فرمائی۔ اور کئی طرح سے اور بھی مدد دینے کا وعدہ فرمایا (خدا ان کو اس فعل خیر کا ثواب دے اور اجر عظیم بخشے) اور اکثر صاحبوں نے ایک یا دو نسخے سے زیادہ نہیں خریدا۔ اب حال یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بموجب اشتہار مشتہرہ سیوم دسمبر ۱۸۷۹ء بجائے صر روپے کے دس روپیہ قیمت کتاب کی مقرر کر دی مگر تب بھی وہ قیمت اصل قیمت سے ڈیڑھ حصہ کم ہے علاوہ اس کے اس قیمت ثانی سے وہ سب صاحب مستثنیٰ ہیں جو اس اشتہار سے پہلے قیمت ادا کر چکے۔ لہذا بذریعہ اس اعلان کے بخدمت ان عالی مراتب خریداروں کے جن کے نام نامی حاشیہ میں بڑے فخر سے درج ہیں اور دیگر ذی ہمت امراء کے جو حمایت دین اسلام میں مصروف ہو رہے ہیں، عرض کی جاتی ہے کہ وہ ایسے کار ثواب میں کہ جس سے اعلائے کلمہ اسلام ہوتا ہے اور جس کا نفع ... صرف اپنے ہی نفس میں محدود نہیں بلکہ ہزارہا بندگان خدا کو ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔ اعانت سے دریغ نہ فرماویں کہ بموجب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے کوئی اور بڑا عمل صالح نہیں کہ انسان اپنی طاقتوں کو ان کاموں میں خرچ کرے کہ جن سے عباد الٰہی کو سعادت اخروی حاصل ہو۔ اگر حضرات ممدوحین اس طرف متوجہ ہوں گے تو یہ کام کہ جس کا انجام بہت روپیہ کو چاہتا ہے اور جس کی حالت موجودہ پر نظر کر کے کئی طرح کی

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہ فرمان روائے بھوپال

(۲) جناب نواب علاؤالدین احمد خاں بہادر والئے لوہارو

(۳) جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن

(۴) جناب غلام قادر خان صاحب وزیر ریاست نالہ گڈھ پنجاب

(۵) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدر آباد

(۶) جناب نواب نظیر الدولہ بہادر بھوپال

(۷) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر بھوپال

(۸) جناب نواب علی محمد خاں صاحب بہادر لودھانہ۔ پنجاب

(۹) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خانصاحب بہادر رئیس اعظم لاہور

(۱۰) جناب سردار غلام محمد خاں صاحب رئیس واہ۔

(۱۱) جناب مرزا سعید الدین احمد خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروزپور

زیر باریاں نظر آتی ہیں۔ نہایت آسانی سے انجام پذیر ہو جائے گا۔ اور امید تو ہے کہ خدا ہمارے اس کام کو جو اشد ضروری ہے ضایع ہونے نہیں دے گا اور جیسا کہ اس دین کے ہمیشہ بطور معجزہ کے کام ہوتے رہے ہیں۔ ایسا ہی کوئی غیب سے مرد کھڑا ہو جائے گا۔ و توکلنا علی اللہ هو نعم المولیٰ و نعم النصیر

المشتہر

مرزا غلام احمد رئیس قادیان۔ ضلع گورداسپور
ملک پنجاب، مصنف کتاب

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد اول ۱۸۸۰ء مطبوعہ سفیر ہند امرتسر

---

(۱۳)

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ

الجزو ۱۷۔ سورۃ الانبیاء

براہین احمدیہ

کے مخالفوں کی جلدی

کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار سفیر ہند اور نور افشاں اور رسالہ ودیا پرکاشک میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں جن میں وہ دعوے کرتے ہیں کہ ضرور ہم رد اس کتاب کا لکھیں گے اور بعض صاحب ڈوموں کی طرح ایسے

ایسے صریح ہجو آمیز الفاظ استعمال میں لاتے ہیں کہ جن سے ان کی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے۔ گویا وہ اپنی اوباشانہ تقریروں سے ہمیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں۔ ہم تو ان کی تہہ سے واقف ہیں اور ان کے جھوٹے اور ذلیل اور پست خیال ہم پہ پوشیدہ نہیں۔ سو اُن سے ہم کیا ڈریں گے اور وہ کیا ڈرائیں گے۔

کرمکِ پروانہ را چوں موت می آید فراز　　　می فتد بر شمع سوزاں از رہ شوخی و ناز

بہرحال ہم ان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ذرا صبر کریں اور جب کوئی حصہ کتاب کی فصلوں میں سے چھپ چکتا ہے۔ تب جتنا چاہیں نعرہ لگالیں۔ ایک عام مقولہ مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں۔ ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جاسکتی ہے اور کسی کی نری زبان کی فضول گوئی سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے۔ بلکہ ایسی باتوں سے خود پادریوں اور پنڈتوں کی دیانت داری کھلتی جاتی ہے۔ کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا اور نہ بھالا اور نہ اس کی براہین سے کچھ اطلاع نہ اس کے پایۂ تحقیقات سے کچھ خبر۔ اس کی نسبت بھٹ پٹ منہ کھول کر ردّ نویسی کا دعویٰ کر دینا کیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور راستبازی ہے؟ اے حضرات! جب آپ لوگوں نے ابھی میرے دلائل کو ہی نہیں دیکھا تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ان تمام دلائل کا جواب لکھ سکیں گے۔ جب تک کسی کی کوئی حجت نکالی ہوئی یا کوئی برہان قائم کی ہوئی یا کوئی دلیل لکھی ہوئی معلوم نہ ہو اور پھر اس کو جانچا نہ جائے کہ یقینی ہے یا ظنی اور مقدمات صحیحہ پر مبنی ہے یا مغالطات پر۔ تب تک اس کی نسبت کوئی مخالفانہ رائے ظاہر کرنا اور خواہ نخواہ اس کے ردّ لکھنے کے لئے دم زنی کرنا اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور جب آپ لوگوں نے قبل از دریافت اصل حقیقت رد لکھنے کی پہلے ہی ٹھہرا لی ہے تو پھر کب نفس امّارہ آپ کا اس بات سے باز آنے کا ہے جو بات بات میں فریب اور تدلیس اور خیانت اور بد دیانتی کو کام میں لایا جائے تا کسی طرح یہ فخر حاصل کریں کہ ہم نے جواب لکھ دیا۔

اگر آپ لوگوں کی نیت میں کچھ خلوص اور دل میں کچھ انصاف ہوتا تو آپ لوگ یوں اعلان دیتے کہ اگر دلائل کتاب کی واقع میں صحیح اور سچی ہوں گی تو ہم بسر و چشم ان کو قبول کریں گے ورنہ اظہار حق کی غرض سے ان کی ردّ لکھیں گے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو بے شک منصفوں کے نزدیک منصف ٹھہرتے اور صاف باطن کہلاتے۔ لیکن خدا نہ کرے کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو جو خدا کے ساتھ بھی بے انصافی کرتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ اور بعض نے اس کو خالق ہونے سے ہی جواب دے رکھا ہے اور بعض ایک کے تین بنائے بیٹھے ہیں۔ اور کسی نے اس کو ناصرہ میں لا ڈالا ہے اور کوئی اس کو اجودھیا کی طرف کھینچ لایا ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں۔ بیکن کا اوتار دھاریں۔ ارسطو کی نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے آلہٰ باطلہ۔ اور جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیا اور باقی سب پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دُور سمجھیں۔

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں — خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں — حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے — آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں
کیونکر کرو گے ردّ جو محقق ہے ایک بات — کچھ ہوش کر کے عُذر سناؤ گے یا نہیں
سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب — پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں

اشتہار ضروری

کتاب براھین احمدیہ کی قیمت جو بالفعل دس روپیہ قرار پائی ہے وہ صرف مسلمانوں کے لئے کمال درجہ کی تخفیف اور رعایت ہے کہ جن کو بشرط وسعت اور طاقت مالی کے اعانت دین متین میں کسی نوع کا دریغ نہیں۔ لیکن جو صاحب کسی اور مذہب یا ملّت کے پابند ہو کر اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو چونکہ اعانت کی ان سے کچھ توقع نہیں لہذا ان سے وہ پوری پوری قیمت لی جائے گی جو حصہ اول کے اعلان میں شایع ہو چکی ہے۔

المشتہر

مؤلف براھین احمدیہ

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد دوم ۱۸۸۰ء مطبوعہ سفیر ہند پریس لاہور

---

(۱۴)

یا اللہ

مسلمانوں کی حالت اور اسلام کی غربت اور نیز بعض ضروری امور سے اطلاع

آج کل غربت اسلام کی علامتیں اور دین متین محمدی پر مصیبتیں ایسی ظاہر ہو رہی ہیں کہ جہاں تک زمانہ بعثت حضرت نبوی کے بعد میں ہم دیکھتے ہیں کسی قرن میں اس کی نظیر

نہیں پائی جاتی۔ اس سے زیادہ تر اور کیا مصیبت ہوگی کہ مسلمان لوگ دینی غمخواری میں بغایت درجہ سُست اور مخالف لوگ اپنے اعتقادوں کی ترویج اور اشاعت میں چاروں طرف سے کمر بستہ اور چست نظر آتے ہیں جس سے دن بدن ارتداد اور بدعقیدگی کا دروازہ کھلتا جاتا ہے اور لوگ فوج در فوج مرتد ہو کر ناپاک عقائد اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مخالف جن کے عقائد فاسدہ بدیہی البطلان ہیں دن رات اپنے اپنے دین کی حمایت میں سرگرم ہیں۔ بعدیکہ یورپ و امریکہ میں عیسائی دین کے پھیلانے کے لئے بیوہ عورتیں بھی چندہ دیتی ہیں اور اکثر لوگ مرتے ہوئے وصیت کر جاتے ہیں کہ اس قدر ترکہ ہمارا خالص مسیحی مذہب کے رواج دینے میں خرچ ہو۔ مگر مسلمانوں کا حال کیا کہیں۔ کیا لکھیں۔ کہ ان کی غفلت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ نہ وہ آپ دین کی کچھ غمخواری کرتے ہیں اور نہ کسی غمخوار کو نیک ظنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ غمخواری دینی کا کیسا موقعہ تھا اور خدمت گذاری کا کیا ضروری محل تھا کہ کتاب براہین احمدیہ کہ جس میں تین سو مضبوط دلیل سے حقیت اسلام ثابت کی گئی ہے اور ہر ایک مخالف کے عقائد باطلہ کا ایسا استیصال کیا گیا ہے کہ گویا اس مذہب کو ذبح کیا گیا کہ پھر زندہ نہیں ہوگا۔ اس کتاب کے بارے میں بجز چند عالی ہمت مسلمانوں کے جن کی توجہ سے دو حصے اور کچھ تیسرا حصہ چھپ گیا ہے۔ جو کچھ اور لوگوں نے اعانت کی وہ ایسی ہے کہ اگر بجائے تصریح کے صرف اسی پر قناعت کریں انا للہ وانا الیہ راجعون تو مناسب ہے۔ ایھا الاخوان المومنون۔ مالکم لاتتوجھون شوقناکم فلم تشتاقوا ونبھناکم فلم تتنبھوا اسمعوا عباد اللہ اسمعوا انصروا! توجروا۔ وفی الانصار تبعثوا و فی الدارین ترحموا وفی مقعد صدق تقعدوا رحمنا اللہ وایاکم۔ ھو مولانا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

اور اگر کوئی اب بھی متوجہ نہ ہو تو خیر۔ ہم بھی ارحم الراحمین کہتے ہیں اور اس کے پاک وعدے ہم غریبوں کو تسلی بخش ہیں اور اس جگہ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب صرف

تیس پینتیس جز تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سو جز و تک بڑھا دی گئی اور دس روپیہ عام مسلمانوں کے لئے اور پچیس روپیہ دوسری قوموں اور خواص کے لئے مقرر ہوئی۔ مگر اب یہ کتاب بوجہ احاطہ جمیع ضروریات تحقیق و تدقیق اور اتمام حجت کے تین سو جز و تک پہنچ گئی ہے جس کے مصارف پر نظر کر کے یہ واجب معلوم ہوتا تھا کہ آئندہ قیمت کتاب سو روپیہ رکھی جائے مگر بباعث پست ہمتی اکثر لوگوں کے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اب وہی قیمت مقررہ سابقہ کہ گویا کچھ بھی نہیں ایک دوامی قیمت قرار پاوے اور لوگوں کو ان کے حوصلہ سے زیادہ تکلیف دے کر پریشان خاطر نہ کیا جائے۔ لیکن خریداروں کو یہ استحقاق نہیں ہوگا کہ جو بطور حق واجب کے اس قدر اجزاء کا مطالبہ کریں بلکہ جو اجزاء زائد از حق واجب ان کو پہنچیں گی وہ محض للہ فی اللہ ہوں گی اور ان کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا جو خالصاً للہ اس کام کے انجام کے لئے مدد کریں گے۔ اور واضح رہے کہ اب یہ کام صرف ان لوگوں کی ہمت سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا کہ جو مجرد خریدار ہونے کی وجہ سے ایک عارضی جوش رکھتے ہیں۔ بلکہ اس وقت کئی ایک ایسے عالی ہمتوں کی توجہات کی حاجت ہے کہ جن کے دلوں میں ایمانی غیوری کے باعث سے حقیقی اور واقعی جوش ہے اور جن کا بے بہا ایمان صرف خرید و فروخت کے تنگ ظرف میں سما نہیں سکتا بلکہ اپنے مالوں کے عوض میں بہشت جاودانی خریدنا چاہتے ہیں۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

بالآخر ہم اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے خداوند کریم تو اپنے خالص بندوں کو اس طرف کامل توجہ بخش۔ اے رحمٰن و رحیم تو آپ ان کو یاد دلا۔ اے قادر توانا۔ تو ان کے دلوں میں آپ الہام کر۔ آمین ثم آمین۔ ونتوکل علی ربنا رب السموات والارض رب العالمین۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد عفی عنہ

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد سوم ۱۸۸۲ء

مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

(۱۵)

گذارش ضروری

چونکہ کتاب اب تین سو جزو تک بڑھ گئی ہے لہذا اُن خریداروں کی خدمت میں جنہوں نے اب تک کچھ قیمت نہیں بھیجی یا پوری قیمت نہیں بھیجی۔ التماس ہے کہ اگر کچھ نہیں تو صرف اتنی مہربانی کریں کہ بقیہ قیمت بلا توقف بھیجدیں۔ کیونکہ جس حالت میں اب اصلی قیمت کتاب کی سو روپیہ ہے اور اس کے عوض دس یا پچیس روپیہ قیمت قرار پائی۔ پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور پیشگی ادا نہ کریں تو پھر گویا وہ کام کے انجام سے آپ مانع ہوں گے۔ اور اس قدر ہم نے برعایت ظاہر لکھا ہے۔ ورنہ اگر کوئی مدد نہیں کرے گا یا کم توجہی سے پیش آئیگا حقیقت میں وہ آپ ہی ایک سعادت عظمیٰ سے محروم رہے گا۔ اور خدا کے کام رُک نہیں سکتے اور نہ کبھی رُکے۔ جن باتوں کو قادر مطلق چاہتا ہے وہ کسی کی کم توجہی سے ملتوی نہیں رہ سکتیں۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ؛

خاکسار میرزا غلام احمدؐ

(اشتہار مندرجہ ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد سوم ۱۸۸۲ء) مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

(۱۶)

عرض ضروری بحالتِ مجبوری

انسان کی کمزوریاں جو ہمیشہ اس کی فطرت کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ہمیشہ اس کو تمدن اور تعاون کا محتاج رکھتی ہیں۔ اور یہ حاجت تمدن اور تعاون کی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ جس میں کسی عاقل کو کلام نہیں۔ خود ہمارے وجود کی ہی ترکیب ایسی ہے کہ جو تعاون کی ضرورت پر اول ثبوت ہے ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور کان اور ناک اور آنکھ وغیرہ اعضاء اور ہماری سب اندرونی و بیرونی طاقتیں ایسی طرز پر واقع ہیں کہ جب تک وہ باہم مل کر ایک دوسرے کی مدد نہ کریں۔ تب تک افعال ہمارے وجود کے علیٰ مجری الصحت ہرگز جاری نہیں ہو سکتے اور انسانیت کی کل ہی معطل پڑی رہتی ہے۔ جو کام دو ہاتھ کے ملنے سے ہونا چاہیئے وہ محض ایک ہی ہاتھ سے انجام نہیں ہو سکتا اور جس راہ کو دو پاؤں مل کر طے کرتے ہیں وہ فقط ایک ہی پاؤں سے طے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے۔ کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دین یا دنیا کو انجام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا۔ ہر ایک گروہ کہ جس کا مدعا اور مقصد ایک ہے مثل اعضائے یک دیگر ہے۔ اور ممکن نہیں جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے، بغیر معاونت باہمی ان کی کے بخوبی و خوش اسلوبی ہو سکے۔ بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں اور جن کی علت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے۔ وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتے۔ اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا۔ انبیاء علیہم السلام جو توکل اور تفویض اور تحمل اور مجاہدات افعال خیر میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ ان کو بھی بہ رعایت اسباب ظاہری مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کہنا پڑا۔ خدا نے بھی اپنے قانون تشریعی میں یہ تصدیق

اپنے قانون قدرت کے تعاونوا علے البر والتقویٰ کا حکم فرمایا۔

مگر افسوس جو مسلمانوں میں سے بہتوں نے اس اصول متبرک کو فراموش کر دیا ہے اور ایسی اصل عظیم کو کہ جس پر ترقی اور اقبال دین کا سارا مدار تھا بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسری قومیں کہ جن کی الہامی کتابوں میں اس بارے میں کچھ تاکید بھی نہیں تھی۔ وہ اپنی دلی تدبیر سے اپنے دین کی اشاعت کے شوق سے مضمون تعاونوا پر عمل کرتی جاتی ہیں اور خیالات مذہبی ان کے بباعث قومی تعاون کے روز بروز زیادہ سے زیادہ پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ آجکل عیسائیوں کی قوم کو ہی دیکھو جو اپنے دین کے پھیلانے میں کس قدر دلی جوش رکھتے ہیں اور کیا کچھ محنت اور جانفشانی کر رہے ہیں۔ لاکھہا روپیہ بلکہ کروڑہا ان کا صرف تالیفات جدیدہ کے چھپوانے اور شایع کرنے کی غرض سے جمع رہتا ہے۔ ایک متوسط دولت مند یوروپ یا امریکہ کا اشاعت تعلیم انجیل کے لئے اس قدر روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر دیتا ہے جو اہل اسلام کے اعلیٰ سے اعلیٰ دولت مند من حیث المجموع بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے۔ یوں تو مسلمانوں کا اس ملک ہندوستان میں ایک بڑا گروہ ہے اور بعض بعض متمول اور صاحب توفیق بھی ہیں مگر امور خیر کی بجا آوری میں (باستثناء ایک جماعت قلیل امراء وزراء اور عہدہ داروں کے) اکثر لوگ نہایت درجہ کے پست ہمت اور منقبض الخاطر اور تنگ دل ہیں کہ جن کے خیالات محض نفسانی خواہشوں میں محدود ہیں اور جن کے دماغ استغنا کے مواد ردیہ سے متعفن ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ دین اور ضروریات دین کو تو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے۔ ہاں ننگ و نام کے موقعہ پر سارا گھر بار لٹانے کو بھی حاضر ہیں۔ خالصاً دین کے لئے عالی ہمت مسلمان (جیسے ایک سیدنا و مخدومنا حضرت خلیفہ

سید محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم پٹیالہ)

اس قدر تھوڑے ہیں کہ جن کو انگلیوں پر بھی شمار کرنے کی حاجت نہیں۔ ماسوا اس کے بعض لوگ اگر کچھ تھوڑا بہت دین کے معاملہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو ایک رسم کے پیرایہ میں نہ واقعی ضرورت کے انجام دینے کی نیت سے جیسے ایک کو مسجد بنواتے دیکھ کر دوسرا بھی جو اس کا حریف ہے

خواہ مخواہ اس کے مقابلہ پر مسجد بنواتا ہے اور خواہ واقعی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ مگر ہزار ہا روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے۔ کسی کو یہ خیال پیدا نہیں ہوتا۔ جو اس زمانہ میں سب سے مقدم اشاعت علم دین ہے۔ اور نہیں سمجھتے کہ اگر لوگ دیندار ہی نہیں رہیں گے۔ تو پھر ان مسجدوں میں کون نماز پڑھیگا صرف پتھروں کے مضبوط اور بلند میناروں سے دین کی مضبوطی اور بلندی چاہتے ہیں۔ اور فقط سنگ مرمر کے خوبصورت قطعات سے دین کی خوبصورتی کے خواہاں ہیں۔ لیکن جس روحانی مضبوطی اور بلندی اور خوبصورتی کو قرآن شریف پیش کرتا ہے اور جو اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء کا مصداق ہے۔ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اس شجرۂ طیبہ کے ظل ظلیل دکھلانے کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتے اور یہود کی طرح صرف ظواہر پرست بن رہے ہیں نہ دینی فرائض کو اپنے محل پہ ادا کرتے ہیں اور نہ ادا کرنا جانتے ہیں اور نہ جاننے کی کچھ پرواہ رکھتے ہیں۔

اگرچہ یہ بات قابل تسلیم ہے جو ہر سال میں ہماری قوم کے ہاتھ سے بے شمار روپیہ بنام نہاد خیرات وصدقات کے نکل جاتا ہے۔ مگر افسوس جو اکثر لوگ ان میں سے نہیں جانتے کہ حقیقی نیکی کیا چیز ہے اور بذل اموال میں اصلح اور انسب طریقوں کو مد نظر نہیں رکھتے۔ اور آنکھ بند کر کے بے موقعہ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر جب سارا شوق دلی اسی بے موقعہ خرچ کرنے میں تمام ہو جاتا ہے تو موقعہ پر آکر اصلی فرض کے ادا کرنے سے بالکل قاصر رہ جاتے ہیں اور اپنے پہلے اسراف اور افراط کا تدارک بطور تفریط اور ترک ماوجب کے کرنا چاہتے ہیں یہاں لوگوں کی سیرت ہے کہ جن میں روح کی سچائی سے قوت فیاضی اور نفع رسانی کی جوشش نہیں مارتی۔ بلکہ صرف اپنی ہی طمع خاص سے مثلاً بوڑھے ہو کر پیرانہ سالی کے وقت میں آخرت کی تن آسانی کا ایک حیلہ سوچ کر مسجد بنوانے اور بہشت میں بنا بنایا گھر لینے کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حقیقی نیکی پر ان کی ہمدردی کا یہ حال ہے کہ اگر کشتی دین کی ان کی نظر کے سامنے ساری کی ساری ڈوب جائے یا تمام دین ایک دفعہ ہی تباہ ہو جائے۔ تب بھی ان کے دل کو

ذرہ لرزا نہیں آتا اور دین کے رہنے یا جانے کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے۔ اگر درد ہے تو دنیا کا اگر فکر ہے تو دنیا کا۔ اگر عشق ہے تو دنیا کا۔ اگر سودا ہے تو دنیا کا اور پھر دنیا بھی جیسا کہ دوسری قوموں کو حاصل ہے، حاصل نہیں۔ ہر ایک شخص جو قوم کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہا ہے وہ ان لوگوں کی لاپروائی سے نالاں اور گریاں ہی نظر آتا ہے اور ہر اک طرف سے یاحسرتاعلی القوم کی ہی آواز آتی ہے۔ اوروں کی کیا کہیں ہم آپ ہی سُناتے ہیں۔

ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب **براہین احمدیہ** کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں **تین سو** مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر **فتح عظیم** اور مؤمنین کے دل و جان کی مراد تھی اس لئے اُمراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسا تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کرینگے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آرہی ہیں ان کے دُور کرنے میں بدل و جان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لادیں۔ **اللّٰہ المستعان واللّٰہ خیر و ابقیٰ**۔

بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر و تردد میں ڈال دیا ہے۔ ہم نے **پہلا حصہ** جو چھپ چکا تھا۔ اس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب کی منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے بطور پیشگی بھیجدیں گے۔ اور ان کی اس طور کی اعانت سے دینی کام بآسانی پورا ہو جائے گا اور ہزارہا بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچیگا۔ اسی امید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقت حال سے مطلع کیا۔ مگر باستثنار دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی۔ نہ خطوط کا جواب آیا نہ کتابیں واپس آئیں۔ مصارف ڈاک تو سب ضایع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

افسوس جو ہم کو اپنے معزز بھائیوں سے بجائے اعانت کے تکلیف پہنچ گئی۔ اگر یہی حمایت

اسلام ہے تو کار دین تمام ہے۔ ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیجدیں۔ ہم اسی کو عطیۂ عظمیٰ سمجھیں گے اور احسان عظیم خیال کریں گے ورنہ ہمارا بڑا حرج ہوگا اور گم شدہ حصوں کو دوبارہ چھپوانا پڑے گا۔ کیونکہ یہ پرچۂ اخبار نہیں کہ جس کے ضایع ہونے میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔ ہر ایک حصہ کتاب کا ایسا ضروری ہے کہ جس کے تلف ہونے سے ساری کتاب ناقص رہ جاتی ہے۔ برائے خدا ہمارے معزز اخوان سرد مہری اور لاپروائی کو کام میں نہ لائیں اور دنیوی استغنا کو دین میں استعمال نہ کریں اور ہماری اس مشکل کو سوچ لیں کہ اگر ہمارے پاس اجزاء کتاب کے ہی نہیں ہوں گے تو ہم خریداروں کو کیا دیں گے اور ان سے پیشگی روپیہ کہ جس پر چھپنا کتاب کا موقوف ہے کیونکر لیں گے۔ کام ابتر پڑجائے گا۔ اور دین کے امر میں جو سب کا مشترک ہے۔ ناحق کی دقت پیش آجائے گی۔

امیدوار بود آدمی بخیر کسان ❊ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

ایک اور بڑی تکلیف ہے جو بعض نافہم لوگوں کی زبان سے ہم کو پہنچ رہی ہے۔ اور وہ یہ ہے جو بعض صاحب کہ جن کی رائے بباعث کم توجہی کے دینی معاملات میں صحیح نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت حال پر اطلاع پاکر جو کتاب براہین احمدیہ کی طیاری پر نوہزار روپیہ خرچ آتا ہے بجائے اس کے جو ولی غمخواری سے کسی نوع کی اعانت کی طرف متوجہ ہوتے۔ جو زیر باریاں بوجہ کمی قیمت کتاب و کثرت مصارف طبع کے عائد حال ہیں ان کے جبر نقصان کے لئے کچھ للّٰہ فی اللّٰہ ہمت دکھلاتے منافقانہ باتیں کرنے سے ہمارے کام میں خلل انداز ہو رہے ہیں اور لوگوں کو یہ وعظ سناتے ہیں جو کیا پہلی کتابیں کچھ تھوڑی ہیں جو اب اس کی حاجت ہے۔ اگرچہ ہم کو ان لوگوں کے اعتراضوں پر کچھ نظر اور خیال نہیں۔ اور ہم جانتے ہیں جو دنیا پرستو کی ہر ایک بات میں کوئی خاص غرض ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح شرعی فرائض کو اپنے سر پر سے ٹلاتے رہتے ہیں کہ تا کسی دینی کارروائی کی ضرورت کو تسلیم کرکے کوئی کوڑی ہاتھ سے نہ چھوڑنی پڑے۔ لیکن چونکہ وہ ہماری اس جہد بلیغ کی تحقیر کرکے لوگوں کو اس کے فوائد عظیمہ

سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور باوصفیکہ ہم نے پہلے حصہ ما کے پرچہ منضمہ میں وجوہ ضرورت کتاب موصوف بیان کر دی تھیں۔ پھر بھی بمقتضائے فطرتی خاصیت اپنی کے نیش زنی کر رہے ہیں۔ ناچار اس اندیشہ سے کہ مبادا کوئی شخص ان کی واہیات باتوں سے دھوکا نہ کھاوے۔ پھر کھول کر بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب براہین احمدیہ بغیر اشد ضرورت کے نہیں لکھی گئی۔ جس مقصد اور مطلب کے انجام دینے کے لئے ہم نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے اگر وہ مقصد کسی پہلی کتاب سے حاصل ہو سکتا تو ہم اسی کتاب کو کافی سمجھتے اور اسی کی اشاعت کے لئے بدل وجان مصروف ہو جاتے اور کچھ ضرور نہ تھا جو ہم سالہا سال اپنی جان کو محنت شدید میں ڈال کر اور اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ خرچ کر کے پھر آخر کار ایسا کام کرتے جو محض تحصیل حاصل تھا لیکن جہاں تک ہم نے نظر کی ہم کو کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو جامع ان تمام دلائل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے اور جن کا شایع کرنا بغرض اثبات حقیت دین اسلام کے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے تو ناچار واجب دیکھ کر ہم نے یہ تالیف کی اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو ایسی کتاب کہیں سے نکال کر ہم کو دکھا دے تا ہم بھی جانیں۔ ورنہ بیہودہ بکواس کرنا اور ناحق بندگان خدا کو ایک چشمہ فیض سے روکنا بڑا عیب ہے۔ مگر یاد رہے جو اس مقولہ سے کسی نوع کی خودستائی ہمارا مطلب نہیں جو تحقیقات ہم نے کی اور پہلے عالیشان فضلاء نے نہ کی۔ یا جو دلائل ہم نے لکھیں اور انہوں نے نہ لکھیں۔ یہ اک ایسا امر ہے جو زمانے کے حالات سے متعلق ہے۔ نہ اس سے ہماری ناچیز حیثیت بڑھتی ہے اور نہ ان کی بلند شان میں کچھ فرق آتا ہے۔ انہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں ابھی خیالات فاسدہ کم پھیلے تھے۔ اور صرف غفلت کے طور پر باپ دادوں کی تقلید کا بازار گرم تھا۔ سو ان بزرگوں نے اپنی تالیفات میں وہ روش اختیار کی جو ان کے زمانے کی اصلاح کے لئے کافی تھی۔ ہم نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں بباعث زور خیالات فاسدہ کے وہ پہلی روش کافی نہ رہی۔ بلکہ ایک پر زور تحقیقات کی حاجت پڑی جو اس وقت

کی شدت فساد کی پوری پوری اصلاح کرے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے جو کیوں ازمنہ مختلفہ
میں تالیفات جدیدہ کی حاجت پڑتی ہے۔ اس کا باعث یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔
یعنی کسی زمانہ میں مفاسد کم اور کسی میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کسی وقت کسی رنگ میں اور
کسی وقت کسی رنگ میں پھیلتے ہیں۔ اب مؤلف کسی کتاب کا جو ان خیالات کو مٹانا چاہتا
ہے اس کو ضرور ہوتا ہے جو وہ طبیب حاذق کی طرح مزاج اور طبیعت اور مقدار فساد
اور قسم فساد پر نظر کر کے اپنی تدبیر کو علیٰ قدر ماینبغی وعلیٰ نحو ماینبغی عمل میں لاوے اور جس
قدر یا جس نوع کا بگاڑ ہو گیا ہے اسی طور پر اس کی اصلاح کا بندوبست کرے۔
اور وہی طریق اختیار کرے کہ جس سے احسن اور سہل طور پر اس مرض کا ازالہ ہوتا ہو۔ کیونکہ
اگر کسی تالیف میں مخاطبین کے مناسب حال تدارک نہ کیا جائے تو وہ تالیف نہایت نکمی
اور غیر مفید اور بے سود ہوتی ہے اور ایسی تالیف کے بیانات میں یہ زور ہرگز نہیں ہوتا۔
جو منکر کی طبیعت کے پورے گہراؤ تک غوطہ لگا کر اس کے دلی خلجان کو بکلی متاصل کرے
پس ہمارے معترضین اگر ذرا غور کر کے سوچیں گے تو ان پر بہ یقین کامل واضح ہو جائے گا
کہ جن انواع واقسام کے مفاسد نے آجکل دامن پھیلا رکھا ہے۔ ان کی صورت پہلے
فسادوں کی صورت سے بالکل مختلف ہے۔ وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گذر گیا ہے
وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم زیارت کر رہے ہیں یہ عقل کی بداستعمالی
کا زمانہ ہے۔ پہلے اس سے اکثر لوگوں کو نامعقول تقلید نے خراب کر رکھا تھا۔ اور اب فکر
اور نظر کی غلطی نے بہتوں کی مٹی پلید کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دلائل عمیقہ اور
براہین قاطعہ لکھنے کی ہمیں ضرورتیں پیش آئیں۔ وہ ان نیک اور بزرگ عالموں کو جنہوں نے
صرف جاہلانہ تقلید کا غلبہ دیکھ کر کتابیں لکھی تھیں۔ پیش نہیں آئی تھیں۔ ہمارے زمانہ
کی نئی روشنی (کہ خاک بر فرق ایں روشنی) نو آموزوں کی روحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی
ہے۔ ان کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی

ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ اگرچہ آجکل تقریباً تمام نو آموزوں کا قدرتی میلان وجوہات عقلیہ کی طرف ہو گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ یہی میلان بباعث عقل ناتمام اور علم خام کی بجائے رہبر ہونے کے رہزن ہوتا جاتا ہے۔ فکر اور نظر کی کجروی نے لوگوں کے قیاسات میں بڑی بڑی غلطیاں ڈال دی ہیں اور مختلف رایوں اور گوناگوں خیالات کے شایع ہونے کے باعث سے کم فہم لوگوں کے لئے بڑی بڑی دقتیں پیش آگئی ہیں۔ سوفسطائی تقریروں نے نو آموزوں کے طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ جو امور نہایت معقولیت میں تھے وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔ جو باتیں بغایت درجہ نامعقول ہیں ان کو وہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں سمجھ رہے ہیں۔ وہ حرکات جو منشاء انسانیت سے مغائر ہیں ان کو وہ تہذیب خیال کئے بیٹھے ہیں۔ اور جو حقیقی تہذیب ہے اس کو وہ نظر استخفاف و استحقار سے دیکھتے ہیں۔ پس ایسے وقت میں اور ان لوگوں کے علاج کے لئے جو اپنے ہی گھر میں محقق بن بیٹھے ہیں اور اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو کہلاتے ہیں۔ ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین قطعیہ عقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت منہ پھیر رہے ہیں، تالیف کیا ہے۔ کیونکہ یہ بات اجلیٰ بدیہات ہے جو سرگشتہ عقل کو عقل ہی سے تسلی ہو سکتی ہے۔ اور جو عقل کا رہزدہ ہے وہ عقل ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔

اب ہر ایک مومن کے لئے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جس کتاب کے ذریعہ سے تین سو دلائل عقلی حقیت قرآن شریف پر شائع ہو گئیں۔ اور تمام مخالفین کے شبہات کو دفع اور دُور کیا جائے گا۔ وہ کتاب کیا کچھ بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچائے گی اور کیسا فروغ اور جاہ وجلال اسلام کا اس کی اشاعت سے چمکے گا۔ ایسے ضروری امر کی اعانت سے وہی لوگ لاپروا رہتے ہیں۔ جو حالت موجودہ زمانے پر نظر نہیں ڈالتے اور مفاسد منتشرہ کو نہیں دیکھتے اور عواقب امور کو نہیں سوچتے یا وہ لوگ کہ جن کو دین سے کچھ غرض ہی نہیں اور خدا اور رسول سے کچھ محبت ہی نہیں۔ اے عزیزو! اس پُرآشوب زمانہ میں دین اسی سے بپا رہ سکتا ہے۔ جو بمقابلہ زور طوفان گمراہی

کے دین کی سچائی کا زور بھی دکھایا جائے اور ان بیرونی حملوں کی جو چاروں طرف سے ہو رہے ہیں حقانیت کی قوی طاقت سے مدافعت کی جائے۔ یہ سخت تاریکی جو چہرہ زمانہ پر چھا گئی ہے۔ یہ تب ہی دور ہو گی کہ جب دین کی حقیت کے براہین دنیا میں بکثرت چمکیں۔ اور اس کی صداقت کی شعاعیں چاروں طرف سے چھوٹتی نظر آویں۔ اس پراگندہ وقت میں وہی مناظرہ کی کتاب روحانی جمعیت بخش سکتی ہے کہ جو بذریعہ تحقیق عمیق کے اصل ماہیت کے باریک دقیقہ کی تہہ کو کھولتی ہو۔ اور اس حقیقت کے اصل قرارگاہ تک پہنچاتی ہو کہ جس کے جاننے پر دلوں کی تشفی موقوف ہے۔

اے بزرگو!!! اب یہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو شخص بغیر اعلےٰ درجہ کے عقلی ثبوتوں کے اپنے دین کی خیر منانی چاہے تو یہ خیال محال اور طمع خام ہے۔ تم آپ ہی نظر اُٹھا کر دیکھو۔ جو کیسی طبیعتیں خود آرائی اختیار کرتی جاتی ہیں اور کیسے خیالات بگڑتے جاتے ہیں۔ اس زمانہ کی ترقی علوم عقلیہ نے بھی اُلٹا اثر پیدا کیا ہے۔ حال کے تعلیم یافتہ لوگوں کی طبائع میں ایک عجب طرح کی آزاد منشی بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفا باطنی میں ہے وہ ان کے مغرور دلوں سے بالکل جاتی رہی ہے۔ اور جن جن خیالات کو وہ سیکھتے ہیں۔ وہ اکثر ایسے ہیں کہ جن سے ایک لامذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا ان کے دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور اکثر لوگ۔ قبل اس کے جو ان کو کوئی مرتبہ تحقیق کامل کا حاصل ہو صرف جہل مرکب کے غلبہ سے فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے جاتے ہیں۔ اور اپنی اولاد اور اپنی قوم اور اپنے ہموطنوں پر رحم کرو۔ اور قبل اس کے جو وہ باطل کی طرف کھینچے جائیں ان کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لاؤ تا تمہارا اور تمہاری ذریت کا بھلا ہو اور تا سب کو معلوم ہو جو بمقابلہ دین اسلام کے اَور سب ادیان بے حقیقت محض ہیں۔ دُنیا میں خدا کا قانون قدرت یہی ہے جو کوشش اور سعی اکثر حصول مطلب کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص ہاتھ پاؤں توڑ کر اور غافل ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ اکثر محروم اور بے نصیب رہتا ہے۔ سو آپ لوگ اگر دین اسلام کی حقیت کے پھیلانے کے لئے

جو فی الواقع حق ہے کوشش کریں گے تو خدا اس سعی کو ضایع نہیں کرے گا۔ خدا نے ہم کو صدہا براہین قاطعہ حقیت اسلام پر عنایت کیں اور ہمارے مخالفین کو ان میں سے ایک بھی نصیب نہیں۔ اور خدا نے ہم کو حق محض عطا فرمایا اور ہمارے مخالفین باطل پر ہیں اور جو راستبازوں کے دلوں میں جلال احدیت کے ظاہر کرنے کے لئے سچا جوش ہوتا ہے۔ اس کی ہمارے مخالفوں کو بو بھی نہیں پہنچی۔ لیکن تب بھی دن رات کی کوشش ایک ایسی موثر چیز ہے کہ باطل پرست لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور چوروں کی طرح کہیں نہ کہیں ان کی نقب بھی لگتی ہی رہتی ہے۔ دیکھو۔ عیسائیوں کا دین کہ جس کا اصول ہی اول الدّن دُرد ہے۔ پادریوں کی ہمیشہ کی کوششوں سے کیسا ترقی پر ہے اور کیسے ہر سال ان کی طرف سے فخریہ تحریریں چھپتی رہتی ہیں کہ اس برس چار ہزار عیسائی ہوا۔ اور اس سال ۸ ہزار پر خداوند مسیح کا فضل ہو گیا۔ ابھی کلکتہ میں جو پادری ھیکر صاحب نے اندازہ کرستان شدہ آدمیوں کا بیان کیا ہے اس سے ایک نہایت قابل افسوس خبر ظاہر ہوتی ہے۔ پادری صاحب فرماتے ہیں جو پچاس سال سے پہلے تمام ہندوستان میں کرستان شدہ لوگوں کی تعداد صرف ستائیس ہزار تھی۔ اس پچاس سال میں یہ کارروائی ہوئی جو ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا پہنچ گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! اے بزرگو!! اس سے زیادہ تر اور کونسا وقت انتشار گمراہی کا ہے کہ جس کے آنے کی آپ لوگ راہ دیکھتے ہیں ایک وہ زمانہ تھا جو دین اسلام **یدخلون فی دین اللہ افواجا** کا مصداق تھا۔ اور اب یہ زمانہ!! کیا آپ لوگوں کا دل اس مصیبت کو سُنکر نہیں جلتا؟ کیا اس وبار عظیم کو دیکھ کر آپ کی ہمدردی جوش نہیں مارتی؟ اے صاحبان عقل و فراست اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے۔ اس کی اصلاح اشاعت علم دین پر ہی موقوف ہے۔ سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کے لئے میں نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت

دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔ اس کتاب کی اعانت طبع کے لئے جس قدر ہم نے لکھا ہے وہ محض مسلمانوں کی ہمدردی سے لکھا ہے۔ کیونکہ ایسی کتاب کے مصارف جو ہزار ہا روپیہ کا معاملہ ہے اور جس کی قیمت ہی بہ نیت عام فائدہ مسلمانوں کے نصف سے بھی کم کر دی گئی ہے یعنی بجائے ۲۵ روپے میں سے صرف دس روپیہ رکھے گئے ہیں۔ وہ کیونکر بغیر اعانت عالی ہمت مسلمانوں کے انجام پذیر ہو۔

بعض صاحبوں کی سمجھ پر رونا آتا ہے جو وہ بروقت درخواست اعانت کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کتاب کو بعد طیاری کتاب کے خرید لیں گے، پہلے نہیں۔ ان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کچھ تجارت کا معاملہ نہیں۔ اور مؤلف کو بجز تائید دین کے کسی کے مال سے کچھ غرض نہیں۔ اعانت کا وقت تو یہی ہے کہ جب طبع کتاب میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ورنہ بعد چھپ چکنے کے اعانت کرنا ایسا ہے کہ جیسے بعد تندرستی کے دوا دینا۔ پس ایسی لاحاصل اعانت سے کس ثواب کی توقع ہو گی۔ خدا نے لوگوں کے دلوں سے دینی محبت کیسی مٹا دی۔ جو اپنے ننگ و ناموس کے کاموں میں ہزار ہا روپیہ آنکھ بند کر کے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دینی کاموں کے بارے میں جو اس حیات فانی کا مقصد اصلی ہیں لمبے لمبے تاملوں میں پڑ جاتے ہیں۔ زبان سے تو کہتے ہیں جو ہم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ پر حقیقت میں ان کو نہ خدا پر ایمان ہے نہ آخرت پر۔ اگر ایک ساعت اپنے بذل اموال کی کیفیت پر نظر کریں جو خداداد نعمتوں کو اپنے نفس امارہ کے فربہ کرنے کے لئے ایک برس میں کس قدر خرچ کر دیتے ہیں اور پھر سوچیں جو خلق اللہ کی بھلائی اور بہبودی کے لئے ساری عمر میں خالصاً للہ کتنے کام کئے ہیں۔ تو اپنے خیانت پیشہ ہونے پر آپ ہی روویں۔ پر ان باتوں کو کون سوچے اور وہ پردے جو دل پر ہیں کیونکر دُور ہوں۔ ومن یضلل اللہ فمالہٗ من ھاد۔ ان ہی لوگوں کی پست ہمتی اور دنیا پرستی

پر خیال کر کے بعض ہمارے معزز دوستوں نے جو دین کی محبت میں مثل عاشقِ زار پائے جاتے ہیں، بمقتضائے بشریت کے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس صورت میں لوگوں کا یہ حال ہے تو اتنی بڑی کتاب تالیف کرنا کہ جس کی چھپوائی پر ہزارہا روپیہ خرچ آتا ہے، بے موقعہ تھا۔ سو ان کی خدمت والا میں یہ عرض ہے کہ اگر ہم ان صدہا دقایق اور حقایق کو نہ لکھتے کہ جو درحقیقت کتاب کے حجم بڑھ جانے کا موجب ہیں تو پھر خود کتاب کی تالیف ہی غیر مفید ہوتی۔ رہا یہ فکر کہ اس قدر روپیہ کیونکر میسّر آئے گا۔ سو اس سے تو ہمارے دوست ہم کو مت ڈراویں اور یقین کر کے سمجھیں جو ہم کو اپنے خدائے قادر مطلق اور اپنے مولا کریم پر اس سے زیادہ تر بھروسہ ہے کہ جو ممسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے ان صندوقوں پر بھروسا ہوتا ہے کہ جن کی تالی ہر وقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ سو وہی قادر توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کے لئے مدد کرے گا۔ الم تعلم ان اللّٰہ علٰی کل شیءٍ قدیر

پناہم آں توانائیست ہر آں ز بخشل ناتوانانم مترسان

(اشتہار مندرجہ کتاب براہین احمدیہ جلد دوم صفحہ ا تا ق ۱۸۸۰ء)

(مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر)

(۱۷)

مسلمانوں کی نازک حالت

اور

انگریزی گورنمنٹ

ترسم کہ بکعبہ چوں روی اے اعرابی
کیں رہ کہ تو مے روی بترکستان است

آج کل ہمارے دینی بھائیوں مسلمانوں نے دینی فرائض کے ادا کرنے اور اخوت اسلامی کے بجا لانے اور ہمدردی قومی کے پورا کرنے میں اس قدر سستی اور لاپروائی اور غفلت کر رکھی ہے کہ کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان میں ہمدردی قومی اور دینی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اندرونی فسادوں اور عنادوں اور اختلافوں نے قریب قریب ہلاکت کے اُن کو پہنچا دیا ہے۔ اور افراط تفریط کی بیجا حرکات نے اصل مقصود سے ان کو بہت دور ڈال دیا ہے۔ جس نفسانی طرز سے ان کی باہمی خصومتیں برپا ہو رہی ہیں اس سے نہ صرف یہی اندیشہ ہے کہ ان کا بے اصل کینہ دن بدن ترقی کرتا جائے گا اور کیڑوں کی طرح بعض کو بعض کھائیں گے اور اپنے ہاتھ سے اپنے استیصال کے موجب ہوں گے۔ بلکہ یہ بھی یقیناً خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی دن ایسا ہی ان کا حال رہا تو اُن کے ہاتھ سے سخت ضرر اسلام کو پہنچے گا۔ اور ان کے ذریعہ سے بیرونی مفسد مخالف بہت سا موقعہ نکتہ چینی اور فساد انگیزی کا پائیں گے۔ آج کل کے بعض علماء پر ایک یہ بھی افسوس ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر اعتراض کرنے میں بڑی عجلت کرتے ہیں۔ اور قبل اس کے جو اپنے پاس علم صحیح قطعی موجود ہو۔ اپنے بھائی پر حملہ کرنے کو طیار ہو جاتے ہیں۔ اور کیونکر

تیار نہ ہوں۔ بباعث غلبہ نفسانیت یہ بھی تو مدنظر ہوتا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو کہ جو مقابل پر نظر آرہا ہے، نابود کیا جائے۔ اور اس کو شکست اور ذلّت اور رسوائی پہنچے۔ اور ہماری فتح اور فضیلت ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات میں ان کو فضول جھگڑے کرنے پڑتے ہیں۔ خدا نے یکلخت اُن سے عجز اور فروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ کو اُٹھا لیا۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ بعض صاحبوں نے مُسلمانوں میں سے اس مضمون کی بابت کہ جو حصہ سوم کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے شکر کے بارے میں شامل ہے اعتراض کیا اور بعض نے خطوط بھی بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی۔ لیکن ظاہر ہے کہ جس سلطنت کو اپنی شائستگی اور حُسنِ انتظام کی رُو سے ترجیح ہو۔ اس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں۔ خوبی باعتبار اپنی ذاتی کیفیت کے خوبی ہی ہے گو وہ کسی گورنمنٹ میں پائی جائے الحکمۃ ضالۃ المومن الخ اور یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھاوے۔ اس کے ظلِ حمایت میں بامن و آسایش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے۔ اس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے۔ پھر اسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے اور اس کے سلوک اور مروت کا ایک ذرہ شکر بجا نہ لاوے۔ بلکہ ہم کو ہمارے خداوند کریم نے اپنے رسُول مقبول کے ذریعے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجا لاویں اور جب کبھی ہم کو موقعہ ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدلی صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں اور بہ طیب خاطر معروف اور واجب طور پر اطاعت اٹھاویں۔ سو اس عاجز نے جس قدر حصہ سوم کے پرچہ مشمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف واحادیث نبوی کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا

کرنے پر مجبور کیا ہے۔ سو ہمارے بعض ناسمجھ بھائیوں کی یہ افراط ہے جس کو وہ اپنی کوتاہ اندیشی اور بخل فطرتی سے اسلام کا جز سمجھ بیٹھے ہیں۔ سے

اے جفا کیش نہ عذر است طریق عشاق ٭ ہرزہ بدنام کنی چند نکو نامے را

اور جیسا کہ ہم نے ابھی اپنے بعض بھائیوں کی افراط کا ذکر کیا ہے ایسا ہی بعض ان میں سے تفریط کی مرض میں بھی مبتلا ہیں اور دین سے کچھ غرض واسطہ ان کا نہیں رہا بلکہ ان کے خیالات کا تمام زور دنیا کی طرف لگ رہا ہے۔ مگر افسوس کہ دنیا بھی ان کو نہیں ملتی۔ خسر الدنیا والعاقبۃ بن رہے ہیں۔ اور کیونکر ملے۔ دین تو ہاتھ سے گیا اور دنیا کمانے کے لئے جو لیاقتیں ہونی چاہئیں وہ حاصل نہیں کیں۔ صرف شیخ چلی کی طرح دنیا کے خیالات دل میں بھرے ہیں۔ اور جس لکیر پر چلنے سے دنیا ملتی ہے اس پر قدم نہ رکھا اور اس کے مناسب حال اپنے تئیں نہ بنایا۔ سو اب ان کا یہ حال ہے کہ نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے۔ انگریز جو انہیں نیم وحشی کہتے ہیں یہ بھی ان کا احسان ہی سمجھئے ورنہ اکثر مسلمان وحشیوں سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ نہ عقل رہی نہ ہمت رہی۔ نہ غیرت رہی نہ محبت رہی۔ فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ جس قدر ان کے ہمسائیوں آریوں کی نظر میں ایک ادنیٰ حیوان گائے کی عزت اور توقیر ہے۔ ان کے دلوں میں اپنی قوم اور اپنے بھائیوں اور اپنے سچے دین کی مہمات کی اس قدر بھی عزت نہیں۔ کیونکہ ہم ہمیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اولوالعزم قوم آریہ گائے کی عزت قائم رکھنے کے لئے اس قدر کوششیں کر کے لکھو کھا روپیہ جمع کر لیتے ہیں کہ مسلمان لوگ اللہ اور رسول کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس کا ہزارم حصہ بھی جمع نہیں کر سکتے۔ بلکہ جہاں کہیں اعانت دینے کا ذکر آیا تو وہیں عورتوں کی طرح منہ اپنا چھپا لیتے ہیں۔ اور آریہ قوم کی اولوالعزمی غور کرنے سے اور بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ گائے کی جان بچانے کے لئے کوشش کرنا حقیقت میں ان کے مذہب کی رُو سے ایک ادنیٰ کام ہے کہ جو مذہبی کتب سے ثابت نہیں بلکہ

ان کے محقق پنڈتوں کو خوب معلوم ہے کہ کسی وید میں گائے کا حرام ہونا نہیں پایا جاتا۔ بلکہ رگوید کے پہلے حصہ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ وید کے زمانے میں گائے کا گوشت عام طور پر بازاروں میں بکتا تھا۔ اور آریہ لوگ بخوشی خاطر اس کو کھاتے تھے۔ اور حال میں جو ایک بڑے محقق یعنی آنریبل مونٹ اسٹورٹ الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی نے واقعات آریہ قوم میں ہندؤں کی مستند پستکوں کی رُو سے ایک کتاب بنائی ہے جس کا نام تاریخ ہندوستان ہے۔ اس کے صفحہ نواسی میں منو کے مجموعہ کی نسبت صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اس میں بڑے بڑے تیوہاروں میں بیل کے گوشت کھانے کے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے۔ یعنے اگر نہ کھاویں تو گنہگار ہوں۔ اور ایسے ہی ایک اور کتاب انہیں دنوں میں ایک پنڈت صاحب نے بمقام کلکتہ چھپوائی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ وید کے زمانے میں گائے کا کھانا ہندؤں کے لئے دینی فرائض میں سے تھا۔ اور بڑے بڑے اور عمدہ عمدہ ٹکڑے برہمنوں کو کھانے کے لئے ملتے تھے اور علٰے ہذا القیاس مہابھارت کے پربت تیرھویں میں بھی صاف تصریح ہے کہ گوشت گائے کا نہ صرف حلال اور طیّب ہے بلکہ اس کا اپنے پتروں کے لئے برہمنوں کا کھلانا تمام جانوروں میں سے اولیٰ اور بہتر ہے اور اس کے کھلانے سے پتر دس ماہ تک سیر رہتے ہیں۔ غرض وید کے تمام رشیوں اور منوجی اور بیاس جی نے گوشت گائے کا استعمال کرنا فرائض دینی میں داخل کیا ہے اور موجب ثواب سمجھا ہے۔ اور اس جگہ ہمارا بیان بعض کی نظر میں ناقص رہ جاتا۔ اگر ہم پنڈت دیانند صاحب کو کہ جو ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں اس جہان کو چھوڑ گئے، رائے متفقہ بالا سے باہر رکھ لیتے۔ سو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ پنڈت صاحب موصوف نے بھی کسی اپنی کتاب میں گائے کا حرام اور پلید ہونا نہیں لکھا اور نہ وید کی رو سے اس کی حرمت اور ممانعت ذبح کو ثابت کیا بلکہ بنظر ارزانی دودھ اور گھی کے اس رواج کی بنیاد بیان کی۔ اور بعض ضرورت کے موقعوں میں

گاؤکشی کو مناسب بھی سمجھا جیسا کہ ان کی ستیارتھ پرکاش اور وید بھاش سے ظاہر ہے

اب اس تمام تقریر سے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ آریہ لوگ اپنے وید مقدس اور اپنے بزرگ رشیدں اور بیاس جی اور منو جی کے قابل تعظیم فرمان اور اپنے محقق اور فاضل پنڈتوں کے قول سے کیوں خلاف ورزی اور انحراف کرتے ہیں بلکہ اس جگہ صرف یہ غرض ہے کہ آریہ قوم کیسی اولوالعزم اور باہمت اور اتفاق کرنے والی قوم ہے کہ ایک ادنیٰ بات پر بھی کہ جس کی مذہب کے رو سے کچھ بھی اصلیت نہیں پائی جاتی وہ اتفاق کر لیتے ہیں۔ اور ہزار ہا روپیہ چندہ ہاتھوں ہاتھ جمع ہو جاتا ہے۔ پس جس قوم کا ناکارہ خیالات پر یہ اتفاق اور جوش ہے، اس قوم کی عالی ہمتی اور دلی جوش کا مہمات عظیمہ پر خود اندازہ کر لینا چاہیئے۔ پست ہمت مسلمانوں کو لازم ہے کہ جیتے ہی مر جائیں۔ اگر محبت خدا اور رسُول کی نہیں تو اسلام کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں۔ کیا خباثت کے کاموں میں اور نفس امارہ کی پیروی میں اور ناک کے بڑھانے کی نیت سے بے اندازہ مال ضایع کرنا اور اللہ اور رسُول کی محبت میں اور ہمدردی کی راہ میں ایک دانہ ہاتھ سے نہ چھوڑنا یہی اسلام ہے ؟ نہیں۔ یہ ہرگز اسلام نہیں۔ یہ ایک باطنی جذام ہے یہی ادبار ہے کہ مسلمانوں پر عاید ہو رہا ہے۔ اکثر مسلمان امیروں نے مذہب کو ایک ایسی چیز سمجھ رکھا ہے کہ جس کی ہمدردی غریبوں پر ہی لازم ہے۔ اور دولتمند اس سے مُستثنیٰ ہیں جنہیں اس بوجھ کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے۔ اس عاجز کو اس تجربہ کا اسی کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقعہ ملا۔ حالانکہ بخوبی مشتہر کیا گیا تھا کہ اب بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ ذی مقدرت لوگ اس کی رعایت رکھیں۔ کیونکہ غریبوں کو یہ صرف دس روپیہ میں دی جاتی ہے۔ سو جبر نقصان کا واجبات سے ہے۔ مگر بجز سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں میں داخل ہو گئے۔ خوب جبر کیا۔ ہم نے جب کسی منی آرڈر کی تفتیش کی کہ یہ پانچ روپیہ

بوجہ قیمت کتاب کس کے آئے ہیں۔ یا یہ دس روپیہ کتاب کے مول میں کس نے بھیجے ہیں۔ تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب نے یا فلاں رئیسِ اعظم نے۔ ہاں! نواب اقبال الدولہ صاحب حیدرآباد نے اور ایک اور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے ایک نسخہ کی قیمت میں سوسو روپیہ بھیجا ہے۔ اور ایک عہدہ دار محمد افضل خاں نام نے ایک سو دس ملعہ اور نواب صاحب کوٹلہ مالیر نے تین نسخہ کی قیمت میں سو روپیہ بھیجا۔ اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم لودھیانہ نے کہ جو ایک ہندو رئیس ہیں۔ اپنی عالی ہمتی اور فیاضی کی وجہ سے بطور اعانت ۲۵ بھیجے ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ہندو ہونے کی حالت میں اسلام سے ہمدردی ظاہر کی بخیل اور ممسک مسلمانوں کو جو بڑے بڑے لقبوں اور ناموں سے بلائے جاتے ہیں اور قارون کی طرح بہت سا روپیہ دبائے بیٹھے ہیں۔ اس جگہ اپنی حالت کو سردار صاحب کے مقابلہ پہ دیکھ لینا چاہیئے۔ جس حالت میں آریوں میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں کہ جو دوسری قوم کی بھی ہمدردی کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی کم ہیں جو اپنی ہی قوم سے ہمدردی کر سکیں تو پھر کہو کہ اس قوم کی ترقی کیونکر ہو۔ ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم دینی ہمدردی بجز مسلمانوں کے ہر ایک قوم کے امرا میں پائی جاتی ہے۔ ہاں اسلامی امیروں میں ایسے لوگ بہت ہی کم پائے جائیں گے کہ جن کو اپنے سچے اور پاک دین کا ایک ذرہ خیال ہو۔ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس خاکسار نے ایک نواب[لے] صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی اور فضائل علمیہ سے متصف اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجہ غایت خبر رکھتے ہیں۔ کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کے لئے لکھا تھا۔ سو اگر نواب صاحب ممدوح اس کے جواب میں یہ لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں جس کے لئے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا۔ مگر صاحب موصوف

لے یہ صدیق حسن خاں نواب معزول بھوپالوی کا ذکر ہے (مرتب)

نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خریدیں گے۔ اور پھر دوبارہ یاد دہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا ان میں کچھ مدد دینا خلاف منشائے گورنمنٹ انگریزی ہے۔ اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں۔ سو ہم بھی نواب صاحب کو امیدگاہ نہیں بناتے۔ بلکہ امید گاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے (خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی رہے) لیکن ہم بادب تمام عرض کرتے ہیں کہ ایسے ایسے خیالات میں گورنمنٹ کی ہجو ملیح ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول نہیں ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے سے روکے یا دینی کتابوں کی اعانت کرنے سے منع کرے۔ ہاں اگر کوئی مضمون مخل امن یا مخالف انتظام سلطنت ہو تو اس میں گورنمنٹ مداخلت کرے گی۔ ورنہ اپنے اپنے مذہب کی ترقی کے لئے وسائل جائزہ کو استعمال میں لانا ہر ایک قوم کو گورنمنٹ کی طرف سے اجازت ہے۔ پھر جس قوم کا مذہب حقیقت میں سچا ہے اور نہایت کامل اور مضبوط دلائل سے اس کی حقیت ثابت ہے وہ قوم اگر نیک نیتی اور تواضح اور فروتنی سے خلق اللہ کو نفع پہنچانے کے لئے اپنے دلائل حقہ شایع کرے تو عادل گورنمنٹ کیوں اس پر ناراض ہو گی۔ ہمارے اسلامی امراء کو اس بات سے بہت کم خبر ہے کہ گورنمنٹ کی عادلانہ مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ دلی انشراح سے آزادی کو قائم رکھے۔ اور خود ہم نے بچشم خود ایسے لایق اور نیک فطرت انگریز کئی دیکھے ہیں۔ کہ جو مداہنہ اور منافقانہ سیرت کو پسند نہیں کرتے اور تقویٰ اور خداترسی اور یک رنگی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور حقیقت میں تمام برکتیں یک رنگی اور خداترسی میں ہی ہیں۔ جن کا عکس کبھی نہ کبھی خویش اور بیگانہ پر پڑ جاتا ہے۔ اور جس پر خدا راضی ہے آخر اس پر خلق اللہ بھی راضی ہو جاتی ہے۔ غرض نیک نیتی اور صالحانہ قدم سے دینی اور قومی ہمدردی میں مشغول ہونا اور فی الحقیقت دنیا اور دین میں دلی جوش سے خلق اللہ

کا خیرخواہ بننا ایک ایسی نیک صفت ہے کہ اس قسم کے لوگ کسی گورنمنٹ میں پائے جانا
اس گورنمنٹ کا فخر ہے اور اس زمین پر آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ جس میں ایسے
لوگ پائے جائیں۔ لیکن سخت بدنصیب وہ گورنمنٹ ہے جس کی ماتحت سب منافق ہی ہوں
کہ جو گھر میں کچھ کہیں اور روبرو کچھ کہیں۔ سو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ لوگوں کا یکرنگی میں ترقی کرتے
جانا اور گورنمنٹ کو ایک محسن دوست سمجھ کر بے تکلف اس کے ساتھ پیش آنا یہی خوش
قسمتی گورنمنٹ انگریزی کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے مربی حکام نہ صرف قول سے
آزادی کا سبق ہم کو دیتے ہیں بلکہ دینی امور میں خود آزادانہ افعال بجالا کر اپنی فعلی نصیحت
سے ہم کو آزادی پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور بطور نظیر کے یہی کافی ہے کہ شاید ایک ماہ
کا عرصہ ہوا ہے کہ جب ہمارے ملک کے نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچیسن
صاحب بہادر بٹالہ ضلع گورداسپور میں تشریف لائے تو انہوں نے گرجا گھر کی بنیاد رکھنے
کے وقت نہایت سادگی اور بے تکلفی سے عیسائی مذہب سے اپنی ہمدردی ظاہر کر کے
فرمایا کہ مجھ کو امید تھی کہ چند روز میں یہ ملک۔ دینداری اور راستبازی میں بخوبی ترقی پائیگا
لیکن تجربہ اور مشاہدے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی کم ترقی ہوئی (یعنے ابھی لوگ
بکثرت عیسائی نہیں ہوئے اور پاک گردہ کرسچنوں کا ہنوز قلیل المقدار ہے) تو بھی ہم کو
مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پادری صاحبان کا کام بے فائدہ نہیں اور ان کی محنت
ہرگز ضائع نہیں ہوگی۔ بلکہ خمیر کے موافق دلوں میں اثر کرتی ہے اور باطن میں بہت سے
لوگوں کے دل طیار ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک مہینے سے کم گذرا ہوگا کہ ایک معزز رئیس
میرے پاس آیا اور مجھ سے ایک گھنٹہ تک دینی گفتگو کی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل کچھ
طیاری چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے دینی کتابیں بہت دیکھیں لیکن میرے گناہوں
کا بوجھ ٹلا نہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ میں نیک کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بہت بے چینی
ہے۔ میں نے جواب میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان میں اس کو اس لہو کی بابت سمجھایا

جو سارے گناہوں سے پاک و صاف کرتا ہے اور اس راستبازی کی بابت سمجھایا کہ جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ مفت ملتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سنسکرت میں انجیل دیکھی ہے اور ایک دو دفعہ یسوع مسیح سے دعا مانگی ہے اور اب میں خوب انجیل کو دیکھوں گا اور زور زور سے عیسیٰ مسیح سے دعا مانگوں گا (یعنے مجھ کو آپ کے وعظ سے بڑی تاثیر ہوئی اور عیسائی مذہب کی کامل رغبت پیدا ہو گئی) اب دیکھنا چاہیئے کہ نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے کس محنت سے ہندو رئیس کو اپنے مذہب کی طرف مائل کیا۔ اور اگرچہ ایسے ایسے رئیس اپنے مطلب نکالنے کے لئے حکام کے روبرو ایسی ایسی منافقانہ باتیں کیا کرتے ہیں۔ حکام ان پر خوش ہو جائیں اور ان کو اپنا دینی بھائی بھی خیال کر لیں۔ لیکن اس تقریر سے مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ صاحب موصوف کی اس گفتگو سے گورنمنٹ انگریزی کی آزادی کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ جب خود نواب لفٹننٹ گورنر بہادر اپنے خوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلانا بدلی رغبت چاہتے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے کبھی کبھی موقعہ پا کر تحریک بھی کرتے ہیں۔ تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہوں گے۔ اور حقیقت میں یکرنگی سے ہمدردی بجا لانا ایک نیک صفت ہے جس پر نفاق کی سیرت کو قربان کرنا چاہیئے۔ اسی یکرنگی کے جوش سے بمبئی کے سابق گورنر سر رچرڈ ٹیمپل صاحب نے مسلمانوں کی بابت ایک مضمون لکھا ہے۔ چنانچہ وہ ولایت کے ایک اخبار "ایوننگ سٹینڈرڈ" نامی میں چھپ کر اردو اخباروں میں بھی شایع ہو گیا ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ مسلمان لوگ عیسائی نہیں ہوتے۔ اور وجہ یہ ہے کہ ان کا مذہب ان ناممکن باتوں سے لبریز نہیں ہے جن میں ہندو مذہب ڈوبا ہوا ہے۔ ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے قائل کرنے کے لئے ممکن ہے کہ ہنسی ہنسی میں عام دلائل سے قائل کر کے ان کو مذہب سے گرایا جائے لیکن اسلامی مذہب عقل کا مقابلہ بخوبی کرتا ہے اور دلائل سے نہیں

کا خیرخواہ بننا ایک ایسی نیک صفت ہے کہ اس قسم کے لوگ کسی گورنمنٹ میں پائے جانا اس گورنمنٹ کا فخر ہے اور اس زمین پر آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ جس میں ایسے لوگ پائے جائیں۔ لیکن سخت بدنصیب وہ گورنمنٹ ہے جس کی ماتحت سب منافق ہی ہوں کہ جو گھر میں کچھ کہیں اور روبرو کچھ کہیں۔ سو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ لوگوں کا یکرنگی میں ترقی کرتے جانا اور گورنمنٹ کو ایک محسن دوست سمجھ کر بے تکلف اس کے ساتھ پیش آنا یہی خوش قسمتی گورنمنٹ انگریزی کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے مربی حکام نہ صرف قول سے آزادی کا سبق ہم کو دیتے ہیں بلکہ دینی امور میں خود آزادانہ افعال بجا لا کر اپنی فعلی نصیحت سے ہم کو آزادی پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور بطور نظیر کے یہی کافی ہے کہ شاید ایک ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ جب ہمارے ملک کے نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر بٹالہ ضلع گورداسپور میں تشریف لائے تو انہوں نے گرجا گھر کی بنیاد رکھنے کے وقت نہایت سادگی اور بے تکلفی سے عیسائی مذہب سے اپنی ہمدردی ظاہر کر کے فرمایا کہ مجھ کو امید تھی کہ چند روز میں یہ ملک۔ دینداری اور راستبازی میں بخوبی ترقی پائیگا لیکن تجربہ اور مشاہدے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی کم ترقی ہوئی (یعنے ابھی لوگ بکثرت عیسائی نہیں ہوئے اور پاک گردہ کرسچنوں کا ہنوز قلیل المقدار ہے) تو بھی ہم کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پادری صاحبان کا کام بے فائدہ نہیں اور ان کی محنت ہرگز ضائع نہیں ہوگی۔ بلکہ خمیر کے موافق دلوں میں اثر کرتی۔ ہے اور باطن میں بہت سے لوگوں کے دل طیار ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک مہینے سے کم گذرا ہوگا کہ ایک معزز رئیس میرے پاس آیا اور مجھ سے ایک گھنٹہ تک دینی گفتگو کی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل کچھ طیاری چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے دینی کتابیں بہت دیکھیں لیکن میرے گناہوں کا بوجھ ٹلا نہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ میں نیک کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بہت بے چینی ہے۔ میں نے جواب میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان میں اس کو اس لہو کی بابت سمجھایا

جو سارے گناہوں سے پاک و صاف کرتا ہے اور اس راستبازی کی بابت سمجھایا کہ جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ مفت ملتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سنسکرت میں انجیل دیکھی ہے اور ایک دو دفعہ یسوع مسیح سے دعا مانگی ہے اور اب میں خوب انجیل کو دیکھوں گا اور زور زور سے عیسیٰ مسیح سے دُعا مانگوں گا (یعنے مجھ کو آپ کے وعظ سے بڑی تاثیر ہوئی اور عیسائی مذہب کی کامل رغبت پیدا ہوگئی) اب دیکھنا چاہیئے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے کس محنت سے ہندو رئیس کو اپنے مذہب کی طرف مائل کیا۔ اور اگرچہ ایسے ایسے رئیس اپنے مطلب نکالنے کے لئے حکام کے روبرو ایسی ایسی منافقانہ باتیں کیا کرتے ہیں۔ حکام ان پر خوش ہو جائیں اور ان کو اپنا دینی بھائی بھی خیال کرلیں۔ لیکن اس تقریر سے مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ صاحب موصوف کی اس گفتگو سے گورنمنٹ انگریزی کی آزادی کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ جب خود نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اپنے خوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلانا بدلی رغبت چاہتے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے کبھی کبھی موقعہ پاکر تحریک بھی کرتے ہیں۔ تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہوں گے۔ اور حقیقت میں یکرنگی سے ہمدردی بجا لانا ایک نیک صفت ہے جس پر نفاق کی سیرت کو قربان کرنا چاہیئے۔ اسی یک رنگی کے جوش سے بمبئی کے سابق گورنر سر رچرڈ ٹمپل صاحب نے مسلمانوں کی بابت ایک مضمون لکھا ہے۔ چنانچہ وہ ولایت کے ایک اخبار "ایوننگ سٹینڈرڈ" نامی میں چھپ کر اردو اخباروں میں بھی شایع ہوگیا ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ مسلمان لوگ عیسائی نہیں ہوتے۔ اور وجہ یہ ہے کہ ان کا مذہب ان ناممکن باتوں سے لبریز نہیں ہے جن میں ہندو مذہب ڈوبا ہوا ہے۔ ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے قائل کرنے کے لئے ممکن ہے کہ ہنسی ہنسی میں عام دلائل سے قائل کر کے ان کو مذہب سے گرایا جائے۔ لیکن اسلامی مذہب عقل کا مقابلہ بخوبی کرتا ہے اور دلائل سے نہیں

ٹوٹ سکتا ہے۔ عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کے تمام مکنات ظاہر کر کے ان کے پیروؤں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں۔ مگر محمدیوں کے ساتھ ایسا کرنا ان کے لئے ٹیڑھی لکیر ہے۔ سو یہ یک رنگی مسلمان امیروں میں نہیں پائی جاتی۔ چاہیئے کہ وہ اس مضمون پر غور کریں۔

خاکسار غلام احمدؐ

(اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ الف تا د) سنہ ۱۸۸۴ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

---

(۱۸)

ہم اور ہماری کتاب

ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی، اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی۔ یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنّی اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ

ہے کہ جس قدر اُس نے جلد چہارم تک انوار حقیت اسلام کے ظاہر کیئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔ اور اس کے فضل و کرم سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جب تک شکوک اور شبہات کی ظلمت کو بکلی دُور نہ کرے۔ اپنی تائیدات غیبیہ سے مددگار رہے گا۔ اگرچہ اس عاجز کو اپنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن اس سے نہایت خوشی ہے کہ وہ حیّ و قیّوم کہ جو فنا اور موت سے پاک ہے ہمیشہ تا قیامت دینِ اسلام کی نصرت میں ہے۔ اور جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ ایسا اس کا فضل ہے کہ جو اس سے پہلے کسی پر نہیں ہوا۔ اس جگہ ان نیک دل ایمانداروں کا شکر کرنا لازم ہے جنہوں نے اس کتاب کے طبع ہونے کے لئے آجتک مدد دی ہے۔ خدا تعالےٰ ان سب پر رحم کرے اور جیسا اُنہوں نے اس کے دین کی حمایت میں اپنی دلی محبت سے ہر ایک دقیقہ کوشش کے بجا لانے میں زور لگایا ہے۔ خداوند کریم ایسا ہی ان پر فضل کرے۔ بعض صاحبوں نے اس کتاب کو محض خرید و فروخت کا ایک معاملہ سمجھا ہے۔ اور بعض کے سینوں کو خدا نے کھول دیا۔ اور صدق اور ارادت کو ان کے دلوں میں قایم کر دیا ہے۔ لیکن موخر الذکر ہنوز وہی لوگ ہیں کہ جو استطاعت مالی بہت کم رکھتے ہیں اور سنت اللہ اپنے پاک نبیوں سے بھی یہی رہی ہے کہ اوّل اوّل ضعفاء اور مساکین ہی رجوع کرتے رہے ہیں۔ اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لئے کھول دے گا۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اشتہار ٹائیٹل پیج صفحہ آخری براہین احمدیہ جلد چہارم

سنہ ۱۸۸۴ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(۱۹)

اشتہار

منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے میرے اس مطبوعہ[1] خط جس کی ایک ایک کاپی غیر مذاہب کے رؤسا و مقتداؤں کے نام خاکسار نے روانہ کئے تھے۔ جس کے جواب میں پہلے نابھہ سے پھر لاہور سے یہ لکھا تھا کہ تم ہمارے پاس آؤ اور ہم سے مباحثہ کرو اور زرِ موعودہ اشتہار پیشگی بنک میں داخل کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں خاکسار نے رقیمہ ذیل معہ دو ہزار چار سو روپیہ نقد ایک جماعت اہلِ اسلام کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں روانہ لاہور کیا۔ جب وہ جماعت منشی صاحب کے مکان موعود پر پہنچی تو منشی صاحب کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے اون کو معلوم ہوا کہ جس دن منشی صاحب نے خاکسار کے نام وہ خط روانہ کیا تھا اسی دن سے وہ فرید کوٹ تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ باوجودیکہ اس خط میں منشی صاحب نے ایک ہفتہ تک منتظر جواب رہنے کا وعدہ تحریری لکھا تھا۔ یہ امر نہایت تعجب اور تردد کا موجب ہوا۔ لہٰذا یہ قرار پایا کہ اس رقیمہ کو بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاوے اور اس کی ایک کاپی منشی صاحب کے نام حسب نشان مکان موجودہ[2] بذریعہ رجسٹری روانہ کی جاوے۔ وہ یہ ہے:-

مشفقی اندرمن صاحب!

آپ نے میرے اس خط کا جواب نہیں دیا۔ ایک نئی بات لکھی ہے جس کی تعمیل مجھ پر اپنے عہد کے رُو سے واجب نہیں ہے۔ میری طرف سے یہ عہد تھا کہ جو شخص میرے پاس آوے اور صدق دل سے ایک سال میرے پاس ٹھہرے اس کو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی آسمانی نشان

---

[1] یہ خط جلد ہذا کے صفحہ ۲۰ پر ہے (مرتب)

[2] دراصل "موعودہ" لفظ ہے۔ کاتب کی غلطی سے الحکم میں "موجودہ" لکھا گیا (مرتب)

مشاہدہ کرادے گا جس سے قرآن اور دین اسلام کی صداقت ثابت ہو۔ آپ اس کے جواب میں اول تو مجھے اپنے پاس (نابھہ میں پھر لاہور میں) بُلاتے ہیں اور خود آنے کا ارادہ ظاہر فرماتے ہیں۔ تو مباحثہ کے لئے نہ آسمانی نشان دیکھنے کے لئے۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ روپیہ اشتہارہ پیشگی طلب فرماتے ہیں جس کا میں نے پہلے وعدہ نہیں دیا۔ اب آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میری تحریر سے آپ کا جواب کہاں تک تفاوت رکھتا ہے ؎

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

لہٰذا میں اپنے اسی پہلے اقرار کے رُو سے پھر آپ کو لکھتا ہوں کہ آپ ایک سال رہ کر آسمانی نشانوں کا مشاہدہ فرماویں۔ اگر بالفرض کسی آسمانی نشان کا آپ کو مشاہدہ نہ ہو تو میں آپ کو چوبیس سو روپیہ دے دوں گا۔ اور اگر آپ کو پیشگی لینے پر اصرار ہو تو مجھے اس سے بھی دریغ وعذر نہیں۔ بلکہ آپ کے اطمینان کے لئے سردست چوبیس سو روپیہ نقد ہمراہ رقیمہ ہذا ارسال خدمت ہے۔ مگر چونکہ آپ نے یہ ایک امر زائد چاہا ہے اس لئے مجھے بھی حق پیدا ہوگیا ہے کہ میں اس امر زائد کے مقابلہ میں کچھ شرط ایسی کروں جن کا ماننا آپ پر واجبات سے ہے۔ (۱) جب تک آپ کا سال گذر نہ جائے کوئی دوسرا شخص آپ کے گروہ سے زرموعود پیشگی لینے کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ ہر شخص کو زر پیشگی دینا سہل اور آسان نہیں ہے۔ (۲) اگر مشاہدہ نشان آسمانی کے بعد اظہار اسلام میں توقف کریں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں تو پھر حرجانہ یا جرمانہ دونوں امر سے ایک ضرور ہے (الف) سب لوگ۔ آپ کے گروہ کے جو آپ کو مقتدا جانتے ہیں یا آپ کے حامی و مُربّی ہیں اپنا عجز۔ اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کا بے دلیل ہونا تسلیم کرلیں اور وہ لوگ ابھی سے آپ کو اپنا وکیل مقرر کر کے اس تحریر کا آپ کو اختیار دیں پھر اس پر اپنے دستخط کریں۔ (ب) درصورت تخلف وعدہ بجانب ثانی سے اس کا مالی جرمانہ یا معاوضہ جو آپ کی اور آپ کے مربیوں اور حامیوں اور مقتدیوں کی حیثیت کے مطابق ہو ادا کریں تا کہ وہ اس مال سے اس وعدہ خلافی کی کوئی یادگار قائم کی جائے (ایک اخبار تائید اسلام میں جاری ہو یا کوئی مدرسہ تعلیم نومسلم اہل اسلام کے لئے قائم ہو)۔ آپ ان شرائط کو تسلیم

نہ کریں تو آپ مجھ سے پیشگی روپیہ نہیں لے سکتے۔ اور اگر آپ آسمانی نشان کے مشاہدہ کے لئے نہیں آنا چاہتے۔ صرف مباحثہ کے لئے آنا چاہتے ہیں تو اس امر کے لئے میری خصوصیت نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس امت محمدیہ میں علماء اور فضلاء اور بہت ہیں جو آپ سے مباحثہ کرنے کو طیار ہیں۔ میں جس امر میں مامور ہو چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں کر سکتا اور اگر مباحثہ بھی مجھ سے منظور ہے تو آپ میری کتاب کا جواب دیں۔ یہ مباحثہ کی صورت عمدہ ہے۔ اس میں معاوضہ بھی زیادہ ہے اور بجائے چوبیس سو کے دس ہزار روپیہ۔

۳۰ر مئی ۱۸۸۵ء۔

(مطبوعہ صدیقی پریس لاہور)

(منقول از اخبار الحکم جلد ۵ نمبر ۳۴ مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳ کالم ۲)

---

(۲۰)

اعلان

مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ کے اشتہار مورخہ ۳۰ر مئی ۱۸۸۵ء مطبوعہ صدیقی پریس لاہور کے جواب میں منشی اندرمن مراد آبادی نے ایک اشتہار مطبوعہ مفید عام پریس لاہور مشتہر کیا تھا جس کے جواب میں مرزا صاحب نے نامہ ذیل تحریر فرما کر بذریعہ رجسٹری منشی اندرمن کے نام ارسال فرمایا ہے۔ اس کو ہم پبلک سے انصاف چاہنے کی امید پر مشتہر کرتے ہیں۔

الراقم فقیر عبد اللہ سنوری

---

[1] یہ اشتہار ایک صفحہ ۱۳ سطرہ تقطیع کلاں پر ہے (مؤلف)

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم   مشفقی منشی اندرمن صاحب ! بعد

ما وجب آپ برا نہ مانیں۔ آپ کے اشتہار کے پڑھنے سے عجب طرح کی کارستانی آپ کی معلوم ہوئی۔ آپ اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ پہلے انہوں نے (یعنی اس عاجز نے) مجھ سے بحث کرنے کا وعدہ کیا۔ جب میں اسی نیت سے مشقت سفر اٹھا کر لاہور میں آیا۔ تو پھر میری طرف اس مضمون کا خط بھیجا کہ ہم بحث کرنا نہیں چاہتے اور مجھ کو ناحق کی تکلیف دی۔ اب دیکھئے کہ آپ نے اپنی عہد شکنی اور کنارہ کشی کے چھپانے کے لئے کس قدر حق پوشی اختیار کی اور بات کو اپنی اصلیت سے بدل کر کچھ کا کچھ بنا دیا۔ آپ خود ہی انصاف فرماویں کہ جس حالت میں آپ ہی سے یہ بے جا حرکت وقوع میں آئی کہ آپ نے اوّل لاہور میں پہنچ کر اس خاکسار کی طرف اس مضمون کا خط[1] لکھا کہ میں آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنا منظور کرتا ہوں مگر اس شرط سے کہ پہلے چوبیس سو روپیہ نقد میرے لئے بنک سرکاری میں جمع کرایا جائے۔ اور اب میں لاہور میں مقیم ہوں۔ اور سات دن تک اس خط کے جواب کا انتظار کروں گا۔ پھر جب حسب تحریر آپ کے اندر میعاد سات دن کے وہ روپیہ لاہور میں آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ میعاد کے گذرنے سے پہلے ہی فرید کوٹ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو اب وعدہ خلافی اور کنارہ کشی اور عہد شکنی اور رُو پوشی آپ سے ظہور میں آئی یا مجھ سے۔ اور جبکہ میں نے بمجرد طلب کرنے آپ کے اس قدر رقم کثیر جو چوبیس سو روپیہ ہے۔ بنک سرکاری میں جمع کرانے کے لئے پیش کر دی۔ تا بحالت مغلوب ہونے میرے کے وہ سب روپیہ آپ کو مل جائے تو کیا کوئی منصف آدھی گریز کا الزام مجھ کو دے سکتا ہے۔ لیکن آپ فرماویں کہ آپ کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ جس حالت میں آپ کو رجسٹری شدہ خط بھیجا گیا تھا اور لکھا گیا تھا کہ اگر آپ ایک سال تک قادیان میں ٹھہریں تو ضرور خداوند کریم اثبات حقیقت اسلام میں کوئی آسمانی نشان آپ کو دکھائے گا اور اگر اس عرصہ تک

نوٹ[1] منشی صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ (آپ حسب وعدہ اشتہار مشتہرہ بحساب دو سو روپیہ ماہوار چوبیس سو روپیہ بابت ایک سال پیشگی بنک سرکار میں داخل کر دیں) سو ناظرین پر واضح ہو کہ اشتہار مشتہرہ الخ

کوئی نشان ظاہر نہ ہو تو چوبیس سو ۲۴۰۰ روپیہ نقد بطور جرمانہ یا ہرجانہ آپ کو دیا جائے گا۔ اور اگر عرصہ مذکورہ میں کوئی نشان دیکھ لیں تو اسی جگہ قادیان میں مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ ہم نے آپ کی تسلی کے لئے چوبیس سو ۲۴۰۰ روپیہ نقد بھیج دیا۔ اور جو ہم پر فرض تھا اس کو پورا کر دکھایا۔ تو آپ نے ہماری اس حجت کے اٹھانے کے لئے جو آپ پر وارد ہو چکی تھی کیا کوشش کی۔ اگر ہم آپ کے خیال میں جھوٹے تھے۔ تو کیوں آپ نے ہمارے مقابلہ سے منہ پھیر لیا۔ آپ پر واجب تھا کہ قادیان میں ایک سال تک رہ کر اس خاکسار کا جھوٹ ثابت کرتے کیونکہ اس میں آپ کا کچھ خرچ نہ تھا۔ آپ کو چوبیس سو ۲۴۰۰ روپیہ نقد ملتا تھا۔ مگر آپ نے اس طرف تو رُخ بھی نہ کیا۔ اور یوں ہی لاف دگزاف کے طور پر اپنے اشتہار میں لکھ دیا کہ جو آسمانی نشانوں کا دعوےٰ ہے یہ بے اصل محض ہے۔ منشی صاحب آپ انصافاً فرماویں کہ آپ کو ایسی تحریر سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم درحقیقت اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ آپ نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ ایک شخص تو اپنی تائید دعوے میں اس قدر اپنا صدق دکھلا رہا ہے کہ اگر کوئی اس کا جھوٹا ہونا ثابت کرے تو وہ چوبیس سو ۲۴۰۰ روپیہ نقد اُس کو دیتا ہے۔ اور آپ اس کی آزمایش دعوے سے تو کنارہ کش مگر یُوں ہی اپنے مُنہ سے کہے جاتے ہیں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں ہے۔ یہ کس قدر دُور از انصاف و ایمانداری ہے۔ آپ نے کچھ سوچا ہوتا کہ منصف لوگ آپ کو کیا کہیں گے۔

رہا یہ الزام آپ کا کہ گویا اول ہم نے اپنے خط میں بحث کو منظور کیا اور پھر دوسرے خط میں نامنظوری ظاہر کی۔ یہ بات بھی سراسر آپ ہی کا ایجاد ہے۔ اس عاجز کے بیانات میں جس کو آپ نے کھینچ تان کر کچھ کا کچھ بنا لیا ہے کسی نوع کا اختلاف یا تناقض نہیں کیونکہ میں نے اپنے آخری خط میں جو مطبع صدیقی میں چھپا ہے جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں کسی ایسی بحث سے ہرگز انکار نہیں کیا جس کی نسبت اپنے پہلے خط میں رضامندی ظاہر کی تھی۔ بلکہ اس آخری خط میں صرف یہ لکھا ہے کہ اگر آپ آسمانی نشانوں سے

مشاہدہ کے لئے نہیں بلکہ صرف مباحثہ کے لئے آنا چاہتے ہیں تو اس امر سے میری خصوصیت نہیں۔ مجرد بحثوں کے لئے اَور علماء و فضلاء بہت ہیں۔ تو اس تقریر سے انکار کہاں سمجھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمارا اصل کام اسلامی انوار و برکات کا دکھلانا ہے اور ایسے مطلب کے لئے رجسٹری شدہ خط بھیجے گئے تھے۔ سو یہ ہمیں ہرگز منظور نہیں کہ اس اصل کام کو ملتوی اور موقوف کر کے اپنی خدمت دینی کو صرف مباحثات و مناظرات تک محدود رکھیں۔ ہاں جو شخص اسلامی آیات و برکات کا دیکھنا منظور کر کے ساتھ اس کے عقلی طور پر اپنے شبہات اور وساوس کو دُور کرانا چاہے تو اس قسم کی بحث تو ہمیں بدل و جان منظور ہے۔ بشرطیکہ تہذیب اور شائستگی سے تحریری طور پر بحث ہو۔ جس میں عجلت اور شتاب کاری اور نفسانیت اور ہار جیت کے خیال کا کچھ دخل نہ ہو۔ بلکہ ایک شخص طالب صادق بن کر محض حق جوئی اور راست بازی کی وضع پر اپنی عقدہ کشائی چاہے اور دوستانہ طور پر ایک سال تک آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے ٹھیر کر ساتھ اس کے نہایت معقولیت سے سلسلہ بحث کا بھی جاری رکھے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی تحریر سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آپ ایسے مہذبانہ بحث کے بھی خواہاں نہیں کیونکہ آپ نے اپنے آخری خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ بحث کرنے سے پہلے میری حفاظت کے لئے گورنمنٹ میں مچلکہ داخل کرنا چاہیئے یا ایسے صدر مقام حکام میں بحث ہونی چاہیئے جس میں سرکاری رُعب و داب کا خوف ہو۔ سو آپ کے ان کلمات سے صاف مترشح ہو رہا ہے کہ آپ اس قسم کی بحث کے ہرگز خواہاں نہیں ہیں جو دو شریف آدمیوں میں محض اظہار حق کی غرض سے ہو سکتی ہے۔ جس میں نہ کسی کا مچلکہ (جو ایک معزز آدمی کے لئے موجب ہتک عزت ہے) داخل سرکار کرانے کی حاجت ہے اور نہ ایسے صدر مقام کی ضرورت ہے جس میں عند الفساد جھٹ پٹ سرکاری فوجیں پہنچ سکیں۔ شاید آپ ایسی بحثوں کے عادی ہوں گے۔ لیکن کوئی پاک خیال آدمی اس قسم کی بدبُودار بحثوں کو جو عجلت اور سوء ظن اور ریاکاری اور نفسانیت سے پُر ہیں ہرگز پسند نہیں کرے گا اور اسی اصول پر مجھ کو بھی پسند نہیں۔ اور اگر

آپ عہد شکنی کر کے فرید کوٹ کی طرف نہ بھاگتے تو یہ باتیں آپ کو زبانی بھی سمجھائی جاتیں۔ ہر ایک منصف اور پاک دل آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جن مباحث میں پہلے ہی ایسے ایسے سنگین تدارکات کی ضرورت ہے۔ ان میں انجام بخیر ہونے کی کب توقع ہے۔ سو آپ پر واضح رہے کہ اس عاجز نے نہ کسی اپنے خط میں صرف مجرد بحث کو منظور کیا اور نہ ایسی دُور از تہذیب بحث پر رضامندی ظاہر کی جس میں پہلے ہی مجرموں کی طرح مچلکہ داخل کرنے کے لئے انگریزی عدالتوں میں حاضر ہونا پڑے۔ اور پھر ہم میں اور آپ میں بٹیروں اور مُرغوں کی طرح لڑائی ہونا شروع ہو اور لوگ ارد گرد سے جمع ہو کر اس کا تماشہ دیکھیں اور ایک ساعت یا دو ساعت کے عرصہ میں کسی فریق کے صدق یا کذب کا سب فیصلہ ہو کر دوسرا فریق فتح کا نقارہ بجاوے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک ایسی پُر فتنہ اور پُر خطر بحثیں جن میں فساد کا اندیشہ زیادہ اور احقاق حق کی امید کم ہے کب کسی شریف اور منصف مزاج کو پسند آسکتی ہیں اور ایسی پُر عجلت بحثوں سے حق کے طالب کیا نفع اُٹھا سکتے ہیں۔ اور منصفوں کو رائے ظاہر کرنے کا کیونکر موقعہ مل سکتا ہے۔ اگر آپ کی نیت بخیر ہوتی تو آپ اس طرز کی بحثوں سے خود گریز کرتے اور ایک سال تک ٹھیر کر معقولیت اور شائستگی اور تہذیب سے شریفانہ بحث کا سلسلہ تحریری طور پر جاری رکھتے۔ اور مہذب اور شریف اور ہر ایک قوم کے عالم فاضل جو اکثر اس جگہ آتے رہتے ہیں ان پر بھی آپ کی بحثوں کی حقیقت کھلتی رہتی مگر افسوس کہ آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قادیان میں آنے کے لئے (کہ جو آپ کی نظر میں گویا ایک یاغستان ہے یا جس میں بزعم آپ کے ہندو بھائی آپ کے بکثرت نہیں رہتے) اوّل یہ شرط لگائی کہ یہ عاجز آپ کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ میں مچلکہ داخل کرے۔ ایسی شرط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنی بحث میں ایسی دُور از تہذیب گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کی نسبت آپ کو پہلے ہی خطرہ ہے کہ وہ فریق ثانی کے اشتعال طبع کا ضرور موجب ہوگی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر پڑی کہ پہلے فریق ثانی کا مچلکہ سرکار میں داخل ہونا چاہیئے تا آپ کو ہر ایک طور کی تحقیر اور توہین کرنے کے

لئے وسیع گنجائش رہے۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ عاجز اس قسم کی بحثوں سے سخت بیزار ہے اور جس طور کی بحث کو یہ عاجز منظور کرتا ہے وہ وہی ہے جو اس سے اوپر ذکر کی گئی۔ اگر آپ طالب صادق ہیں تو آپ کو آپ کے پرمیشر کی قسم دی جاتی ہے کہ آپ ہمارے مقابلہ سے ذرا کوتاہی نہ کریں۔ آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہریں اور اس عرصہ میں جو کچھ وساوس عقلی طور پہ آپ کے دل پر دامنگیر ہوں وہ بھی تحریری طور پر رفع کراتے جائیں۔ پھر اگر ہم مغلوب رہے تو کس قدر فتح کی بات ہے کہ آپ کو چوبیس سو روپیہ (۲۴۰۰) نقد مل جائے گا اور اپنی قوم میں آپ بڑی نیک نامی حاصل کریں گے لیکن اگر آپ ہی مغلوب ہو گئے تو آپ کو اسی جگہ قادیان میں مشرف باسلام ہونا پڑیگا اور اس بات کا فیصلہ کہ کون غالب یا کون مغلوب رہا بذریعہ ایسے ثالثوں کے ہو جائے گا کہ جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں۔ اگر آپ قادیان میں ایک سال تک ٹھیرنے کی نیت سے آویں تو ہم مراد آباد سے قادیان تک کل کرایہ آپ کا آپ کی خدمت میں بھیج دیں گے اور آپ کے لئے چوبیس سو روپیہ (۲۴۰۰) کسی بنک سرکاری میں داخل کیا جائے گا۔ مگر اس شرط سے کہ آپ بھی ہمیں اس بات کی پوری پوری تسلی دے دیں کہ آپ بحالت مغلوبیت ضرور مسلمان ہو جائیں گے۔ اور اگر اب بھی آپ نے بپابندی شرائط مذکورہ بالا آنے سے انکار کیا تو آپ خوب یاد رکھیں کہ یہ داغ ایسا نہیں ہے کہ جو پھر کسی حیلہ یا تدبیر سے دھویا جائے۔ مگر ہمیں امید نہیں کہ آپ آئیں کیونکہ حقانیت اسلام کا آپ کے دل پر بڑا سخت رعب ہے۔ اور اگر آپ آگئے تو خدا تعالیٰ آپ کو مغلوب اور رسوا کریگا۔ اور اپنے دین کی مدد اور اپنے بندہ کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

اخیر پر آپ کو واضح رہے کہ آج یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ اور اگر بیس دن تک آپ کا کوئی جواب نہ آیا تو آپ کی کنارہ کشی کا حال چند اخباروں میں شایع کرایا جائے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

الـــــــــــراقم

خاکسار آپ کا خیر خواہ غلام احمد ؐ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(۲۱)

جس شخص کے پاس یہ اشتہار پہنچے اس پر فرض ہے کہ گھر میں جا کر اپنے کنبے کی عورتوں کو تمام مضمون اس اشتہار کا اچھی طرح سمجھا کر سُنا دے۔ اور ذہن نشین کر دے اور جو عورت خواندہ ہو اس پر بھی لازم ہے کہ ایسا ہی کرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار بغرض تبلیغ و انذار

چونکہ قرآن شریف و احادیث صحیحہ نبویہ سے ظاہر و ثابت ہے کہ ہر ایک شخص اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے سوال کیا جائے گا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے ان کو سمجھایا۔ اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں؟ اس لئے میں نے قیامت کی باز پرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان مستورات و دیگر متعلقین کو (جو ہمارے رشتہ دار و اقارب و واسطہ دار ہیں) ان کی بے راہیوں و بدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے انہیں خبردار کروں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے، گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور اُن بُری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیئے۔ ہر چند سمجھایا گیا، کچھ سُنتے نہیں۔ ہر چند ڈرایا گیا، کچھ ڈرتے نہیں۔ اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں۔ اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بُرا ماننے اور بُرا کہنے اور ستانے اور دُکھ دینے سے بالکل لاپروا ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پُورا کرنے کے لئے بذریعہ اس

اشتہار کے ان سب کو اور دوسری مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے۔ اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا۔ اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھول کر باآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے، یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے۔ اور جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسُول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے۔ اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ لیکن ہمارے گھروں میں جو بدرسمیں پڑ گئی ہیں اگرچہ وہ بہت ہیں۔ مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں تا نیک بخت عورتیں خدا تعالیٰ سے ڈر کر ان کو چھوڑ دیں۔ اور وہ یہ ہیں :۔

(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ پر لانا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں پکڑ لیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہیں۔ یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں۔ اسے اختیار ہے۔ جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا۔ اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلّا کر رونا اور کچھ کچھ مُنہ سے بھی بکواس کرنا۔ اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے

کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہوگیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں۔ جن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۳) سوم۔ سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں۔ حرامخور عورتیں، شیطان کی بہنیں جو جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر اور فریب سے موںھ کو ڈھانک کر اور بہنوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں۔ ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کیلئے صدہا روپیہ کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ تا لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو۔ دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کوئی بڑا بھارا گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوی ہوگئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کرلینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کرلے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسُول کے حکم سے روکتی ہیں۔ خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں۔ جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔ جس عورت کو اللہ اور رسُول پیارا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے۔ اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

(۵) یہ بھی عورتوں میں خراب عادت ہے کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی

کرتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ بُرا بھلا ان کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ اور رسُول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالےٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک پوری پوری اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے اور پس پُشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔ اور پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مَردوں کی تابعدار رہیں۔ ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سُنکر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسُول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چُراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اَور جتنے مَرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہو۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہو کہ بدکار اور بدوضع اور بداطوار عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بدعادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لئے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور اس بندہ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلّشانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں۔ مَردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ

وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کر لیں۔ پھر جو شخص اللہ رسول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں۔ نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ سے مُنہ پھیر کر اپنے ربّ کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بد ذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لئے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ انّ اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

(۹) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس

کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عند الشرع حرام ہیں اور آتشبازی چلوانا اور کنجروں اور ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے۔ گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق اور بہت سا زیور اُن کے پاس ہے۔ وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی رکھتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں جیسے چیچک کی پُوجا۔ بعض فرضی بیویوں کی پُوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حقہ نوش نہ کھاوے بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ ورنہ مرنے کے بعد ذلّت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے جس کا انتہا نہیں +

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار:- غلام احمد از قادیان

(منقول از الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کالم ۲)

(۲۲)

اشتہار

انعامی دس ہزار روپیہ ۱۰۰۰۰ اُن سب لوگوں کے لئے جو مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھی ہیں ثابت کردکھائیں۔ یا اگر کتاب الہامی ان کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہماری ہی دلائل کو نمبروار توڑ دیں۔

مَیں[1] جو مصنّف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں۔ یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملّت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شایع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے دربارہ حقیت

---

[1] یہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت جلی قلم سے لکھوایا تھا اسلئے حضور کی پیروی میں خاکسار مرتب نے بھی اس کو جلی لکھوایا ہے تاکہ امتیاز قائم رہے۔ (مرتب)

فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں۔ اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا رُبع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دے۔ تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیئے تھا ظہور میں آگیا۔ میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔ مگر واضح رہے کہ اگر اپنی کتاب کی دلائل معقولہ پیش کرنے سے عاجز اور قاصر رہیں یا برطبق شرط اشتہار کی خمس تک[1] پیش نہ کر سکیں تو اس حالت میں بصراحت تمام تحریر

[1] یہ لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے اس جگہ لکھا ہے۔ (شمس)

کرنا ہوگا۔ جو بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور رہے اور اگر دلائل مطلوبہ پیش کریں تو اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو ہم نے خمس دلائل تک پیش کرنے کی اجازت اور رخصت دی ہے۔

اس سے ہماری یہ مُراد نہیں ہے جو اس تمام مجموعہ دلائل کا بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے نصف یا ثلث یا رُبع یا خمس پیش کر دیا جائے بلکہ بہ شرط ہر ایک صِنف کی دلائل سے متعلق ہے اور ہر صِنف کے براہین میں سے نِصف یا ثُلث یا رُبع یا خمس پیش کرنا ہوگا۔

شاید کسی صاحب کا فہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہے جو عبارت مذکورہ میں صِنف دلائل سے کیا مُراد ہے۔

پس بغرض تشریح اس فقرہ کے لکھا جاتا ہے جو دلائل اور براہین فرقان مجید کی کہ جن سے حقیت اس کلام پاک کی اور صدق

رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے، دو قسم پر ہیں۔ اوّل وہ دلائل جو اس پاک کتاب اور آنحضرت کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں۔ یعنی ایسی دلائل جو اُسی مقدس کتاب کے کمالات ذاتیہ اور خود آنحضرتؐ کی ہی خصائل قدسیہ اور اخلاق مرضیہ اور صفات کاملہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسری وہ دلائل جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرتؐ کی سچائی پر شواہد قاطعہ ہیں یعنی ایسی دلائل جو خارجی واقعات اور حادثاتِ متواترہ مثبتہ سے لی گئی ہیں۔

اور پھر ہر یک ان دونوں قسموں کی دلائل سے دو قسم پر ہے۔ دلیلِ بسیط[1] اور دلیلِ مرکّب[2]:۔

دلیلِ بسیط[1] وہ دلیل ہے جو اثباتِ حقیّتِ قرآن شریف اور صدقِ رسالت آنحضرتؐ کے لئے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں ؛

اور دلیلِ مرکّب وہ دلیل ہے جو اُس کے تحقّقِ دلالت کے لئے

ایک ایسے کُل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر من حیث الاجتماع

اس پر نظر ڈالی جائے۔ یعنی نظر یکجائی سے اُس کے تمام افراد کو

دیکھا جائے تو وہ کُل مجموعی ایک ایسی عالی حالت میں ہو جو تحقق

اس حالت کا تحقّق حقیّت فرقان مجید اور صدق رسالت آنحضرت

کو مستلزم ہو۔ اور جب اجزاء اس کے الگ الگ دیکھے جائیں تو

یہ مرتبہ برہانیّت کا جیسا کہ ان کو چاہیئے، حاصل نہ ہو۔ اور وجہ اس

تفاوت کی یہ ہے جو کُلِ مجموعی اور کُلِ واحد ہمیشہ متخالف فی الاحکام

ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بوجھ کو دس آدمی اکٹھے ہو کر اُٹھا سکتے

ہیں۔ اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہو کر اُٹھانا چاہیں تو یہ امر

محال ہو جاتا ہے۔ اور ہر واحد ان دونوں قسم کی دلائل بسیطہ اور

مرکبہ سے جب اپنی خاص خاص صورتوں اور ہیئتوں اور وضعوں

کے لحاظ سے تصور کئے جائیں تو ان کا نام اس کتاب میں اصناف

دلائل ہے۔ اور یہ وہی اصناف ہیں کہ جن کے التزام کیلئے ہم نے صدر اشتہار ہذا میں یہ قید لگا دی ہے جو ہر صنف کے براہین میں سے شخص متصدّی مقابلہ فرقان مجید کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کرے۔ یعنی اس صورت میں کہ جب ان کُل دلائل کے پیش کرنے سے عاجز ہو جو ایک صنف کے تحت میں داخل ہیں۔

اور نیز اس جگہ یہ امر زیادہ تر قابل انکشاف ہے کہ جو صاحب کسی دلیل مرکّب کا کہ جس کی تعریف ابھی ہم بیان کر چکے ہیں، اپنی کتاب میں سے نمونہ دکھلانا چاہیں تو اُن پر واجب ہوگا کہ اگر وہ دلیل مُرکّب ایسے مجموعۂ اجزاء سے مُرکّب ہو۔ جو ہر ایک جزو اُس کا بجائے خود کسی امر پر دلیل ہو تو ان سب جُزوی دلائل کا بھی کم سے کم ایک ایک نمونہ پیش کرنا ہوگا۔ چونکہ سمجھنا اس شرط کا محتاج تمثیل ہے اس لئے ہم بطور

تمثیل کے اس جگہ اسی قسم کی ایک دلیل دلائل مرکبّہ مثبتہ حقیت

فرقان مجید سے تحریر کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے جو:-

تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہّ پر مبنی اور مشتمل ہے

یعنی فرقان مجید ہر ایک اصول اعتقادی کو جو مدار نجات کا ہے

محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں

سے بپایۂ صداقت پہنچاتا ہے۔ جیسے وجود[1] صانع عالم کا

ثابت کرنا۔ توحید[2] کو بپایۂ ثبوت پہنچانا۔ ضرورت الہام پر

دلائلِ قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاق حق اور ابطالِ باطل سے

قاصر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقان مجید کے منجانب اللہ ہونے پر

بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیت اور افضلیت اس کی

بوجہ کمال ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائد فاسدہ کو

ہر یک نوع اور ہر صنف کی غلطیوں سے بدلائل واضحہ پاک

کرنا اور ہر قسم کے شکوک اور شبہات کو جو لوگوں کے دلوں میں

دخل کر گئے ہوں، براہینِ قاطعہ سے مٹا دینا اور ایسا مجموعہ اصول مدللہ محققہ مثبتہ کا اپنی کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اس سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں درج ہوا اور نہ کسی ایسے حکیم اور فیلسوف کا پتہ مل سکتا ہو کہ جو کبھی کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور سے اس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت کرنیوالا ہو چکا ہو۔ اور نہ کبھی کسی بھلے مانس نے ایک ذرّہ اس بات کا ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے اُن کی صحبت اور مخالطت رہی تھی کہ جس کے اثر سے انہوں نے ہر ایک اُصول حقّہ پر دلائلِ فلسفہ قائم کر کے تمام عقائد مدارِ نجات کی حقیقی سچّائی کو ایسا کھول دیا کہ جس کی نظیر صفحۂ روزگار میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ یہ ایسا کام ہے کہ بجز تائیدِ الٰہی اور الہامِ ربّانی کے ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ پس ناچار عقل اس

بات پر قطع واجب کرتی ہے جو قرآن شریف اس خدائے واحد لاشریک کی کلام ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی انسان کا علم برابر نہیں یہ دلیل ہے جو ہم نے بطور نمونہ کے ان دلائل مُرکبہ میں سے لکھی ہے کہ جن کا مجموعۂ اجزا، تمام ایسی جزوں سے مُرکّب ہے کہ وہ سب جزیں دلائل ہی ہیں چنانچہ اس دلیل کے اجزا سب کے سب وہ دلائل ہیں جو عقائدِ حقّہ پر قائم کی گئی ہیں اور چونکہ یہ دلیل بھی اصناف دلائل میں سے ایک صنف ہے اس لئے جیسا کہ مخاصم پر تمام اصناف دلائل کا پیش کرنا فرض ہے۔ اس[1] لئے اس دلیل کا بھی پیش کرنا فرض ہے مگر اس دلیل کو دکھلانے کے لئے ان تمام دلائل کا دکھلانا بھی ضروری ہے کہ جن سے اس دلیل کی تالیف اور ترکیب ہے اور جن کی ہیئت اجتماعی سے اس کا وجود طیار ہوتا ہے۔ جیسی دلیل اثباتِ وجودِ صانع۔ دلیل اثباتِ توحید۔ دلیل اثباتِ خالقیت باری تعالیٰ۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہی دلائل[2]

---

[1] یہ لفظ سہو کاتب ہے۔ دراصل "ایسا ہی" ہونا چاہیئے۔ ہم نے جیسا اصل کتاب میں تھا ویسا ہی رکھا ہے (مرتب)

[2] یہاں کاتب سے کوئی لفظ رہ گیا معلوم ہوتا ہے جو غالباً "اس دلیل" ہونا چاہیئے۔ مگر ہم نے مطابق اصل ویسا ہی لکھا ہے (مرتب)

... کی اجزا ہیں اور وجود کل کا بغیر وجود اجزا کے ممکن نہیں اور نہ تحقق کسی ماہیت کا بدوں اُس کی جزوں کے ہو سکتا ہے۔ پس مخاصم پر لازم ہے جو اُن تمام جزوی دلائل کو پیش کرے۔ ہاں یہ اختیار ہے کہ جہاں ہم نے مثلاً کسی اصول کے اثبات پر پانچ دلیلیں لکھی ہوں۔ مخاصم صاحب اس کے اثبات پر یا اُس کے ابطال پر یعنی جیسا کہ رائے اور اعتقاد ہو صرف ایک ہی دلیل بپابندی انہیں شرائط اور انہیں حدود کے جو اشتہار ہذا میں ہم ذکر کر چکے ہیں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھلاویں۔

المشتہر

خاکسار میرزا **غلام احمد**۔ مقام قادیان

ضلع گورداسپور۔ پنجاب

(منقول از براہین احمدیہ جلد اوّل مطبوعہ ۱۸۸۰ء۔ سفیر ہند پریس امرت سر از صفحہ ۱۷ تا ۸۲)

(۲۳)

التماس ضروری ازمؤلّفِ کتاب

اس خداوند عالم کا کیا کیا شکر ادا کیا جائے کہ جس نے اوّل مجھ ناچیز کو محض اپنے فضل اور کرم اور عنایت غیبی سے اس کتاب کی تالیف اور تصنیف کی توفیق بخشی۔ اور پھر اس تصنیف کے شائع کرنے اور پھیلانے اور چھپوانے کے لئے **اسلام** کے عمائد اور بزرگوں اور اکابر اور امیروں اور دیگر بھائیوں مومنوں اور مسلمانوں کو شائق اور راغب اور متوجہ کر دیا۔ پس اس جگہ ان تمام حضرات معاونین کا شکر کرنا بھی واجبات سے ہے کہ جن کی کریمانہ توجہات سے میرے **مقاصد دینی** ضایع ہونے سے سلامت رہے اور میری محنتیں برباد جانے سے بچ رہیں۔ میں ان صاحبوں کی اعانتوں سے ایسا ممنون ہوں کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے میں ان کا شکر ادا کر سکوں۔ بالخصوص جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض صاحبوں نے اس کارِ خیر کی تائید میں بڑھ بڑھ کے قدم رکھے ہیں۔ اور بعض نے زائد اعانتوں کے لئے اور بھی مواعید فرمائے ہیں تو یہ میری ممنونی اور احسان مندی اَور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

میں نے اسی تقریر کے ذیل میں اسماء مبارک ان تمام مردانِ اہل ہمت اور اولی العزم کے کہ جنہوں نے خریداری اور اعانت طبع اس کتاب میں کچھ کچھ عنایت فرمایا، معہ رقوم عنایت شدہ ان کی کے زیبِ تحریر کئے ہیں اور ایسا ہی آئندہ بھی تا اختتام طبع کتاب عملدرآمد رہیگا۔ کہ تا جب تک صفحۂ روزگار میں نقش افادہ اور افاضہ اس کتاب کا باقی رہے ہر یک مستفیض کہ جس کا اس کتاب سے وقت خوش ہو۔ مجھ کو اور میرے معاونین کو دعائے خیر سے یاد کرے۔

اور اس جگہ بطور تذکرۂ خاص کے اس بات کا ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کارِ خیر میں آج تک سب سے زیادہ **حضرت خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم**

و دستورِ معظم ریاست پٹیالہ سے اعانت ظہور میں آئی۔ یعنی حضرت ممدوح نے اپنی عالی ہمتی اور کمال محبت دینی سے مبلغ دو سو پچاس روپیہ اپنی جیب خاص سے اور کچھ روپیہ اپنے اور دوستوں سے فراہم کر کے تین سو پچیس روپیہ بوجہ خریداری کتابوں کے عطا فرمایا۔ عالیجناب سید نا وزیر صاحب ممدوح الاوصاف نے اپنے والا نامہ میں یہ بھی وعدہ فرمایا ہے کہ تا اختتام کتاب فراہمی چندہ اور بہم رسانی خریداروں میں اور بھی سعی فرماتے رہیں گے۔ اور نیز اسی طرح حضرت فخر الدولہ نواب مرزا محمد علاؤالدین احمد خان بہادر فرماں روائے ریاست لوہارو نے مبلغ چالیس روپیہ کہ جن میں سے بیس روپیہ محض بطور اعانت کتاب کے ہیں، مرحمت فرمائے اور آئندہ اس بارہ میں مدد کرنے کا اور بھی وعدہ فرمایا اور علیٰ ہذالقیاس توجہ خاص جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کرون آف انڈیا رئیس والاور اعظم طبقہ اعلائے ستارۂ ہند ورئیسہ بھوپال دام اقبالہا کی بھی قابل بے انتہا شکر گذاری کے ہے کہ جنہوں نے عادات فاضلہ ہمدردی مخلوق اللہ کے تقاضا سے خریداری کتب کا وعدہ فرمایا اور مجھ کو بہت توقع ہے کہ حضرت ممتحنہ الیہا تائید اس کام بزرگ میں کہ جس میں صداقت اور شانِ شوکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوتی ہے اور دلائل حقیت اسلام کی مثل روز روشن کے جلوہ گر ہوتی ہیں اور بندگان الٰہی کو غایت درجہ کا فائدہ پہنچتا ہے، کامل توجہ فرماویں گی۔

اب میں اس جگہ بخدمت عالی دیگر امرائے اور اکابر کے بھی کہ جن کو اب تک اس کتاب سے کچھ اطلاع نہیں۔ اس قدر گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اگر اشاعت اس کتاب کی غرض سے کچھ مدد فرماویں گے تو ان کی ادنیٰ توجہ سے پھیلنا اور شائع ہونا اس کتاب کا جو دلی مقصد اور قلبی تمنا ہے نہایت آسانی سے ظہور میں آجائے گا۔ اے بزرگان و چراغانِ اسلام آپ سب صاحب خوب جانتے ہوں گے کہ آجکل اشاعت دلائل حقیتِ اسلام کی نہایت ضرورت ہے اور تعلیم دینا اور سکھلانا براہین ثبوت اس دین متین کا اپنی

اولاد اور عزیزوں کو ایسا فرض اور واجب ہو گیا ہے اور ایسا واضح الوجوب ہے کہ جس میں کسی قدر اِیما کی بھی حاجت نہیں جس قدر ان دنوں میں لوگوں کے عقائد میں برہمی درہمی ہو رہی ہے۔ اور خیالات اکثر طبائع کے حالت خرابی اور ابتری میں پڑے ہوئے ہیں۔ کسی پر پوشیدہ نہ ہوگا۔ کیا کیا رائیں ہیں جو نکل رہی ہیں۔ کیا کیا ہوائیں ہیں جو چل رہی ہیں۔ کیا کیا بخارات ہیں جو اُٹھ رہے ہیں۔ پس جن جن صاحبوں کو ان اندھیریوں سے جو بڑے بڑے درختوں کو جڑھ سے اُکھیڑتی جاتی ہیں کچھ خبر ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہوں گے جو تالیف اس کتاب کی بلا خاص ضرورت کے نہیں۔ ہر زمانہ کے باطل اعتقادات اور فاسد خیالات الگ رنگوں اور وضعوں میں ظہور پکڑتے ہیں۔ اور خدا نے ان کے ابطال اور ازالہ کے لئے یہی علاج رکھا ہوا ہے جو اسی زمانہ میں ایسی تالیفات مہیا کر دیتا ہے جو اس کی پاک کلام سے روشنی پکڑ کر پوری پوری قوت سے ان خیالات کی مدافعت کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں اور معاندین کو اپنی لاجواب براہین سے ساکت اور ملزم کرتی ہیں۔ پس ایسے انتظام سے پودہ اسلام کا ہمیشہ سر سبز اور تر و تازہ اور شاداب رہتا ہے۔

اے معزز بزرگان اسلام!! مجھے اس بات پر یقین کلی ہے کہ آپ سب صاحبان پہلے سے اپنے ذاتی تجربہ اور عام واقفیت سے ان خرابیوں موجودہ زمانہ پر کہ جن کا بیان کرنا ایک دردانگیز قصہ ہے، بخوبی اطلاع رکھتے ہوں گے اور جو جو فساد طبائع میں واقعہ ہو رہے ہیں اور جس طرح پر لوگ بباعث اغوا اور اضلال وسوسہ اندازوں کے بگڑتے جاتے ہیں۔ آپ پر پوشیدہ نہ ہوگا۔ پس یہ سارے نتیجے اسی بات کے ہیں کہ اکثر لوگ دلائل حقیت اسلام سے بے خبر ہیں اور اگر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو ایسے مکاتب اور مدارس میں کہ جہاں علوم دینیہ بالکل سکھائے نہیں جاتے اور سارا عمدہ زمانہ ان کے فہم اور ادراک اور تفکر اور تدبر کا اور اور علوم اور فنون میں کھویا جاتا ہے اور کوچہ دین سے محض ناآشنا رہتے ہیں۔ پس اگر ان کو دلائل حقیت اسلام سے جلد تر باخبر نہ کیا جائے تو آخرکار ایسے لوگ یا تو محض

دنیا کے کیڑے ہو جاتے ہیں کہ جن کو دین کی کچھ بھی پروا نہیں رہتی۔ اور یا الحاد اور ارتداد کا لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ قول میرا محض قیاسی بات نہیں۔ بڑے بڑے شرفا کے بیٹے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں جو بباعث بے خبری دینی کے اصطباغ پائے ہوئے گرجا گھروں میں بیٹھے ہیں۔

اگر فضل عظیم پروردگار کا ناصر اور حامی اسلام کا نہ ہوتا اور وہ بذریعہ پُر زور تقریرات اور تحریرات علماء اور فضلاء کے اپنے اس سچے دین کی نگہداشت نہ کرتا تو تھوڑا زمانہ نہ گذرنا پاتا جو دُنیا پرست لوگوں کو اتنی خبر بھی نہ رہتی جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کس ملک میں پیدا ہوئے تھے۔ بالخصوص اس پُر آشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ اگر محققان دین اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہر یک منکر اور ملحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں، اپنی خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی ہی مدت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے سلام مسنون کے گڈ بائی اور گڈ مارننگ کی آواز سُنی جائے۔ پس ایسے وقت میں دلائل حقیت اسلام کی اشاعت میں بدل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اولاد اور اپنی ہی نسل پر رحم کرنا ہے۔ کیونکہ جب وبا کے ایام میں زہرناک ہوا چلتی ہے تو اس کی تاثیر سے ہر یک کو خطرہ ہوتا ہے۔

شاید بعض صاحبوں کے دل میں اس کتاب کی نسبت یہ وسوسہ گذرے کہ جو اب تک کتابیں مناظرات مذہبی میں تصنیف ہو چکی ہیں کیا وہ الزام اور افحام مخالفین کے لئے کافی نہیں ہیں کہ اس کی حاجت ہے۔ لہذا میں اس بات کو بخوبی منقوش خاطر کر دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور ان کتابوں کے فوائد میں بڑا ہی فرق ہے۔ وہ کتابیں خاص خاص فرقوں کے مقابلہ پر بنائی گئی ہیں اور ان کی وجوہات اور دلائل وہاں تک ہی محدود ہیں جو اس فرقہ خاص کے ملزم کرنے کے لئے کفایت کرتی ہیں۔ اور گو وہ کتابیں کیسی ہی عمدہ اور لطیف ہوں۔ مگر ان سے وہی خاص قوم فائدہ اُٹھا سکتی ہے کہ جن کے مقابلہ پر وہ تالیف پائی ہیں لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیت اسلام اور سچائی عقائد اسلام کی ثابت کرتی ہے

اور عام تحقیقات سے حقانیت فرقان مجید کی بپایۂ ثبوت پہنچاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو جو حقائق اور دقائق عام تحقیقات میں کھلتے ہیں، خاص مباحثات میں انکشاف اُن کا ہرگز ممکن نہیں۔ کسی خاص قوم کے ساتھ جو شخص مناظرہ کرتا ہے اس کو ایسی حاجتیں کہاں پڑتی ہیں کہ جن امور کو اس قوم نے تسلیم کیا ہوا ہے ان کو بھی اپنی عمیق اور مستحکم تحقیقات سے ثابت کرے۔ بلکہ خاص مباحثات میں اکثر الزامی جوابات سے کام نکالا جاتا ہے اور دلائل معقولہ کی طرف نہایت ہی کم توجہ ہوتی ہے اور خاص بحثوں کا کچھ مقتضا ہی ایسا ہوتا ہے جو فلسفی طور پر تحقیقات کرنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ اور پوری دلائل کا تو ذکر ہی کیا ہے بسا اوقات حصّہ دلائل عقلیہ کا بھی اندراج نہیں پاتا۔ مثلاً جب ہم ایسے شخص سے بحث کرتے ہیں جو وجود صانع عالم کا قائل ہے۔ الہام کا مُقِر ہے۔ خالقیت باری تعالےٰ کو مانتا ہے۔ تو پھر ہم کو کیا ضرور ہوگا۔ جو دلائل عقلیہ سے اس کے روبرو اثبات وجود صانع کریں یا ضرورتِ الہام کی وجوہ دکھلادیں۔ یا خالقیت باری تعالےٰ پر دلائل لکھیں۔ بلکہ بالکل بیہودہ ہوگا کہ جس بات کا کچھ تنازع ہی نہیں اس کا جھگڑا لے بیٹھیں۔ مگر جس شخص کو مختلف عقائد، مختلف عندیات، مختلف عقلات، مختلف شبہات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تحقیقاتوں میں کسی قسم کی فروگذاشت باقی نہیں رہتی ؎

علاوہ اس کے جو خاص قوم کے مقابلہ پر کچھ لکھا جاتا ہے وہ اکثر اس قسم کی دلائل ہوتی ہیں جو دوسری قوم پر حجت نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً جب ہم بائبل شریف سے چند پیشین گوئی نکال کر صدق نبوت حضرت خاتم انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم بذریعہ ان کے ثابت کریں تو گو ہم اس ثبوت سے عیسائیوں اور یہودیوں کو ملزم کردیں۔ مگر جب ہم وہ ثبوت کسی ہندو یا مجوسی یا فلسفی یا برہمو سماجی کے روبرو پیش کریں گے تو وہ یہی کہیگا کہ جس حالت میں میں اُن کتابوں کو ہی نہیں مانتا تو پھر ایسا ثبوت جو انہیں سے لیا گیا ہے، کیونکر مان لوں۔ اسی طرح جو بات بمقید مطلب ہم وید سے نکال کر عیسائیوں کے سامنے پیش کرینگے تو وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ پس بہرحال

ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی کہ جو ہر ایک فرقہ کے مقابلہ پر سچائی اور حقیت اسلام کی دلائل عقلیہ سے ثابت کرے کہ جن کے ماننے سے کسی انسان کو چارہ نہیں۔ سو الحمد للہ کہ ان تمام مقاصد کے پورا کرنے کے لئے یہ کتاب طیار ہوئی۔ دوسری اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے بے جا عذرات رفع کرنے کے لئے اپنی حجت اللہ پر پوری کرنے کے لئے خوب بندوبست کیا گیا ہے یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے کہ تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے۔ اور یہ اشتہار مخالفین پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہو سکتا اور نیز یہ ان کی منکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہوگا۔ غرض یہ کتاب نہایت ہی ضروری اور حق کے طالبوں کے لئے نہایت ہی مبارک ہے کہ جس سے حقیقت اسلام کی شمع آفتاب کے واضح اور نمایاں اور روشن ہوتی ہے اور شان اور شوکت اس مقدس کتاب کی کھلتی ہے کہ جس کے ساتھ عزت اور عظمت اور صداقت اسلام کی وابستہ ہے۔

فہرست معاونین کی کہ جنہوں نے محض ہمدردی دینی سے اشاعت کتاب براہین احمدیہ میں اعانت کی اور خریداری کتابوں سے ممنون اور مشکور فرمایا:-

نمبر	نام اہل شان صاحبان کہ جنہوں نے خریداری کتاب یا یوں ہی اعانت فرمائی	تعداد زر اعانت از جیب خاص	از دیگر احباب	کیفیت
(۱)	حضرت خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ	[illegible]	[illegible]	بابت خریداری کتاب
	معرفت جناب ممدوح			
	الف۔ مولوی فضل حکیم صاحب	عہ		بابت خریداری کتاب
	ب خدا بخش خان صاحب ماسٹر	عمہ ر		ایضاً
	ج۔ سید محمد علی صاحب منصرم تعمیر چھپاؤنی	عہ و		"
	د۔ مولوی احمد حسن صاحب خلف مولوی علی احمد صاحب	صہ ر		"
	ھ غلام نبی خان صاحب محرر نظامت کرم گڈھ	صہ ر		"

	و۔ کالے خاں صاحب ناظم۔ کرم گڈھ	صہ؍	بابت خریداری کتاب
	ز۔ شیخ کریم اللہ صاحب ڈاکٹر ناظم حفظان صحت	صہ؍	"
	ح۔ شیخ فخرالدین صاحب سول جج	صہ؍	"
	ط۔ سید عنایت علی صاحب جوڈیشل	صہ؍	"
	ی۔ بلو خاں صاحب جمعدار جیلخانہ	صہ؍	"
	ک۔ میر عبدالدین صاحب سررشتہ دار نظامت کرم گڈھ	صہ؍	"
	ل۔ میر ہدایت حسین صاحب ساکن بستی نظامت سرہند ..	صہ؍	"
	م۔ سید نیاز علی صاحب ناظم نہر	صہ؍	"
	ن۔ سید نثار علی صاحب وکیل کمشنری انبالہ	صہ؍	"
(۲)	حضرت فخرالدولہ نواب مرزا محمد علاؤالدین احمد خاں صاحب بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو	للعہ	بابت خریدی کتاب عہ محض بطور اعانت ۵ء
(۳)	جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب بہادر نائب معتمد مدارالمہام۔ حیدرآباد دکن	سہ	محض بطور اعانت طبع کتاب
(۴)	جناب نواب غلام محبوب سبحانی صاحب بہادر رئیس اعظم لاہور	صہ؍	بابت خریداری کتاب
(۵)	محمد عبداللہ صاحب بہاری۔ رئیس کلکتہ	صہ؍	بشرح صدر
(۶)	جناب نواب مکرم الدولہ صاحب بہادر صدر المہام مالگذاری سرکار حیدرآباد	عہ	"
(۷)	جناب نواب علی محمد خاں صاحب بہادر سابق رئیس جھجر	صہ؍	"
(۸)	وزیر غلام قادر خاں صاحب بہادر ریاست نالہ گڈھ	صہ؍	"
(۹)	ملک یار خاں صاحب تھانہ دار بٹالہ	عا؍	بطور اعانت
(۱۰)	عظیم اللہ خاں صاحب رسائیدار ترپ پنجم۔ رجمنٹ اول		

	چھاؤنی مومن آباد۔حیدر آباد ..	صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۱)	مولوی عبد الحمید صاحب قاضی جلال آباد ضلع فیروزپور	۱۲ر	بشرح صدر
(۱۲)	میاں جان محمد صاحب قادیان ...	عہ ر	بطور اعانت
(۱۳)	میاں غلام قادر صاحب قادیان ..	۸ ؎	بابت خریداری کتاب صہ ر بطور اعانت صہ
(۱۴)	جناب نواب احمد علی خان صاحب بہادر بھوپال	صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۵)	مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تحصیل مظفر گڑھ ..	صہ ر	بشرح صدر
(۱۶)	میاں کریم بخش صاحب نائب منصرم تحصیل مظفر گڑھ ..	صہ ر	"
(۱۷)	قاضی محفوظ حسین صاحب منصرم تحصیل مظفر گڑھ ..	صہ ر	"
(۱۸)	میاں جلال الدین صاحب تاریخ نویس مظفر گڑھ .	صہ ر	"
(۱۹)	شیخ عبد الکریم صاحب محرر جوڈیشل مظفر گڑھ ..	صہ ر	"
(۲۰)	میاں اکبر ساکن بلھووال۔ضلع گورداسپور ..	۲ر	بطور اعانت

(منقول از براہین احمدیہ حصہ اوّل ملحق ٹائیٹل از صفحہ حرف ا تا د)

(مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر ۱۸۸۰ء)

---

(۲۴)

عُذر

یہ کتاب اب تک قریب نصف کے چھپ چکتی۔ مگر بباعث علالت طبع مہتمم صاحب سفیر ہند امرتسر پنجاب کہ جن کے مطبع میں یہ کتاب چھپ رہی ہے اور نیز کئی اور طرح کی مجبوریوں سے جو اتفاقاً ان کو پیش آگئیں۔ سات آٹھ مہینے کی دیر ہوگئی۔ اب انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسی توقف نہیں ہوگی ؛

غلام احمدؐ (منقول از براہین احمدیہ حصہ اول۔ٹائیٹل ص۳)

---

(۲۵)

اعلام

اب کی دفعہ ان صاحبوں کے نام جنہوں نے کتاب کو خرید فرما کر قیمت پیشگی بھیجی یا محض للہ اعانت کی بوجہ عدم گنجائش نہیں لکھے گئے اور بعض صاحبوں کی یہ بھی رائے ہے کہ لکھنا کچھ ضرورت نہیں۔ بہرحال حصہ چہارم میں جو کچھ اکثر صاحبوں کی نظر میں قرین مصلحت ہوگا۔ اس پر عمل کیا جائیگا

خاکسار:- میرزا غلام احمد

(منقول از حصہ سوم ٹائٹل صفحہ ۲ حاشیہ)

---

(۲۶)

عذر

اب کی دفعہ کہ جو حصہ سوم کے نکلنے میں قریب دو برس کے توقف ہوگئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے۔ لیکن واضح ہے کہ یہ تمام توقف مہتمم صاحب سفیر ہند کی بعض مجبوریوں سے جن کے مطبع میں کتاب چھپتی ہے ظہور میں آئی ہے

خاکسار غلام احمد عفی اللہ عنہ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ دوم ٹائٹل صفحہ ۳ مطبوعہ ۱۸۸۰ء سفیر ہند پریس امرتسر)

اعلان

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ اور ساہوکاران اور شرفاء اور ذی عزت اہل ہنود قصبۂ قادیان میں جو طالب صادق ہونے کے مدعی ہیں۔ آسمانی نشانوں اور پیشگوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدہ کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا حسب وعدہ اپنے پروردگار کے مرزا صاحب کو دعوے ہے) خط و کتابت بطور باہمی اقرار عہد و پیمان کے ہو کر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸۶ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رفت رکھیں گے اور ان کے کاغذ اور روز نامہ الہامی پیشگوئیوں پر بطور گواہ کے دستخط کرتے رہیں گے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیشگوئی کے اس پیشگوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شائع کرا دیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضرور کوئی نشان دکھلا دیں گے۔ اسلئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ وہ دونوں تحریریں جو بطور عہد و اقرار کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوئی ہیں شائع کی جائیں۔ سو ہم بہ نیت اشاعت عام و اطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شائع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رویت بن کر اس سالانہ کارروائی سے خبر گیراں رہیں گے۔ اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا۔ اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی رو سے شائع کریں گے تا کہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اٹھائیں۔ اور پبلک کے لئے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے

اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو

راقــــــــم

خاکسار شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

ساہوکاران و دیگر ہندو صاحبان قادیان

کا خط

بنامِ مرزا صاحب

مرزا صاحب مخدوم و مکرم مرزا غلام احمد صاحب سلمۂ

بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آ کر قادیان میں ٹھہرے تو خدائتعالےٰ اس کو ایسے نشان دربارۂ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں۔ لنڈن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں۔ اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں۔ کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب ناا ہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہم بعض نامنصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کریں گے کہ جو اس قسم کے ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہو کر زمین پر گر جائیں

یا ایک سورج کی جگہ تین سورج اور ایک چاند کی جگہ دو چاند ہو جائیں۔ یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے جا لگے۔ یہ باتیں بلاشبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے۔ لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیرو زبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے۔ سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے۔ اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد اسلام کو قبول کرے۔ سو اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹھ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہو سکتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پا جانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو۔ کسی دل کو ہدایت کے لئے کھول دینا ایک ایسا امر ہے۔ جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے۔ سو ہم لوگ جو صدہا زنجیروں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازۂ ہدایت اپنے نفس پر کھول دیں گے اور جو پرمیشر سرب شکتیمان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ

یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے۔ جس کے حصہ میں وہ سعادت مقدر ہے اس کے لئے شرائط کی کیا حاجت ہے۔ اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں کشاں چشمۂ ہدایت تک لے آئے گی ایسا کہ آپ بھی اس کو روک نہیں سکتے۔ اور آپ ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں۔ اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کے لئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کریں گے کہ آپ کے اُن نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کر لیں گے۔ چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرا دیں گے اور آپ کے منکرین کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے اور آپ کی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے۔ اور بلاشبہ ہم ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیشگوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ و روز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نامنصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں۔ اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا۔ جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔

العبد ــــــــــــــــ

لچھمن رام بقلم خود۔ جو اس خط میں ہم نے لکھا ہے اس کے موافق عمل کریں گے۔

پنڈت بھارا مل بقلم خود ۔ بشنداس ولد رعدا ساہوکار بقلم خود ۔

منشی تاراچند کھتری بقلم خود ۔ پنڈت نہال چند ۔ سنت رام ۔

فتح چند ۔ پنڈت ہرکرن ۔ پنڈت بیجناتھ چودھری بازار قادیان بقلم خود ۔

بشنداس ولد ہیرانند برہمن ۔

(۲۷)

نامۂ مرزا غلام احمد صاحب

بجواب خط

ساہوکاران قادیان

عنایت فرمای من پنڈت نہال چند صاحب و پنڈت بھارا مل صاحب و لچھمی رام صاحب و لالہ بشنداس صاحب و منشی تارا چند صاحب و دیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق۔

بعد ما وجب ! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے بہ تمام تر شکر گذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جلشانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پُر انصاف خط کے پڑھنے سے بہت خوش ہوا۔ اور اس سے بھی زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کے لئے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے۔ اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے اور اس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک

کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا پاویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخبار میں چھپوا دیں۔ یہ امر کسی نوع سے موجب ناراضگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا۔ بلکہ یہ وہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی۔ اور ہر ایک منصف بھی۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے۔ صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں۔ بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اور اخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے کہ خداوند قادر وکریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے قوت ہدایت پانے کی بخشے۔ تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہو کر پھر محروم نہ رہیں۔ اے قادر مطلق کریم و رحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ بجز تیرے فیصلہ کر سکے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار

احقر عباد اللہ غلام احمد عفی اللہ عنہ

شہادت گواہان حاضر الوقت

ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں۔ اس معاہدہ فریقین کے گواہ ہیں۔ ہمارے روبرو ساہوکاران قادیانی نے جن کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی۔

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
میر عباس علی لودھیانوی	میر عبداللہ سنوری	شہاب الدین تھہ غلام نبی والا

مطبوعہ ریاض ہند امرتسر

(۲۸)

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

جان و دلم فدائے جمال محمد است ۔ خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش ۔ در ہر مکاں ندائے جلالِ محمد است
ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم ۔ یک قطرۂ ز بحر کمالِ محمد است

رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر

یہ رسالہ اس احقر مؤلف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیرالانام علیہ و آلہٖ الف الف سلام کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں مشتمل ہے۔ چنانچہ خود خداوند کریم جلشانہٗ و عزاسمہٗ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے۔ اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیمہ سے سبکدوش فرمایا۔ حقیقت میں اسی کا فضل ہے اور اسی کا کام جس نے چارطرفہ کشاکش مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی۔ ع

قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردسر بسیار بود

اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر بعرصہ چند ہفتوں کا کام ☆ ہے۔

☆ یہ رسالہ بعض مصالح کی وجہ سے اب تک کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھپ نہیں سکا مگر متفرق طور پر اس کی بعض پیشگوئیاں شائع ہوتی رہی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی شائع ہوتی رہیں گی۔

اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔ **اول** وہ پیشگوئیاں جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی جو کچھ راحت یا رنج یا حیات یا وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات یا انعامات الٰہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے۔ وہ ان پیشگوئیوں میں مندرج ہے۔ **دوسری** وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ اور ان میں سے ابھی کچھ کام باقی ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو وہ بقیہ بھی طے ہو جائے گا۔ **تیسری** وہ پیشگوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس قسم میں ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔ کیونکہ انہیں میں آج کل نئی نئی تیزی اور انکار اشد پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جس کے احسانات سے ہم کو بہ تمامتر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن و آسایش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھے اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیوں میں مجبوس و معکوس و مبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح و نصرت نصیب کرے۔ تاہم وہ بشارتیں بھی (اگر مل جائیں) اس عمدہ موقعہ پر درج رسالہ کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے۔ تا ہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں۔ الٰہٰذا ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو اس بندۂ ناچیز کو معذور تصور فرماویں۔ بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں۔ جیسے منشی **اندرمن** صاحب مراد آبادی و پنڈت **لیکھرام** صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا۔

اُن صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں۔ کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل میں نہیں۔ بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں۔ اور بنی نوع کی ہمدردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے۔ اور سب کے لئے ہم راحت و عافیت کے خواستگار ہیں۔ لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنجیدہ ہو۔ تو ہم اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔ ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی دل کے دُکھنے کا موجب ٹھہرے ہم سخت لعن و طعن کے لایق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہرینگے ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور عالم الغیب کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے۔ اور ہمیں کسی فرد بشر سے عداوت نہیں۔ اور گو کوئی بدظنی کی راہ سے کیسی ہی بدگوئی و بدزبانی کی مشق کر رہا ہے۔ اور ناخداترسی سے ہمیں آزار دے رہا ہے۔ ہم پھر بھی اس کے حق میں دعا ہی کرتے ہیں کہ اے خدائے قادر و توانا۔ اس کو سمجھ بخش۔ اور اس کو اس کے ناپاک خیال اور ناگفتنی باتوں میں معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ابھی اس کا مادہ ہی ایسا ہے۔ اور ہنوز اس کی سمجھ اور نظر اسی قدر ہے کہ جو حقایق عالیہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

زاہدِ ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست

درحقِ ما ہرچہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

اور باوجود اس رحمت عام کے کہ جو فطرتی طور پر خدائے بزرگ و برتر نے ہمارے وجود میں رکھی ہے۔ اگر کسی کی نسبت کوئی بات ناملائم یا کوئی پیشگوئی وحشت ناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر ہو تو وہ عالم مجبوری ہے جس کو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے رسالے میں تحریر کریں گے چنانچہ ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی

امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلا اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ القدیر بعد تصفیہ لکھی جائیں گی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ہم دُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دُعاؤں سے بفضلہ تعالیٰ ٹل سکتی ہے۔ اسی لئے رجوع کرنے والی مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور شوخیوں اور بے راہیوں سے باز آجاتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شایع ہو۔ ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں، اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔

اُن ہر سہ قسم کی پیش گوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی یہ پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے، برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں مندرج ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا

نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام **عنموائیل** اور **بشیر** بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الاول والآخر۔ مظهر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک

[illegible]

شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً ؁

پھر خدائے کریم جلّ شانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھریگا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔* اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریّت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا اور

---

* یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شایع ہوچکی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے۔ اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا۔ اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا۔ اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔ سو اس جگہ اُجڑے ہوئے گھر سے وہ اُجڑا ہوا گھر مراد ہے۔ ۱۲ منہ

اپنی طرف بُلاؤں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کریگا اور تیری ساری مُرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشونگا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولیگا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی[1] طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہانتک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔ فقط

الراقم

خاکسار **غلام احمد** مؤلف براہین احمدیہ

ہوشیار پور۔ طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس۔

۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء

(مطبوعہ باردوم ریاض ہند پریس قادیان سنہ ۱۸۹۳ء)

---

[1] امتی کا کمال ہے کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام انبیائے متبوعین علیہم السلام سے مشابہت پیدا کرے۔ یہی کامل اتباع کی حقیقت، اور علت غائی ہے جس کیلئے سورہ فاتحہ میں دعا کرنے کے لئے ہم لوگ مامور ہیں۔ بلکہ یہی انسان کی فطرت میں تقاضا پایا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے مسلمان لوگ اپنی اولاد کے نام بطور تفاؤل عیسیٰؑ، داؤدؑ، موسیٰؑ یعقوبؑ محمدؐ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ تا وہی اخلاق و برکات بطور ظلی ان میں بھی پیدا ہو جائیں۔ فتدبر۔ منہ ۱۲

(۲۹)

اسلامی انجمنوں کی خدمت میں

التماس ضروری

ایک خط انجمن اسلامیہ لاہور کے سکرٹری صاحب کی طرف سے اور ایسا ہی ایک تحریر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کی طرف سے کہ جو انجمن ہمدردی اسلامی لاہور کے سکرٹری ہیں، موصول ہو کر اس عاجز کے ملاحظہ سے گذری۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ ان عرضداشتوں پر معزز برادران اہل اسلام و منصفین اہلِ ہنود کے دستخط کرائے جائیں کہ جو مسلمانوں کی ترقی و تعلیم و ملازمت و نیز مدارس کی تعلیم میں اُردو زبان قایم رکھنے کے لئے گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی گئی ہیں۔ مگر افسوس کہ میں اول بوجہ علالت اپنی طبیعت کے اور پھر بوجۂ قیام ضروری امرتسر کے اس خدمت کو ادا نہیں کر سکا۔ لیکن بحکم الدین النصیحۃ اس قدر عرض کرنا اپنے بھائیوں کے دین اور دنیا کی بہبودی کا سمجھتا ہوں۔ کہ اگرچہ گورنمنٹ کی رحیمانہ نظر میں مسلمانوں کی شکستہ حالت بہرحال قابل رحم ٹھہرے گی جس گورنمنٹ نے اپنے قوانین میں مویشی اور چارپایوں سے ہمدردی ظاہر کی ہے وہ کیونکر ایک گروہ کثیر انسانوں کی ہمدردی سے کہ جو اس کی رعیت اور اس کی زیردست ہیں۔ اور ایک غربت اور مصیبت کی حالت میں پڑے ہیں، غافل رہ سکتی ہے۔ لیکن ہمارے معزز بھائیوں پر صرف یہ ہی واجب نہیں کہ وہ مسلمانوں کو افلاس اور تنزل اور نا تربیت یافتہ ہونے کی حالت میں دیکھ کر ہمیشہ اسی بات پر زور مارا کریں کہ کوئی میموریل طیار کر کے اور بہت سے دستخط کروا کر گورنمنٹ میں بھیجا جائے۔ ہر ایک کام دینی ہو یا دنیوی اس میں

استمداد سے پہلے اپنی خداداد طاقت اور ہمت کا خرچ کرنا ضروری ہے اور پھر اس فعل کی تکمیل کے لئے مدد طلب کرنا۔ خدا نے ہم کو ہماری ہر روزہ عبادت میں یہی تعلیم دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ایاك نعبد و ایاك نستعین کہیں۔ نہ یہ کہ ایاك نستعین و ایاك نعبد۔ مسلمانوں پر جن امور کا اپنی اصلاح حال کے لئے اپنی ہمت اور کوشش سے انجام دینا لازم ہے وہ انہیں فکر اور غور کے وقت آپ ہی معلوم ہو جائیں گے، حاجتِ بیان و تشریح نہیں۔ مگر اس جگہ ان امروں میں سے یہ امر قابل تذکرہ ہے جس پر گورنمنٹ انگلشیہ کی عنایات اور توجہات موقوف ہیں کہ گورنمنٹ ممدوحہ کے دل پر اچھی طرح یہ امر مرکوز کرنا چاہیئے کہ مسلمانان ہند ایک وفادار رعیت ہے۔ کیونکہ بعض ناواقف انگریزوں نے خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے کہ جو کمیشن تعلیم کے اب پریسیڈنٹ ہیں، اپنی ایک مشہور تصنیف میں اس دعوے پر بہت اصرار کیا ہے کہ مسلمان لوگ سرکار انگریزی کے دلی خیر خواہ نہیں ہیں اور انگریزوں سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ گو یہ خیال ڈاکٹر صاحب کا شریعت اسلام پر نظر کرنے کے بعد ہر ایک شخص پر محض بے اصل اور خلاف واقعہ ثابت ہوگا۔ لیکن افسوس کہ بعض کوہستانی اور بے تمیز سفہاء کی نالایق حرکتیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں اور شاید انہیں اتفاقی مشاہدات سے ڈاکٹر صاحب کا وہم بھی مستحکم ہوگیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی جاہل لوگوں کی طرف سے اس قسم کی حرکات صادر ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن محقق پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے لوگ اسلامی تدین سے دور و مہجور ہیں۔ اور ایسے ہی مسلمان ہیں جیسے مکلین عیسائی تھا۔ پس ظاہر ہے کہ ان کی یہ ذاتی حرکات ہیں۔ نہ شرعی پابندی سے۔ اور ان کے مقابل پر ان ہزارہا مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ جو ہمیشہ جان نثاری سے خیر خواہی دولت انگلشیہ کی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں جو فساد ہوا۔ اس میں بجز جہلاء اور بدچلن لوگوں کے اور کوئی شائستہ اور نیک بخت

مسلمان جو باعلم اور باتمیز تھا۔ ہرگز مفسدہ میں شامل نہیں ہوا۔ بلکہ پنجاب میں بھی غریب غریب مسلمانوں نے سرکار انگریزی کو اپنی طاقت سے زیادہ مدد دی چنانچہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی باوصف کم استطاعتی کے اپنے اخلاص اور جوش خیر خواہی سے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس مضبوط اور لایق سپاہی بہم پہنچا کر سرکار میں بطور مدد کے نذر کی۔ اور اپنی غریبانہ حالت سے بڑھ کر خیر خواہی دکھلائی۔ اور جو مسلمان لوگ صاحب دولت و ملک تھے۔ انہوں نے تو بڑے بڑے خدمات نمایاں ادا کئے۔ اب پھر ہم اس تقریر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ گو مُسلمانوں کی طرف سے اخلاص اور وفاداری کے بڑے بڑے نمونہ ظاہر ہو چکے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب نے مُسلمانوں کی بدنصیبی کی وجہ سے ان تمام وفاداریوں کو نظر انداز کر دیا اور نتیجہ نکالنے کے وقت ان مخلصانہ خدمات کو نہ اپنے قیاس کے صغریٰ میں جگہ دی اور نہ کبریٰ میں۔ بہرحال ہمارے بھائی مسلمانوں پر لازم ہے کہ گورنمنٹ پر اُن کے دھوکوں سے متاثر ہونے سے پہلے مجدد طور پر اپنی خیر خواہی ظاہر کریں۔ جس حالت میں شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کے لئے کامل مددگار ہو، قطعی حرام ہے تو پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ علمائے اسلام اپنے جمہوری اتفاق سے اس مسئلہ کو اچھی طرح شایع نہ کر کے ناواقف لوگوں کی زبان اور قلم سے موردِ اعتراض ہوتے رہیں جن اعتراضوں سے ان کے دین کی سستی پائی جائے اور ان کی دنیا کو ناحق کا ضرر پہنچے۔ سو اس عاجز کی دانست میں قرین مصلحت یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ لاہور و کلکتہ و بمبئی وغیرہ یہ بندوبست کریں کہ چند نامی مولوی صاحبان جن کی فضیلت اور علم اور زہد اور تقویٰ اکثر لوگوں کی نظر میں مسلم الثبوت ہو اس امر کے لئے چُن لئے جائیں کہ اطراف اکناف کے اہل علم کہ جو اپنے مسکن کے گرد و نواح میں کسی قدر شہرت رکھتے ہوں۔ اپنی اپنی عالمانہ تحریریں جن میں بر طبق

شریعت حقہ سلطنت انگلشیہ سے جو مسلمانانِ ہند کی مربّی و محسن ہے جہاد کرنے کی صاف ممانعت ہو ان علماء کی خدمت میں بہ ثبت مواہیر بھیجدیں کہ جو بموجب قرارداد بالا اس خدمت کیلئے منتخب کئے گئے ہیں اور جب سب خطوط جمع ہو جائیں تو یہ مجموعہ خطوط کہ جو **مکتوبات علماءِ ہند** سے موسوم ہو سکتا ہے۔ کسی خوشخط مطبع میں بہ صحت تمام چھاپا جائے اور پھر دس بیس نسخہ اس کے گورنمنٹ میں اور باقی نسخجات متفرق مواضع پنجاب و ہندوستان خاص کر سرحدی ملکوں میں تقسیم کئے جائیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض غم خوار مسلمانوں نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے خیالات کا ردّ لکھا ہے۔ مگر یہ دو چار مسلمانوں کا ردّ جمہوری ردّ کا ہرگز قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ جمہوری ردّ کا اثر ایسا قوی اور پُر زور ہو گا جس سے ڈاکٹر صاحب کی تمام غلط تحریریں خاک سے مل جائیں گی۔ اور بعض ناواقف مسلمان بھی اپنے سچے اور پاک اصول سے بخوبی مطلع ہو جائیں گے اور گورنمنٹ انگلشیہ پر بھی صاف باطنی مسلمانوں کی اور خیر خواہی اس رعیت کی کماحقہ کھل جائیگی اور بعض کو ہستانی جہلاء کے خیالات کی اصلاح بھی بذریعہ اسی کتاب کی وعظ اور نصیحت کے ہوتی رہے گی۔ بالآخر یہ بات بھی ظاہر کرنا ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ اگرچہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر ان احسانات کے کہ جو سلطنت انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامہ خلائق پر وارد ہیں، سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں۔ لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکر گذار ہونگے اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے نعمتِ عظمٰی یقین نہ کریں۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پُر ملالت میں تھے۔ اور پھر کیسے امن و امان میں آ گئے۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت ان کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ جس کے آنے سے سب تکلیفیں اُن کی دُور ہوئیں۔ ہر یک قسم کے ظُلم اور تعدّی سے نجات حاصل ہوئی اور ہر ایک ناجائز روک۔ اور مزاحمت سے آزادی میسّر آئی۔ کوئی ایسا مانع نہیں کہ جو ہم کو نیک کام کرنے سے روک سکے یا ہماری آسایش میں خلل ڈال سکے۔ پس

حقیقت میں خداوندکریم ورحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا ہے جس سے پودہ اسلام کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے اور جس کے فوائد کا اقرار حقیقت میں خدا کے احسانوں کا اقرار ہے۔ یہی سلطنت ہے جس کی آزادی ایسی بدیہی اور مسلم الثبوت ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے مظلوم مسلمان ہجرت کر کے اس ملک میں آنا بدل وجان پسند کرتے ہیں۔ جس صفائی سے اس سلطنت کے ظلّ حمایت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اور ان کی بدعات مخلوطہ دُور کرنے کے لئے وعظ ہو سکتا ہے اور جن تقریبات سے علماء اسلام کو ترویج دین کے لئے اس گورنمنٹ میں جوش پیدا ہوتے ہیں اور فکر اور نظر سے اعلیٰ درجہ کا کام لینا پڑتا ہے اور عمیق تحقیقاتوں سے تائید دین متین میں تالیفات ہو کر حجت اسلام مخالفین پر پوری کی جاتی ہے۔ وہ میری دانست میں آجکل کسی اَور ملک میں ممکن نہیں۔ یہی سلطنت ہے جس کی عادلانہ حمایت سے علماء کو مدتوں کے بعد گویا صدہا سال کے بعد یہ موقعہ ملا کہ بے دھڑک بدعات کی آلودگیوں سے اور شرک کی خرابیوں سے اور مخلوق پرستی کے فسادوں سے نادان لوگوں کو مطلع کریں اور اپنے رسُول مقبول کا صراط مستقیم کھول کر ان کو بتلاویں۔ کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جس کے زیر سایہ تمام مسلمان ہیں اور آزادی سے بسر کرتے ہیں اور فرائض دین کو کماحقہٗ بجالاتے ہیں اور ترویج دین میں سب مُلکوں سے زیادہ مشغول ہیں، جائز ہو سکتی ہے حاشا وکلا ہرگز جائز نہیں۔ اور نہ کوئی نیک اور دیندار آدمی ایسا بدخیال دل میں لاسکتا ہے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ دنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایۂ عاطفت میں بعض بعض اسلامی مقاصد ایسے حاصل ہوتے ہیں کہ جو دوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔ شیعوں کے ملک میں جاؤ تو وہ سُنّت جماعت کے وعظوں سے افروختہ ہوتے ہیں۔ اور سُنّت جماعت کے ملکوں میں شیعہ اپنی رائے ظاہر کرنے سے خائف ہیں۔ ایسا ہی مقلدین موحدین کے شہروں میں اور موحدین مقلدین کی بلاد میں دم نہیں مار سکتے۔ اور گو کسی بدعت کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیں مونھ سے بات نکالنے کا موقعہ نہیں رکھتے۔ آخر یہی سلطنت ہے جس کی پناہ میں ہر یک فرقہ امن

آرام سے اپنی رائے ظاہر کرتا ہے اور یہ بات اہلِ حق کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ جس ملک میں بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ نصیحت دینے کا حوصلہ ہی نہیں۔ اس ملک میں کیونکر راستی پھیل سکتی ہے۔ راستی پھیلانے کے لئے وہی ملک مناسب ہے۔ جس میں آزادی سے اہلِ حق وعظ کر سکتے ہیں۔ یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ دینی جہادوں سے اصلی غرض آزادی کا قائم کرنا اور ظلم کا دُور کرنا تھا اور دینی جہاد انہیں ملکوں کے مقابلہ پر ہوئے تھے جن میں واعظین کو اپنے وعظ کے وقت جان کا اندیشہ تھا اور جن میں امن کے ساتھ وعظ ہونا قطعی محال تھا اور کوئی شخص طریقہ حقہ کو اختیار کر کے اپنی قوم کے ظُلم سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن سلطنت انگلشیہ کی آزادی نہ صرف ان خرابیوں سے خالی ہے بلکہ اسلامی ترقی کی بدرجہٗ غایت ناصر اور مؤید ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس خداداد نعمت کا قدر کریں۔ اور اس کے ذریعہ سے اپنی اپنی دینی ترقیات میں قدم بڑھادیں۔ اور اس طرف بھی توجہ کریں کہ اس مربّی سلطنت کی شکر گذاری کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ جیسا ان کی دولت ظاہری کی خیر خواہی کی جائے ایسا ہی اپنے وعظ اور معقول بیان اور عمدہ تالیفات سے یہ کوشش کی جائے کہ کسی طرح دین اسلام کی برکتیں بھی اس قوم کے حصہ میں آجائیں اور یہ امر بجز رفق اور مدارات اور محبت اور حلم کے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندوں پر رحم کرنا اور عرب اور انگلستان وغیرہ ممالک کا ایک ہی خالق سمجھنا اور اس کی عاجز مخلوق کی دل وجان سے غم خواری کرنا اصل دین و ایمان کا ہے۔ پس سب سے اوّل بعض اُن ناواقف انگریزوں کے اس وہم کو دُور کرنا چاہیئے کہ جو بوجہٗ ناواقفیت یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا قوم مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ جو نیکی کرنے والوں سے بدی کرتی ہے اور اپنے محسنوں سے ایذاء کے ساتھ پیش آتی ہے اور اپنی مربّی گورنمنٹ کی بدخواہ ہے حالانکہ اپنے محسن کے ساتھ باحسان پیش آنے کی تاکید جس قدر قرآن شریف میں ہے اور کسی کتاب میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ وقال اللّٰہ تعالیٰ۔ انّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ۔ وقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم۔ من اصطنع الیکم معروفا

فجازوہ فان عجزتم عن مجازاتہ فادعوا لہ حتی یعلم انکم قد شکرتم فان اللّٰہ

شاکر یحب الشاکرین۔

المُلتمس:۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہٗ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم ملحقہ ٹائٹل صفحہ الف و ب۔ مطبوعہ ۱۸۸۲ء۔ سفیر ہند پریس امرتسر)

---

(۳۰)

عُذر و اطلاع

٭ اب کی دفعہ جو کہ حصہ سوم کے نکلنے میں حد سے زیادہ توقف ہو گئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ طرح طرح کے شکوک و شبہات بھی کرتے ہوں۔ مگر واضح رہے کہ یہ توقف ہماری طرف سے ظہور میں نہیں آئی بلکہ اتفاق یہ ہو گیا کہ جب مئی ۱۸۸۱ء کے مہینہ میں کچھ سرمایہ جمع ہونے کے بعد مطبع سفیر ہند امرتسر میں اجزاء کتاب کے چھپنے کے لئے دیئے گئے۔ اور امید تھی کہ غائت کار دو ماہ میں حصہ سوم چھپ کر شایع ہو جائے گا۔ لیکن تقدیری اتفاق سے جس میں انسان ضعیف البنیان کی کچھ پیش نہیں جا سکتی۔ مہتمم صاحب مطبع سفیر ہند طرح طرح کی ناگہانی آفات اور مجبوریوں میں مبتلا ہو گئے۔ جن مجبوریوں کی وجہ سے ایک مدت دراز تک مطبع بند رہا۔ چونکہ یہ توقف ان کے اختیار سے باہر تھی۔ اس لئے ان کی قائمی جمعیت تک برداشت سے انتظار کرنا مقتضاء انسانیت تھا سو الحمد للہ کہ بعد ایک مُدت کے اُن کے موانع کچھ رو بخفت ہو گئے اور اب کچھ تھوڑے عرصہ سے حصہ سوم کا چھپنا شروع ہو گیا۔ لیکن چونکہ اس حصہ کے چھپنے میں بوجہ موانع مذکورہ بالا ایک زمانہ دراز گذر گیا۔ اس لئے ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کو قرین مصلحت سمجھا کہ اس حصہ کے

٭ طبع اوّل کا ذکر ہے

مکمل طور پر چھپنے کا انتظار کیا جائے۔ اور جس قدر اب تک چھپ چکا ہے وہی خریداروں کی خدمت میں بھیجا جاوے تا ان کی تسلّی و تشفی کا موجب ہو اور جو کچھ اس حصّہ میں سے باقی رہ گیا ہے۔ وہ انشاء اللہ القدیر چہارم حصّہ کے ساتھ جو ایک بڑا حصّہ ہے، چھپوا دیا جائے گا۔

شاید ہم بعض دوستوں کی نظر میں اس وجہ سے قابلِ اعتراض ٹھہریں کہ ایسے مطبع میں جس میں ہر دفعہ لمبی لمبی توقف پڑتی ہے کیوں کتاب کا چھپوانا تجویز کیا گیا۔ سو اس اعتراض کا جواب ابھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ مہتمم مطبع کی طرف سے لاچاری توقف ہے نہ اختیاری۔ اور وہ ہمارے نزدیک ان مجبوریوں کی حالت میں قابلِ رحم ہیں نہ قابلِ الزام۔ ماسوائے اس کے مطبع سفیر ہند کے مہتمم صاحب میں ایک عمدہ خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت صحت اور صفائی اور محنت اور کوشش سے کام کرتے ہیں اور اپنی خدمت کو عرق ریزی اور جانفشانی سے انجام دیتے ہیں۔ یہ پادری صاحب ہیں مگر باوجود اختلاف مذہب کے خدا نے ان کی فطرت میں یہ ڈالا ہوا ہے کہ اپنے کام منصبی میں اخلاص اور دیانت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ ان کو اس بات کا ایک سودا ہے کہ کام کی عمدگی اور خوبی اور صحت میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ انہیں وجوہ کی نظر سے باوجود اس بات کے کہ دوسرے مطابع کی نسبت ہم کو اس مطبع میں بہت زیادہ حق الطبع دینا پڑتا ہے۔ تب بھی انہیں کا مطبع پسند کیا گیا اور آئندہ امید قوی ہے کہ ان کی طرف سے حصّہ چہارم کے چھپنے میں کوئی توقف نہ ہو۔ صرف اس قدر توقف ہوگی کہ جب تک کافی سرمایہ اس حصہ کے لئے جمع ہو جائے۔ سو مناسب ہے کہ ہمارے مہربان خریدار اب کی طرح اس حصّہ کے انتظار میں مضطرب اور متردّد نہ ہوں۔ جبھی کہ وہ حصّہ چھپے گا خواہ جلدی اور خواہ کچھ دیر سے، جیسا خدا چاہے گا فی الفور تمام خریداروں کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ اور اس جگہ اُن تمام صاحبوں کی توجہ اور اعانت کا شکر کرتا ہوں جنہوں نے خالصاً للہ حصہ سوم کے چھپنے کے لئے مدد دی۔ اور یہ عاجز خاکسار اَب کی دفعہ ان عالی ہمت صاحبوں کے اسماء مبارکہ لکھنے سے اور نیز دوسرے خریداروں کے اندراجِ نام سے بوجہ عدم گنجائش اور بباعث بعض مجبوریوں کے مقصر ہے۔ لیکن بعد اس کے اگر خدا چاہے گا اور نیت درست

ہوگی تو کسی آیندہ حصّہ میں بہ تفصیل تمام درج کئے جائیں گے ؛

اور نیز اس جگہ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس حصّہ سوم میں تمام وہ تمہیدی اُمور لکھے گئے ہیں جن کا غور سے پڑھنا اور یاد رکھنا کتاب کے آئندہ مطالب سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے اور اس کے پڑھنے سے یہ بھی واضح ہوگا کہ خدا نے دینِ حق اسلام میں وہ عزّت اور عظمت اور برکت اور صداقت رکھی ہے جس کا مقابلہ کسی زمانہ میں کسی غیر قوم سے کبھی نہیں ہو سکا اور نہ اَب ہو سکتا ہے اور اس امر کو مدلّل طور پر بیان کر کے تمام مخالفین پر اتمام حجّت کیا گیا ہے اور ہریک طالبِ حق کے لئے ثبوتِ کامل پانے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے تا حق کے طالب اپنے مطلب اور مُراد کو پہنچ جاویں اور تا تمام مخالف سچائی کے کامل نوروں کو دیکھ کر شرمندہ اور لاجواب ہوں اور وہ لوگ بھی نادم اور منفعل ہوں جنہوں نے یورپ کی چھوٹی روشنی کو اپنا دیوتا بنا رکھا ہے اور آسمانی برکتوں کے قائلوں کو جاہل اور وحشی اور ناتربیت یافتہ سمجھتے ہیں اور سماوی نشانوں کے ماننے والوں کا نام احمق اور سادہ لوح اور نادان رکھتے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ یورپ کے علم کی نئی روشنی اسلام کی روحانی برکتوں کو مٹادے گی اور مخلوق کا مکر خالق کے نوروں پر غالب آجائے گا۔ سو اب ہریک منصف دیکھیگا کہ کون غالب آیا اور کون لاجواب اور عاجز رہا اور کون صادق اور دانشمند ہے۔ اور کون کاذب اور نادان۔ واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان ؛

خاکسار:۔ غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم بار دوم صفحہ ۲ و ۳ ملحقہ ٹائیٹل جنوری ۱۹۰۵ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(۳۱)

اشتہار واجب الاظہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطانی کشمیری و صابر علی نے روبروئے مرزا نواب بیگ، و میاں شمس الدین و مرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ قول نامبردگان سراسر افترا اور دروغ و بمقتضائے کینہ و حسد و عناد جبلی ہے۔ جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم ان کے اس قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰-۲۲ سال سے زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے، سراسر دروغ ہے۔ ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی اپنے والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں اور ان کے گھر متصل منشی مولا بخش صاحب ملازم ڈاک ریلوے اور بابو محمد صاحب کلرک دفتر نہر رہتے ہیں۔ معترضین یا جس شخص کو شبہ ہو اس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کے لئے وہاں چلا جاوے اور اس جگہ ارد گرد

سے خوب دریافت کرلے۔ اگر کرایہ آمد و رفت موجود نہ ہو تو ہم اس کو دے دیں گے۔ لیکن
اگر اب بھی جاکر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آوے تو بجز اس کے کہ ہمارے
اور تمام حق پسندوں کی نظر میں لعنت اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے اور نیز زیر عتاب
حضرت احکم الحاکمین کے آوے اور کیا ثمرہ اس یاوہ گوئی کا ہوگا۔ خداتعالےٰ ایسے شخصوں کو
ہدایت دیوے کہ جو جوش حسد میں آکر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اس دروغ گوئی کے
مآل کو بھی نہیں سوچتے۔ اس جگہ اس وہم کا دور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ جو بمقام ہوشیارپور
ایک آریہ صاحب نے اس پیشگوئی پر بصورت اعتراض پیش کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے پیدا
ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ یعنی دائیاں بھی معلوم کرسکتی ہیں کہ لڑکا پیدا
ہوگا یا لڑکی۔ واضح رہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی و حق پوشی
ہے۔ کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعویٰ نہیں کرسکتی بلکہ ایک حاذق طبیب بھی ایسا دعوےٰ
ہرگز نہیں کرسکتا کہ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں
صرف ایک اٹکل ہوتی ہے کہ جو بارہا خطا جاتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے
دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں و بعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ
آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام جو سخت مخالف اور نیز شرمپت ساکنان قصبہ قادیان ہیں
ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیشگوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جاوے تو ایسا
بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا۔ اور
اگر شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں
کھول کر دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے
جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ
و آلہٖ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان
ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مردہ

کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دُعا کر کے ایک رُوح واپس منگوایا جاوے۔ اور ایسا مُردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بائیبل میں لکھا گیا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ اور پھر باوصف ان سب عقلی و نقلی جرح و قدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مُردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا۔ اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہاں سے رخصت ہو جاتا جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی دُعا سے بھی کوئی رُوح دنیا میں آئی تو درحقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی رُوح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص رُوح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو احسن من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالےٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دُعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردہ کی بھی رُوح ہی دُعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دُعا سے ایک رُوح ہی منگائی گئی ہے مگر اُن رُوحوں اور اِس رُوح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مُرتد ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت۔ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے۔ وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ وہی خاک اس کے سر پر اُس کی آنکھوں پر اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل اور رُسوا کرے گی اور ہمارے نبی کریم کی شان

شوکت اس کی عداوت اور اس کے بُخل سے کم نہیں ہوگی بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ کیا تم فجر کے قریب آفتاب کو نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفتابِ صداقت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خدا تعالیٰ تمہارے کینوں اور بُخلوں کو دُور کرے۔ والسلام علے من اتبع الھدیٰ

راقـــــــم

خاکسار غلام احمد مؤلف براہین احمدیہ

از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء۔ روز دوشنبہ

مطبوعہ چشمہ فیض قادری بٹالہ شریف

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۲ صفحوں پر چار کالم کا ۲۵ سطری مسطر پر چھپا ہوا ہے)

---

(۳۲)

اشتہار[1] صدق آثار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ

---

[1] یہ اشتہار علیحدہ بھی ہے اور اخبار ریاض ہند جلد ۱ نمبر ۲۵ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۰۳ کالم ۲ پر بھی شایع ہوا ہے (المرتب)

لڑکے کی بشارت دی گئی ہے۔ کسی لفظی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اوس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہریک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے۔ انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دُعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا ✗ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنیوالا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جلشانہٗ کا ہے اس لئے اوسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آیندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شایع کیا جاوے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

المشتھر:۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ

✗ عربی الہام کے یہ دو فقرہ ہیں۔ نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب النزول پر دلالت کرتے ہیں منہ

چونکہ اشتہار چھپنے میں شاید کسی قدر مطبع میں دیر ہو اس لئے چند قلمی نقلیں ان کی رجسٹری کرا کر بخدمت منشی اندرمن صاحب مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری و پنڈت سوامی شیونرائن صاحب اگنی ہوتری و منشی جیونداس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور و لالہ رام لچھمن صاحب ہڈماسٹر گورنمنٹ سکول لودھیانہ و پادری عماد الدین صاحب و لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور و پادری ٹھاکرداس صاحب جھنگ خاص و مسٹر عبداللہ آتھم صاحب پنشنر سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بلا توقف بھیجی گئی ہیں ۔

مطبوعہ چشمہ فیض قادری پریس بٹالہ شریف

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۳۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار صداقت انوار

بغرض دعوت مقابلہ چہل روزہ

گرچہ ہر کس ز رہِ لاف بیانے دارد ٭ صادق آنست کہ از صدق نشانے دارد

ہمارے اشتہارات گزشتہ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو معزز آریہ صاحب یا پادری صاحب یا کوئی اور صاحب مخالف اسلام ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی صاحب ایک سال تک **قادیان** میں ہمارے پاس آکر ٹھہرے تو در صورت نہ دیکھنے کسی آسمانی نشان کے چوبیس سَو ۲۴۰۰ روپیہ انعام پائیے[1] گا مستحق ہوگا۔ سو ہر چند ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب کے پادری صاحبان و آریہ صاحبان کی خدمت میں اسی مضمون کے خط رجسٹری کرا کر بھیجے مگر کوئی صاحب قادیان میں تشریف نہ لائے۔ بلکہ منشی اندرمن صاحب کے لئے تو مبلغ چوبیس سَو ۲۴۰۰ روپیہ نقد لاہور میں بھیجا گیا۔ تو وہ کنارہ کر کے فرید کوٹ کی طرف چلے گئے۔ ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھرام نام پشاوری قادیان میں ضرور آئے تھے اور اُن کو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دو چند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کر کے ایک سال تک ٹھہرو اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو۔ تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا اور خلاف واقعہ سراسر دروغ بے فروغ اشتہارات چھپوائے۔ سو اُن کیلئے

---

[1] چونکہ اصل اشتہار میں اسی طرح لکھا ہے اس لئے ہم نے نقل میں بھی ویسا ہی لکھ دیا ہے مگر صحیح "پانے کا" ہے۔ دیکھو سُرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار سوم۔ دسمبر ۱۹۰۷ء میگزین پریس قادیان کا صفحہ ۱۹۷ ٭

ذر رسالہ سُرمہ چشم آریہ[1] میں دو بار بھی چالیس دن تک اس جگہ رہنے کا پیغام تحریر کیا گیا ہے۔ ناظرین اس کو پڑھ لیں۔ لیکن یہ اشتہار اتمام حُجّت کی غرض سے بمقابل منشی جیون داس صاحب جو سب آریوں کی نسبت شریف اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں اور لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیار پور جو وہ بھی میری دانست میں آریوں میں سے غنیمت ہیں اور منشی اندرمن صاحب مُرادآبادی جو گویا دوسرا مدرعہ سوستی صاحب کا ہیں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس امرتسر جو حضرات عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج آدمی ہیں اور پادری عماد الدین لاہز صاحب امرتسری اور پادری ٹھاکرداس صاحب مؤلف کتاب اظہارِ عیسوی شائع کیا جاتا ہے کہ اب ہم بجائے ایک سال کے صرف چالیس روز اس شرط سے مقرر کرتے ہیں کہ جو صاحب آزمایش و مقابلہ کرنا چاہیں۔ وہ برابر چالیس دن تک ہمارے پاس قادیان میں یا جس جگہ اپنی مرضی سے ہمیں رہنے کا اتفاق ہو، رہیں اور برابر حاضر رہیں۔ پس اس عرصہ میں اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا تو نہ ہو مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کر کے دکھلاویں تو مبلغ پانسو روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلا توقف اُن کو دیا جائے گا لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بپایہ صداقت پہنچ گئی۔ تو صاحب مقابل کو بشرف اسلام مشرف ہونا پڑے گا۔ اور یہ بات نہایت ضروری قابل یادداشت ہے کہ پیشگوئیوں میں صرف زبانی طور پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی طرف سے شرائط لگانا ناجائز اور غیر مسلّم ہوگا۔ بلکہ سیدھا راہ شناخت پیشگوئی کا یہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ پیشگوئی صاحب مقابل کی رائے میں کچھ ضعف یا شک رکھتی ہے یا اُن کی نظر میں قیافہ وغیرہ سے مشابہ ہے تو اسی عرصہ چالیس روز میں وہ بھی ایسی پیشگوئی ایسے ہی ثبوت سے ظاہر کر کے دکھلادیں۔ اور اگر مقابلہ سے عاجز رہیں تو پھر حجّت ان پر تمام ہوگی اور بحالت سچے نکلنے پیشگوئی کے بہرحال انہیں مسلمان ہونا پڑے گا اور یہ تحریریں پہلے سے جانبین میں تحریر ہوکر انعقاد پا جائیں گی۔ چنانچہ اس رسالہ کے شایع ہونے کے وقت سے یعنی ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے ٹھیک تین ماہ کی مہلت صاحبان موصوف کو دی جاتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں ان کی طرف سے

---

[1] دیکھئے سرمہ چشم آریہ طبع اوّل کا صفحہ ۱۹۰ سطر پنجم (المرتب)

اس مقابلہ کے لئے کوئی منصفانہ تحریک نہ ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ گریز کر گئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب

(منقول از سُرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل۔ ریاض ہند پریس امرتسر۔ ستمبر ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۵۹-۲۶۰)

---

(۳۴)

اشتہار مُفید الاخیار

جاگو جاگو آریو نیند نہ کرو پیارو

چونکہ آج کل اکثر ہندوؤں اور آریوں کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ وہ کچھ کچھ کتابیں عیسائیوں کی جو اسلام کی نکتہ چینی میں لکھی گئی ہیں۔ دیکھ کر اور ان پر پورا پورا اطمینان کر کے اپنے دلوں میں یہ خیال کر لیتے ہیں کہ حقیقت میں یہ اعتراضات درست اور واقعی ہیں۔ اس لئے قرین مصلحت سمجھ کر اس عام اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے کہ اول تو عیسائیوں کی کتابوں پر اعتماد کر لینا اور براہ راست کسی فاضل اہل اسلام سے اپنی عقدہ کشائی نہ کرانا اور اپنے اوہام فاسدہ کا محققین اسلام سے علاج طلب نہ کرنا اور خائنین عناد پیشہ کو امین سمجھ بیٹھنا سراسر بے راہی ہے جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ دانشمند لوگ خوب جانتے ہیں کہ یہ جو پادری صاحبان پنجاب اور ہندوستان میں آکر اپنے مذہب کی تائید میں دن رات ہزارہا منصوبے باندھ رہے ہیں یہ ان کے ایمانی جوش کا تقاضا نہیں بلکہ انواع اقسام کے اغراض نفسانی ان کو ایسے کاموں پر آمادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ انتظام مذہبی جس کے باعث سے یہ لوگ ہزارہا روپیہ تنخواہیں

پاتے ہیں، درمیان سے اُٹھایا جاوے تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ ان کا جوش و خروش کہاں ہے ماسوا اس کے ان لوگوں کی ذاتی علمیت اور دماغی روشنی بھی بہت کم ہوتی ہے اور یُورپ کے ملکوں میں جو واقعی دانا اور فلاسفر اور دقیق النظر ہیں۔ وہ پادری کہلانے سے کراہت اور عار رکھتے ہیں اور ان کو ان کے بیہودہ خیالات پر اعتقاد بھی نہیں۔ بلکہ یُورپ کے عالی دماغ حکمار کی نگاہوں میں پادری کا لفظ ایسا خفیف اور دُور از فضیلت سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس لفظ سے یہ مفہوم لازم پڑا ہوا ہے کہ جب کسی کو پادری کر کے پکارا جاوے تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی گذر جاتا ہے کہ یہ شخص اعلےٰ درجہ کی علمی تحصیلوں اور لیاقتوں اور باریک خیالات سے بے نصیب ہے۔ اور جس قدر ان پادری صاحبان نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے اور بار بار ٹھوکریں کھا کر اپنے خیالات میں پلٹے کھائے ہیں اور طرح طرح کی ندامتیں اُٹھا کر پھر اپنے اقوال سے رجوع کیا ہے۔ یہ بات اس شخص کو بخوبی معلوم ہوگی جو اُن کے اور فضلاء اسلام کے باہمی مباحثات کی کتابوں پر ایک محیط نظر ڈالے۔ ان کے اعتراضات تین قسم سے باہر نہیں۔ یا تو ایسے ہیں کہ جو سراسر افتراء اور بُہتان ہیں۔ جن کی اصلیّت کسی جگہ پائی نہیں جاتی اور یا ایسے ہیں کہ فی الحقیقت وہ باتیں ثابت تو ہیں لیکن محل اعتراض نہیں محض سادہ لوحی اور کور باطنی اور قلت تدبّر کی وجہ سے اُن کو جائے اعتراض سمجھ لیا ہے اور یا بعض ایسے امور ہیں کہ کسی قدر تو سچ ہیں جو ایک ذرّہ جائے اعتراضات نہیں ہو سکتے اور باقی سب بُہتان اور افتراء ہیں جو ان کے ساتھ ملائے گئے ہیں۔ اب افسوس تو یہ ہے کہ آریوں نے اپنے گھر کی عقل کو بالکل استعفاء دے کر ان کی تمام دُور از صداقت کارروائیوں کو سچ مچ صحیح اور درست سمجھ لیا ہے۔ اور بعض آریہ ایسے بھی ہیں کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ کسی جگہ سے ادھورا سا دیکھ کر یا کوئی قصّہ بے سرو پا کسی جاہل یا مخالف سے سُنکر جھٹ پٹ اوس کو بناء اعتراض قرار دے دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں خدا تعالےٰ کا خوف نہیں ہوتا۔ اس کی عقل بھی بباعث تعصب اور عناد کی زہر دل کے نہایت ضعیف اور مُردہ کی طرح ہو

جاتی ہے۔ اور جو بات عین حکمت اور معرفت کی ہو وہ اس کی نظر سقیم میں سراسر عیب دکھائی دیتی ہے سو اسی خیال سے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے اور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جس قدر اُصول اور تعلیمیں قرآن شریف کی ہیں وہ سراسر حکمت اور معرفت اور سچائی سے بھری ہوئی ہیں اور کوئی بات ان میں ایک ذرّہ مواخذہ کے لائق نہیں۔ اور چونکہ ہر ایک مذہب کے اصولوں اور تعلیموں میں صدہا جزئیات ہوتی ہیں اور ان سب کی کیفیت کا معرض بحث میں لانا ایک بڑی مُہلت کو چاہتا ہے اس لئے ہم اس بارہ میں قرآن شریف کے اصولوں کے منکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں کہ اگر اُن کو اُصول اور تعلیمات قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے کہ وہ اوّل بطور خود خوب سوچ کر دو تین ایسے بڑے سے بڑے اعتراض بحوالہ آیات قرآنی پیش کریں جو ان کی دانست میں سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہوں جو ایک پہاڑ کو ذرّہ سے نسبت ہوتی ہے۔ یعنی ان کے سب اعتراضوں سے ان کی نظر میں اقویٰ و اشد اور انتہائی درجہ کے ہوں جن پر اُن کی نکتہ چینی کی پُر زور نگاہیں ختم ہوگئی ہوں۔ اور نہایت شدّت سے دوڑ دوڑ کر انہیں پر جا ٹھہری ہوں۔ سو ایسے دو یا تین اعتراض بطور نمونہ پیش کرکے حقیقت حال کو آزما لینا چاہیئے کہ اس سے تمام اعتراضات کا بآسانی فیصلہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے تو پھر چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابُود ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم ان کا کافی و شافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اصولوں اور تعلیموں کو فریق مخالف نے بمقابلہ ان اصولوں اور تعلیموں کے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دور از صداقت خیالات ہیں۔ تو ایسی حالت میں فریق مخالف کو درحالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جائے گا۔ لیکن اگر فریق مخالف انجام کار جُھوٹا نکلا اور وہ تمام خوبیاں جو ہم اپنے اُن اصولوں یا تعلیموں میں ثابت کرکے دکھلاویں بمقابل اُن کے وہ اپنے اصولوں میں ثابت نہ کر سکا۔ تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسے بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور اسلام لانے کے لئے اوّل

حلف اُٹھا کر اسی عہد کا اقرار کرنا ہوگا۔ اور پھر بعد میں ہم اس کے اعتراضات کا جواب ایک رسالہ مستقلہ میں شایع کرا دیں گے۔ اور جو اس کے بالمقابل اُصولوں پر ہماری طرف سے حملہ ہوگا اس حملہ کی مدافعت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک مستقل رسالہ شایع کرے اور پھر دونوں رسالوں کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود فریق مخالف کے حلف اُٹھانے پر فیصلہ ہوگا جس طرح وہ راضی ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فریق مخالف نامی عُلماء میں سے ہو۔ اور اپنے مذہب کی کتاب میں مادہ علمی بھی رکھتا ہو اور بمقابل ہمارے حوالہ اور بیان کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کر سکتا ہو تا ناحق ہمارے اوقات کو ضائع نہ کرے اور اگر اب بھی کوئی نامنصف ہمارے اس صاف صاف منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کر جائے اور بدگوئی اور دشنام دہی اور توہین اسلام سے بھی باز نہ آوے تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت میں اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اوتارنا نہیں چاہتا کہ جو خدائیتعالےٰ کی عدالت اور انصاف نے جھوٹوں اور بے ایمانوں اور بدزبانوں اور بخیلوں اور متعصبوں کی گردن کا ہار کر رکھا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؕ

بالآخر واضح رہے کہ اس اشتہار کے جواب میں ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے تین ماہ تک کسی پنڈت یا پادری جواب دہندہ کا انتظار کیا جائے گا اور اگر اس عرصہ میں علماء آریہ وغیرہ خاموش رہے تو انہیں کی خاموشی ان پر حُجّت ہوگی ؕ

المشتہر

خاکسار غلام احمد مؤلف رسالہ سُرمہ چشم آریہ

(منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل۔ ستمبر ۱۸۸۶ء۔

جو صفحہ ۲۶ کے آگے چسپاں ہے اور چار صفحہ کا اشتہار ہے ص ۱ تا ۴)

(المرتب)

(۳۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار محک اخیار و اشرار

ہم نے الفت میں تری بار اٹھایا کیا کیا ⁂ تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدق دل سے اپنے مولیٰ کریم جلّ شانہٗ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں اور سخت سخت آزمایشوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کو بدباطن لوگوں سے بہت کچھ رنجیدہ باتیں سُننی پڑتی ہیں۔ اور انواع اقسام کی مصائب و شدائد کو اُٹھانا پڑتا ہے اور نااہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگا رنگ کے بہتان ان کے حق میں باندھتے ہیں اور اُن کے نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یہی عادت اللہ اُن لوگوں سے جاری ہے جن پر اس کی نظر عنایت ہے۔ غرض جو اس کی نگاہ میں راست باز اور صادق ہیں وہ ہمیشہ جاہلوں کی زبان اور ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھاتے چلے آئے ہیں۔ سو چونکہ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے اس لئے اگر ہم بھی خویش و بیگانہ سے کچھ آزار اُٹھائیں تو ہمیں شکر بجا لانا چاہیئے اور خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لایق تو ٹھہرے کہ اس کی راہ میں دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں۔ سو اس طرح پر دُکھ اُٹھانا تو ہماری عین سعادت ہے۔ لیکن جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ بعض دشمنان دین اپنی افترا پردازی سے صرف ہماری ایذا رسانی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ بے تمیز اور بے خبر لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں تو اس صورت میں ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ حتی الوسع اُن ناواقف لوگوں کو فتنہ سے بچا دیں۔

سو واضح ہو کہ بعض مخالف ناخدا ترس جن کے دلوں کو زنگ تعصب و بخل نے سیاہ کر رکھا ہے۔ ہمارے اشتہار مطبوعہ ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کو یہودیوں کی طرح محرّف و مبدل کر کے اور کچھ کے کچھ معنے بنا کر سادہ لوح لوگوں کو سُناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شایع کرتے ہیں۔ تا دھوکا دے کر اُن کے یہ ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی۔ ہم اس کے جواب میں صرف لعنت اللہ علے الکاذبین کہنا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ ان بے عزّتوں اور دیوثوں کو بباعث سخت درجہ کے کینہ اور بُخل اور تعصّب کے اب کسی کی لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور اندیشہ نہیں رہا اور جو شرم اور حیا اور خدا ترسی لازمہ انسانیّت ہے۔ وہ سب نیک خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اُٹھ گئی ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے اِن میں پیدا ہی نہیں کیں اور جیسے ایک بیمار اپنی صحت یابی سے نو اُمید ہو کر اور صرف چند روز زندگی سمجھ کر سب پرہیزیں توڑ دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کھا پی لیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی اپنی مرض کینہ اور تعصب اور دشمنی کو ایک آزار لاعلاج خیال کر کے دل کھول کر بد پرہیزیاں اور بے راہیاں شروع کی ہیں۔ جن کا انجام بخیر نہیں۔ تعصب اور کینہ کے سخت جنون نے کیسی ان کی عقل ماردی ہے۔ نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولّد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے اور اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہو گئی ہے۔ ہاں اس اشتہار میں ایک یہ فقرہ ذوالوجوہ درج ہے کہ مُدّت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ مگر کیا اسی قدر فقرہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ مُدّت حمل سے ایام باقیماندہ حمل موجودہ مراد ہیں۔ کوئی اور مُدّت مراد نہیں اگر اس فقرہ کے سر پر اِس کا لفظ ہوتا تو بھی اعتراض کرنے کے لئے کچھ گنجایش نکل سکتی مگر جب الہامی عبارت کے سر پر اِس کا لفظ (جو مخصص وقت ہو سکتا ہے) وارد نہیں تو پھر خواہ نخواہ اس فقرہ سے وہ معنے نکالنا جو اس صورت میں نکالے جاتے جو اس کا لفظ فقرہ

مذکور کے سر پر ہوتا، اگر بے ایمانی اور بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔ دانشمند آدمی جس کی عقل اور فہم میں کچھ آفت نہیں اور جس کے دل پر کسی تعصب یا شرارت کا حجاب نہیں وہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی ذوالوجوہ فقرہ کے معنے کرنے کے وقت وہ سب احتمالات مدنظر رکھنے چاہئیں جو اس فقرہ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ سو فقرۂ مذکورہ بالا یعنے یہ کہ مدتِ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی شاہ صاحب لدھانوی نے اپنے اشتہار* آٹھ جون ۱۸۸۶ء میں کی ہے یعنی یہ کہ مدت موعودہ حمل سے جو

---

* حاشیہ۔ یہ اشتہار بھی فائدہ عامہ کے لئے یہاں حاشیہ میں درج کیا جاتا ہے۔

(المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم

اشتہار واجب الاظہار

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

مبارک وے جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے

(انجیل ۵-۱۰)

جب سے مرزا غلام احمد صاحب (مؤلف براھین احمدیہ) نے یہ دعویٰ ہر یک قوم کے مقابلہ پر کرنا شروع کیا ہے کہ خاص قرآن شریف میں ہی یہ ذاتی خاصیت پائی جاتی ہے کہ اس کے سچے اتباع سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں اور مقبولان الٰہی میں جگہ ملتی ہے۔ اور نہ صرف دعویٰ کیا بلکہ ان باتوں کا ثبوت دینے میں بھی اپنا ذمہ لیا۔ یوروپ اور امریکہ کے ملکوں تک رجسٹری کرا کر اسی ذمہ واری کے خط بھیجے اور اسی مضمون کا بیس ہزار اشتہار شایع کیا۔ تب سے آریوں اور

نو برس ہے) یا مدت معہودہ حمل سے (جو طبیبوں کے نزدیک اڑھائی برس یا کچھ زیادہ ہے) تجاوز نہیں کرسکتا۔ اگر حمل موجودہ میں حصر رکھنا مخصوص ہوتا تو عبارت یوں چاہیئے تھی کہ اس باقیماندہ ایام حمل سے ہرگز تجاوز نہیں کرے گا اور اسی وجہ سے ہم نے اُس اشتہار میں اشارہ بھی کر دیا تھا کہ وہ فقرہ مذکورہ بالا حمل موجودہ سے مخصوص نہیں ہے۔ مگر جو دل کے اندھے ہیں

بقیہ حاشیہ:۔ پادریوں وغیرہ کے دلوں پر ایک عجیب طور کا دھڑکا شروع ہو رہا ہے اور ہر طرف سے جزع اور فزع کی آوازیں آرہی ہیں۔ بالخصوص بعض اوباش طبع آریوں نے تو صرف زبان درازی اور دشنام دہی اور نالایق بہتانوں سے ہی کام لینا چاہا۔ تا کسی طرح آفتاب صداقت پر خاک ڈال دیں۔ مگر سچائی کے نور اُن کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ اور یہ تو قدیم سے عادت اللہ جاری ہے کہ ہمیشہ راست باز آدمی ستائے جاتے ہیں اور ان کے حق میں نااہل آدمی طرح طرح کی باتیں بولا کرتے ہیں۔ مگر آخر حق کا ہی بول بالا ہوتا ہے۔ اب تازہ افترا جو محض ناخدا ترسی کی راہ سے بعض نادان متعصب آریوں اور عیسائیوں نے کیا ہے۔ جس کا ذکر ایک شخص مسمیٰ پنڈت لیکھرام پشاوری کی طرف سے اشتہار مطبوعہ شفیق ہند پریس لاہور میں اور ایک عیسائی صاحب کی طرف سے پرچہ نور افشاں مطبوعہ ۳؍جون میں دیکھا گیا ہے، یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی سراسر غلط نکلی کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا کیونکہ ۱۵؍اپریل کو ان کے گھر میں دختر پیدا ہوگئی ہے۔ فقط۔

اب منصف لوگ جو راستی پسند ہیں۔ مرزا صاحب کے اشتہارات کو پڑھ کر اور پھر جو کچھ اُن مخالفوں نے ان اشتہارات کا نتیجہ نکالا ہے۔ اس پر بھی نظر ڈال کر سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا کینہ اور بغض اور ان کا مادہ ناخدا ترسی اور دروغگوئی کس حد تک بڑھ گیا ہے۔ ہر سہ اشتہارات جو مرزا صاحب نے اس بارہ میں چھپوائے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ پہلا اشتہار جس کو مرزا صاحب نے ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کو بمقام ہوشیار پور شایع کیا تھا۔ اس میں کوئی تاریخ درج نہیں کہ وہ لڑکا جس کے صفات اشتہار میں درج ہیں کب اور کس سال میں پیدا ہوگا۔ دوسرا اشتہار جو

وہ آنکھوں کے اندھے بھی ہو جاتے ہیں ؛

بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بڑی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اب کی دفعہ لڑکا عطا نہیں کیا۔ کیونکہ اگر وہ اَب کی دفعہ ہی پیدا ہوتا۔ تو ایسے لوگوں

بقیہ حاشیہ:۔ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب کی طرف سے شایع کیا گیا۔ یہ بہت مفید اشتہار ہے۔ اس میں بتصریح کھول دیا گیا ہے کہ وہ لڑکا نو برس کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اس میعاد سے تخلف نہیں کرے گا۔ لیکن تیسرا اشتہار جو مرزا صاحب کی طرف سے ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو جاری ہوا۔ اس کی الہامی عبارت ذوی الوجوہ اور کچھ گول گول ہے۔ اور اس میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ کب اور کس تاریخ میں پیدا ہوگا۔ ہاں اس میں ایک یہ فقرہ ہے کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ فقرہ کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ایک ذوی الوجوہ فقرہ ہے اگر الہامی عبارت کے سر پر لفظ **اِس** کا ہوتا یعنے عبارت یُوں ہوتی کہ اس مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا ضرور اس میں پیدا ہو جائے گا تو بلاشبہ مواخذہ کی جگہ تھی۔ مگر اب تو ناحق کی نکتہ چینی ہے جس سے بجُز اس کے کہ یہ ثابت ہو کہ معترض سخت درجہ کا متعصب اور کج فہم اور کج طبع یا سادہ لوح ہے اور کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ الہامات ربّانی یا قوانین سلطانی کی عبارتیں اسی پایہ اور عزّت کی ہوتی ہیں جن کے لفظ لفظ پر بحث کرنا چاہیئے۔ سو الہامی عبارت میں **اِس** کا لفظ متروک ہونا (جس سے حمل موجودہ میں پیشگوئی محدود ہو جاتی) صریح بتلا رہا ہے کہ اس جگہ حمل موجودہ مراد نہیں لیا گیا۔ بلکہ اس فقرہ کے دو معنے ہیں۔ تیسرے اَور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔

اوّل یہ کہ مدّت موعودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ یعنے نو برس سے۔ کیونکہ اس خاص لڑکے کے حمل کے لئے وہی مدت موعود ہے۔

دوسرے یہ معنے کہ مدت معہودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ سو مدت معہودہ حمل کی اکثر طبیبوں کے نزدیک ڈھائی برس بلکہ بعض کے نزدیک انتہائی مدت حمل کی تین برس تک بھی ہے۔

پر کیا اثر پڑ سکتا۔ جو پہلے ہی سے یہ کہتے تھے کہ قواعد طبّی کے رُو سے حمل موجودہ کی علامات سے

بقیہ حاشیہ۔ بہرحال ان دونوں وجوہ میں سے کسی وجہ کی رُو سے پیشگوئی کی صحت پر جرح نہیں ہو سکتا اسی لئے مرزا صاحب نے اسی اشتہار ۸ اپریل میں قیاسی طور پر یہ بھی صاف لکھ دیا تھا کہ غالباً وہ لڑکا اب یا اس کے بعد قریب حمل میں پیدا ہو گا۔ اور پھر اس اشتہار کی اخیر سطر میں مرزا صاحب نے یہ بھی تحریر کر دیا۔ کہ میں اسی قدر ظاہر کرتا ہوں جو مجھ پر منجانب اللہ ظاہر کیا گیا اور آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہو گا۔ وہ بھی شایع کیا جائے گا۔ سوم مرزا صاحب نے اپنے اسی اشتہار میں بتلا بھی دیا کہ اس اشتہار کا الہامی فقرہ مجمل اور ذوی الوجوہ ہے۔ جس کی تشریح اگر خدا نے چاہا پیچھے سے کی جائے گی۔ اب کیا کوئی انصاف پسند مرزا صاحب کے کسی لفظ سے یہ بات نکال سکتا ہے کہ وہ لڑکا ضرور پہلی ہی دفعہ پیدا ہو جائے گا نہ کسی اَور وقت۔ سو ہم بڑے افسوس سے لکھتے ہیں کہ اسلام کے مخالف غلبہ جوش تعصب میں آ کر اپنی وثاقت کو بھی کھو دیتے ہیں اور ناحق اپنی بداندرونی کو لوگوں پر ثابت کرتے ہیں نہیں دیکھتے کہ جب تک میعاد مقررہ باقی ہے تب تک اعتراض کی گنجایش نہیں۔ اور وقت سے پہلے شور و غوغا کرنے سے یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری ہو گئی تو اس روز کیا حال ہو گا اور کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑیں گی۔ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر ایسی بےہودہ نکتہ چینیوں سے کسی حق الامر کو کچھ صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ تو پھر کوئی سچائی اس صدمہ سے محفوظ نہیں رہ سکتی حضرت مسیح علیہ السلام کی کئی پیشگوئیوں پر یہودیوں نے ایسی ایسی بلکہ اس سے بڑھ کر نکتہ چینیاں کی ہیں اور ان کی پیشگوئی کو دائرہ صداقت سے بالکل دور و مہجور سمجھا ہے۔ مگر کیا ایسی بیہودہ نکتہ چینیوں سے ان کی سچائی میں کچھ فرق آ سکتا ہے۔ بدباطن لوگ ہمیشہ بےایمانی اور دشمنی کی راہ سے چاند پر خاک ڈالتے رہے ہیں۔ لیکن انجام کار راستی کی ہی فتح ہوتی رہی ہے اور ایسی ہی اب بھی ہو گی۔ مرزا صاحب کا رسالہ سراج منیر عنقریب نکلنے والا ہے۔ اس میں نہ ایک پیشگوئی بلکہ وہ سارا رسالہ پیشگوئیوں ہی سے بھرا ہوا ہے تب خود سچ اور جھوٹ میں فرق کھل جائیگا۔ ذرا صبر کرنا چاہیئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المشتہر:۔ میر عباس علی لدھیانوی۔ ہشتم جون ۱۸۸۶ء

مطبوعہ شعلہ نور پریس بٹالہ

ایک حکیم آدمی بتلا سکتا ہے کہ کیا پیدا ہوگا۔ اور پنڈت لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر مخالف اس عاجز پر یہی الزام رکھتے تھے کہ ان کو فن طبابت میں مہارت ہے۔ انہوں نے طب کے ذریعہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ اسی طرح ایک صاحب محمد رمضان نام نے پنجابی اخبار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء میں چھپوایا کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دینا منجانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ہوسکتا جس نے ارسطو کا ورکس دیکھا ہوگا۔ حاملہ عورت کا قارورہ دیکھ کر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونا ٹھیک ٹھیک بتلا سکتا ہے۔ اور بعض مخالف مسلمان یہ بھی کہتے تھے کہ اصل میں ڈیڑھ ماہ سے یعنی پیشگوئی بیان کرنے سے پہلے لڑکا پیدا ہو چکا ہے جس کو فریب کے طور پر چھپا رکھا ہے اور عنقریب مشہور کیا جائے گا کہ پیدا ہو گیا۔ سو یہ اچھا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تولّدِ فرزند مسعود موعود کو دوسرے وقت پر ڈال دیا۔ ورنہ اگر اُب کی دفعہ ہی پیدا ہو جاتا تو ان مفتریات مذکورہ بالا کا کون فیصلہ کرتا۔ لیکن اب تولّد فرزند موصوف کی بشارت غیب محض ہے۔ نہ کوئی حمل موجود ہے تا ارسطو کے ورکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعائنہ پیش ہو سکیں۔ اور نہ اب کوئی بچہ چُھپا ہوا ہے تا وہ مدت کے بعد نکالا جائے۔ بلکہ نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں۔ اور نہ یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ مخواہ پیدا ہوگی چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جاوے۔ اخیر پر ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اخبار مذکورہ بالا میں منشی محمد رمضان صاحب نے تہذیب سے گفتگو نہیں کی بلکہ دینی مخالفوں کی طرح جا بجا مشہور افترا پردازوں سے اس عاجز کو نسبت دی ہے۔ اور ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدا تعالےٰ کی طرف سے بیان کی تھی۔ کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔ اس پیشگوئی پر منشی صاحب فرماتے ہیں کہ الہام کئی قسم کا ہوتا ہے۔ نیکوں کو نیک باتوں کا اور زانیوں کو عورتوں کا۔ ہم اس جگہ کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ ناظرین منشی صاحب کی تہذیب کا آپ اندازہ کر لیں۔ پھر ایک اور صاحب ملازم دفتر ایگزیمنر صاحب

ریلوے لاہور کے جو اپنا نام نبی بخش[1] ظاہر کرتے ہیں۔ اپنے خط مرسلہ ۱۳؍ جون ۱۸۸۶ء میں اس عاجز کو لکھتے ہیں کہ تمہاری پیشگوئی جھوٹی نکلی اور دختر پیدا ہوئی اور تم حقیقت میں بڑے فریبی اور مکار اور دروغ گو آدمی ہو۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اے خدائے قادر مطلق۔ یہ لوگ اندھے ہیں ان کو آنکھیں بخش۔ یہ نادان ہیں ان کو سمجھ عطا کر۔ یہ شرارتوں سے بھرے ہوئے ہیں ان کو نیکی کی توفیق دے۔ بھلا کوئی اس بزرگ سے پوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ لڑکا اسی حمل میں پیدا ہوگا۔ اس سے ہرگز تخلف نہیں کرے گا۔ اگر میں نے کسی جگہ ایسا لکھا ہے تو میاں نبی بخش صاحب پر واجب ہے کہ اس کو کسی اخبار میں چھپا دیں۔ اس عاجز کے اشتہارات پر اگر کوئی منصف آنکھ کھول کر نظر ڈالے تو اسے معلوم ہوگا کہ ان میں کوئی بھی ایسی پیشگوئی درج نہیں جس میں ایک ذرہ غلطی کی بھی گرفت ہو سکے بلکہ وہ سب سچی ہیں اور عنقریب اپنے اپنے وقت پر ظہور پکڑ کر مخالفین کی ذلت اور رسوائی کا موجب ہوں گی۔ دیکھو ہم نے ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں جو یہ پیشگوئی اجمالی طور پر لکھی تھی کہ ایک امیر نو وارد پنجابی الاصل کو کچھ ابتلا درپیش ہے کیسی وہ سچی نکلی۔ ہم نے صدہا ہندوؤں اور مسلمانوں کو مختلف شہروں میں بتلا دیا تھا کہ اس شخص پنجابی الاصل سے مراد دلیپ سنگھ ہے جس کی پنجاب میں آنے کی خبر مشہور ہو رہی ہے۔ لیکن اس ارادہ سکونت پنجاب میں وہ ناکام رہے گا۔ بلکہ اس سفر میں اس کی عزت آسائش یا جان کا خطرہ ہے۔ اور یہ پیشگوئی ایسے وقت میں لکھی گئی اور عام طور پر بتلائی گئی تھی۔ یعنی ۲؍ فروری ۱۸۸۶ء کو جبکہ اس ابتلاء کا کوئی اثر و نشان ظاہر نہ تھا۔ بالآخر اس کو مطابق اسی پیشگوئی کے بہت حرج اور تکلیف اور سُبکی اور خجالت اُٹھانی پڑی اور اپنے مدعا سے محروم رہا۔ سو دیکھو اس پیشگوئی کی صداقت کیسی کھل گئی۔ اسی طرح سے اپنے اپنے وقت پر سب پیشگوئیوں کی سچائی ظاہر ہوگی اور دشمن روسیاہ نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ رسوا ہوں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو ابھی تک انہیں اندھا کر رکھا ہے۔ ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور ہمارے دل میں درد اور خیرخواہی کا طوفان مچا!

---

[1] یہ صاحب بعد میں احمدیت میں داخل ہو گئے اور بہت مخلص ثابت ہوئے (المرتب)

دیا۔ سو اس مشکل کے حل کے لئے اسی کی جناب میں تضرّع کرتے ہیں۔

اے خدا نور دہ ایں تیرہ درونانے را ❊ یا بدہ درد دگر ہیچ خدا دانے را

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمدؐ۔ مؤلف براہین احمدیہ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرت سر

(منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل ستمبر ۱۸۸۶ء جو کتاب ہذا کے آخر میں صفحہ ا تا ۱۳ ہے)

(۳۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

یہ رسالہ کحل الجواہر سرمہ چشم آریہ نہایت صفائی سے چھپ کر ایک روپیہ بارہ آنہ ۱۲/ اس کی قیمت عام لوگوں کے لئے قرار پائی ہے اور خواص اور ذی استطاعت لوگ جو کچھ بطور امداد دیں ان کے لئے موجب ثواب ہے کیونکہ سراج منیر اور براہین کے لئے اسی قیمت سے سرمایہ جمع ہوگا۔ اور اس کے بعد رسالہ سراج منیر انشاء اللہ القدیر چھپے گا۔ پھر اس کے بعد پنجم حصہ کتاب براہین احمدیہ چھپنا شروع ہوگا۔ جو بعض لوگ توقف طبع کتاب براہین سے مضطرب ہو رہے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ توقف میں کیا کیا کارروائیاں بطور تمہید کتاب کے لئے عمل میں آئی ہیں۔ ۲۲ ہزار کے قریب اشتہار تقسیم کیا گیا اور صدہا جگہ ایشیا و یورپ و امریکہ میں خطوط دعوت اسلام اردو۔ انگریزی میں چھپوا کر اور رجسٹری کرا کر بھیجے گئے جن کا تذکرہ انشاء اللہ پنجم حصہ میں آئے گا۔ وانما الاعمال بالنیات۔ بایں ہمہ اگر بعض صاحب

اس توقف سے ناراض ہوں تو ہم ان کو فسخ بیع کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ ہم کو اپنی خاص تحریر سے اطلاع دیں۔ تو ہم بدیں شرط کہ جس وقت ہم کو ان کی قیمت مرسلہ میسر آوے اس وقت باخذ کتاب واپس کر دیں گے۔ بلکہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایسے صاحبوں کی ایک فہرست طیار کی جائے اور ایک ہی دفعہ سب کا فیصلہ کیا جائے۔ اور یہ بھی ہم اپنے گذشتہ اشتہار میں لکھ چکے ہیں۔ اور اب بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ الہامات الٰہیہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب تین سو جزو تک ضرور پہنچے۔ بلکہ جس طور سے خدا تعالیٰ مناسب سمجھے گا۔ کم یا زیادہ بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام دے گا کہ یہ سب کام اسی کے ہاتھ میں اور اسی کے امر سے ہے۔ واجب تھا ظاہر کیا گیا۔ والسلام علٰی من اتبع الھُدیٰ ؛

المشتھر

خاکسار مرزا غلام احمد۔ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از اندرونی صفحہ ٹائٹل پیج سرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل۔ ریاض ہند پریس امرتسر ستمبر ۱۸۸۶ء)

---

(۳۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار انعامی پانسو روپیہ

دربارہ کتاب لاجواب کحل الجواہر سرمہ چشم آریہ جو آریوں کے وید اور ان کے عقاید اور اصول کو باطل اور دور از صدق ثابت کرتی ہے

سرمہ چشم آریہ پر درد پر ز گوہر ست ٭ بین ز سر جستجو سال ازین ظاہر ست٭

۱۳۰۳ھ

٭ یہ شعر نتائج طبع مولوی محمد یوسف صاحب سنوری سے ہے۔ جزاہم اللہ خیرا۔ منہ

یہ کتاب یعنی رسالہ سُرمہ چشم آریہ بتقریب مباحثہ لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور جو عقاید باطلہ وید کی بکلّی بیخ کنی کرتی ہے، اس دعویٰ اور یقین سے لکھی گئی ہے کہ کوئی آریہ اس کتاب کا رد نہیں کرسکتا۔ کیونکہ سچ کے مقابل پر جھوٹ کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اور اگر کوئی آریہ صاحب ان تمام وید کے اصولوں اور اعتقادوں کو جو اس کتاب میں رد کئے گئے ہیں سچ سمجھتا ہے اور اب بھی وید اور اس کے ایسے اصولوں کو ایشر کرت ہی خیال کرتا ہے۔ تو اس کو اسی ایشور کی قسم ہے کہ اس کتاب کا ردّ لکھ کر دکھلا دے اور پانسو روپیہ انعام پاوے۔ یہ پانسو روپیہ بعد تصدیق کسی ثالث کے جو کوئی پادری یا برہمو صاحب ہوں گے دیا جاویگا۔ اور ہمیں یہاں تک منظور ہے کہ اگر منشی جیونداس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور جو اس گرد و نواح کے آریہ صاحبوں کی نسبت سلیم الطبع اور معزز اور شریف آدمی ہیں۔ بعد ردّ چھپ جانے اور عام طور پر شایع ہو جانے کے مجمع عام علماء مسلمانوں اور آریوں اور معزز عیسائیوں وغیرہ میں معہ اپنے عزیز فرزندوں کے حاضر ہوں اور پھر اُٹھ کر قسم کھالیں کہ اس میرے دل نے بہ یقین کامل قبول کرلیا ہے کہ سب اعتراضات رسالہ سُرمہ چشم آریہ جن کو میں نے اوّل سے آخر تک بغور دیکھ لیا ہے اور خوب توجہ کرکے سمجھ لیا ہے؂ اس تحریر سے ردّ ہو گئے ہیں۔ اور اگر میں دلی اطمینان اور پوری سچائی سے یہ بات نہیں کہتا تو اس کا ضرر اور وبال اسی دنیا میں مجھ پر اور میری اسی اولاد پر جو اس وقت حاضر ہے پڑے۔ تو بعد ایسی قسم کھا لینے کے صرف منشی صاحب موصوف کی شہادت سے پانسو روپیہ نقد ردّ کنندہ کو اسی مجمع میں بطور انعام دیا جائے گا۔ اور اگر منشی صاحب موصوف عرصہ ایک سال تک ایسی قسم کے بد اثر سے محفوظ رہے تو آریوں کے لئے بلاشبہ یہ حجت ہوگی کہ صاحب موصوف نے

؂ حاشیہ۔ اس جگہ منشی جیونداس صاحب پر لازم ہوگا کہ سب اعتراضات مندرجہ رسالہ سرمہ چشم آریہ حاضرین کو صحیح صحیح طور پر سُنا بھی دیں۔ منہ

اپنی دلی صداقت سے اپنے علم اور فہم کے مطابق قسم کھائی تھی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد۔ از قادیان۔ ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از ٹائٹل سرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل ریاض ہند پریس امرتسر ستمبر ۱۸۸۶ء جو ٹائٹل کے آخری صفحات پر ہے)

---

(۳۸)

اشتہار

چونکہ رسالہ سراج منیر جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہوگا چودہ سو روپیہ کی لاگت سے چھپے گا اس لئے چھپنے سے پہلے خریداروں کی درخواستیں آنا ضروری ہے۔ تا بعد میں دقتیں پیدا نہوں۔ قیمت اس رسالہ کی ایک روپیہ علاوہ محصول ہوگی۔ لہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب پختہ ارادہ سے سراج منیر کو خریدنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی درخواست معہ پتہ سکونت وغیرہ کے ارسال فرمائیں۔ جب ایک حصہ کافی درخواستوں کا آجائے گا تو فی الفور کتاب کا طبع ہونا شروع ہو جائے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان

جن صاحبوں کو اس رسالہ کی ضرورت ہو وہ اپنا نام معہ پتہ و نشان نقشہ ذیل میں لکھ دیں

نمبر شمار	نام	پتہ و نشان	العبد
۱			
۲			

۳			
۴			
۵			
۶			
۷			
۸			
۹			
۱۰			

اطلاع ضروری۔ ایک کتاب لاجواب مسمی بہ شحنہ حق جس میں ویدک فلاسفی اور آریہ مذہب کی حقیقت صاف صاف اور کافی طور سے کھول دی گئی ہے۔ چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ قیمت اس کتاب کی ۱۲/ علاوہ محصول ڈاک مقرر ہوئی ہے۔ جس صاحب کو منظور ہو بارسال قیمت نقد یا ویلیوپے ایبل پارسل طلب کرلے۔

(یہ اشتہار بلا تاریخ و بغیر نام مطبع ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ کا ہے)

---

(۳۹)

اعلان [۱]

ہم نے سُرمہ چشم آریہ میں چہل روزہ اشتہار[۲] بھی جاری کر کے دیکھ لیا۔ کسی ہندو

---

[۱] یہ ایک اعلان ہے جو "شحنہ حق" مطبوعہ بار دوم کے صفحہ ۳۶ سطر ۷ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے عنوان پر لفظ اعلان نہیں لکھا۔ البتہ کتاب مذکور کے صفحہ ۳۷ سطر ۱۶ میں اس کو اعلان فرمایا ہے۔ اس لئے عنوان اس کا یہاں "اعلان" لکھ دیا ہے اور یہ عنوان مرتب اشتہارات کی طرف سے ہے۔ (مرتب)

[۲] دیکھئے اشتہار ۳۲۔ (مرتب)

نے کان تک نہیں ہلایا۔خیال کرنا چاہیئے کہ جو شخص تمام دنیا میں اپنے الہامی دعوے کے اشتہار بھیج کر سب قسم کے مخالفوں کو آزمائش کے لئے بلاتا ہے۔ اس کی یہ جرأت اور شجاعت کسی ایسی بناء پر ہو سکتی ہے جو نرا فریب ہے۔ کیا جس کی دعوت اسلام و دعویٰ الہام کے خطوں نے امریکہ* اور یورپ کے دُور دُور ملکوں تک ہلچل مچا دی ہے۔ کیا ایسی استقامت کی بنیاد صرف لاف و گزاف کا خس و خاشاک ہے۔ کیا تمام جہاں کے مقابل پر ایسا دعویٰ وہ مکار بھی کر سکتا ہے کہ جو اپنے دل میں جانتا ہے کہ میں جھوٹا ہوں اور خدا میرے ساتھ نہیں۔ افسوس آریوں کی عقل کو تعصب نے لے لیا۔ بغض اور کینہ کے غبار سے ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اَب اس روشنی کے زمانہ میں وید کو خدا کا کلام بنانا چاہتے ہیں، نہیں جانتے کہ اندر اور اگنی کا مدت سے زمانہ گذر گیا کہ کوئی کتاب بغیر خدائی نشانوں کے خدا تعالیٰ کا کلام کب بن سکتی ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو ہر یک شخص اُٹھ کر کتاب بنا دے اور اس کا نام خدا تعالیٰ کا کلام رکھ لیوے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا وہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو آؤ جس نے دیکھنا ہو، دیکھ لے۔ وہ

---

* نوٹ:- امریکہ سے ابھی ہمارے نام ایک چٹھی آئی ہے۔ جس کے مضمون کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ صاحب من! ایک تازہ پرچہ اخبار اسکاٹ صاحب ہمہ اوستی میں میں نے آپ کا خط پڑھا۔ جس میں آپ نے ان کو حق دکھانے کی دعوت کی ہے۔ اس لئے مجھ کو اس تحریک کا شوق ہوا۔ میں نے مذہب بدھ اور برہمن مت کی بابت بہت کچھ پڑھا ہے اور کسی قدر تعلیمات زردشت و کنفیوشز کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ لیکن محمد صاحب کی بابت بہت کم۔ میں راہ راست کی نسبت ایسا مذبذب رہا ہوں۔ اور اب بھی ہوں کہ گو میں عیسائی گروہ کے ایک گرجا کا امام ہوں۔ مگر سوائے معمولی اور اخلاقی نصیحتوں کے اور کچھ سکھلانے کے قابل نہیں۔ غرض میں سچ کا متلاشی ہوں اور آپ سے اخلاص رکھتا ہوں۔

آپ کا خادم الگسانڈر ڈ آووب۔ پتہ ۳۰۲۱۔ اسٹرن ریو نیو سینٹ لوئس سوری اضلاع متحدہ امریکہ*

قرآن شریف ہے۔ جس کی صدہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلّی طور پر الہام پاتے ہیں اور تادم مرگ رحمت اور برکت ان کی شامل ہوتی ہے۔ سو یہ خاکسار اسی آفتاب حقیقت سے فیض یافتہ اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔ اب یہ ہندو روشن چشم جو اس الٰہی کاروبار کا نام فریب رکھ رہا ہے۔ اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ ہر چند اب ہمیں فرصت نہیں کہ بالمواجہ آزمایش کے لئے ہر روز نئے نئے اشتہار جاری کریں اور خود رسالہ سراج منیر نے ان متفرق کارروائیوں سے ہمیں مستغنی کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ اس دزد منش کی روبہ بازیوں کا تدارک ازبس ضروری ہے جو مدت سے برقع میں اپنا منہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا ہے۔ کبھی ہم پر تہمتیں لگاتا ہے اور فریبوں کی طرف نسبت دیتا ہے۔ اور کبھی ہمیں مفلس بے زر قرار دے کر یہ کہتا ہے کہ کس کے پاس مقابلہ کے لئے جاویں۔ وہ تو کچھ بھی جائداد نہیں رکھتا۔ ہمیں کیا دے گا۔ کبھی ہمیں قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔ اور اپنے اشتہاروں میں ۲۷؍ جولائی ۱۸۸۶ء سے تین برس تک ہماری زندگی کا خاتمہ بتلاتا ہے۔ ایسا ہی ایک بیرنگ خط میں بھی جو کسی انجان کے ہاتھ سے لکھایا گیا ہے جان سے مار دینے کے لئے ہمیں ڈراتا ہے۔ لہٰذا ہم بعد اس دعا کے کہ **یا الٰہی تو اس کا اور ہمارا فیصلہ کر**۔ اس کے نام یہ **اعلان** جاری کرتے ہیں اور خاص اسی کو اس آزمایش کے لئے بلاتے ہیں کہ اب برقع سے منہ نکال کر ہمارے سامنے آوے اور اپنا نام و نشان بتلا دے۔ اور پہلے چند اخباروں میں شرائط متذکرہ ذیل پر اپنا آزمایش کے لئے ہمارے پاس آنا شائع کر کے اور پھر بعد تحریری قرارداد **چالیس** دن تک امتحان کے لئے ہماری صحبت میں رہے۔ اگر اس مدت تک کوئی ایسی الہامی پیشگوئی ظہور میں آ گئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ جائے تو اسی جگہ اپنی **لمبی چوٹی** کتا کر اور رشتہ بے سود **زنار** کو توڑ کر اس پاک جماعت میں داخل ہو جائے جو **لا الٰہ الا اللہ** کی توحید سے اور محمد رسول اللہ کی کامل رہبری سے گم گشتگان

بادیہ شرک و بدعت کو صراط مستقیم کی شاہراہ پر لاتے جاتے ہیں۔ پھر دیکھے کہ بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں کے مالک نے کیسے ایک دم میں اندرونی آلایشوں سے اسے صاف کر دیا ہے اور کیونکر نجاست کا بھرا ہوا لتّہ ایک صاف اور پاک پیرایہ کی صورت میں آ گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی پیشگوئی اس چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں نہ آئے تو چالیس دن کے ہرجانہ میں سو روپیہ یا جس قدر کوئی ماہواری تنخواہ سرکار انگریزی میں پا چکا ہو اس کا دوچند ہم سے لے لے۔ اور پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہان میں ہماری نسبت منادی کرا دے۔ کہ آزمایش کے بعد میں نے اس کو فریبی اور جھوٹا پایا۔ یکم اپریل ۱۸۸۷ء سے اخیر مئی ۱۸۸۷ء تک اسے مہلت ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اس کے اطمینان کے لئے روپیہ کسی برہمو صاحب کے پاس رکھا جائے گا جو دونو فریق کے لئے بطور ثالث ہیں۔ اور وہ برہمو صاحب ہمارے جھوٹا نکلنے کی حالت میں خود اپنے اختیار سے جو پہلے بذریعہ تحریر خاص ان کو دیا جائے گا اس آریہ فتحیاب کے حوالہ کر دیں گے۔ اور اگر اب بھی روپیہ لینے میں دھڑکا ہو تو اس عمدہ تدبیر پر کہ خود آریہ صاحب سوچیں، عمل کیا جائے گا۔ مگر روپیہ بہرصورت ایک معزز برہمو صاحب (ثالث) کے ہاتھ میں رہے گا۔ لہٰذا ہم تاکیداً اس آریہ صاحب کو جس نے ہمارا نام فریبی رکھا۔ الہامات ربانی کو سراسر فریب قرار دیا۔ پورانے وحشی آریوں کی طرح ہمیں گندی گالیاں دیں۔ **جان سے مارنے کی دھمکیاں سُنائیں** باواز بلند ہدایت کرتے ہیں کہ ہماری نسبت تو اس نے دشنام دہی میں جہاں تک گند اس کی سرشت میں بھرا ہوا تھا۔ سب نکالا۔ لیکن اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب امتحان کیلئے بپابندی شرائط متذکرہ بالا سیدھا ہمارے سامنے آ جائے۔ تاہم بھی دیکھ لیں کہ اس فرشتہ خوشتہ زبان کی شکل کیسی ہے اور اگر اخیر مئی ۸۷ء تک مقابل پر نہ آیا۔ اور نہ اپنی مادری خصلت سے باز رہا۔ تو دیکھو میں بعد شاہد حقیقی کے زمین و آسمان اور تمام ناظرین اس رسالہ کو گواہ رکھ کر ایسے یاوہ گو اور جنگ جو کو مندرجہ ذیل انعام جو فی الحقیقت نیش زنی اور

ظالم منشی کی حالت میں اسی کے لائق ہے۔ دیتا ہوں تا میں دیکھوں کہ اب وہ سوراخ سے نکل کر باہر آتا ہے یا اس نیچے لکھے ہوئے انعام کو بھی نگل جاتا ہے۔ اور وہ انعام بحالت اس کے نہ آنے اور بھاگ جانے کے یہ ہے:۔

(۱) ایک لعنت ــــــــــــــــــــ

(۲) دو لعنت ــــــــــــــــــــ

(۳) تین لعنت ــــــــــــــــــــ

(۴) چار لعنت ــــــــــــــــــــ

(۵) پانچ لعنت ــــــــــــــــــــ

(۶) چھ لعنت ــــــــــــــــــــ

(۷) سات لعنت ــــــــــــــــــــ

(۸) آٹھ لعنت ــــــــــــــــــــ

(۹) نو لعنت ــــــــــــــــــــ

(۱۰) دس لعنت ــــــــــــــــــــ

تلك عشرة كاملة

(منقول از شحنہ حق مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار دوم صفحہ ۳۶ تا ۳۹)

(۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی

محمد عربی کابروئے ہر دوسرا است　　کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سراو

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

آیا حق اور بھاگ گیا باطل تحقیق باطل ہے بھاگنے والا

خوشخبری

اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولّد کے لئے میںنے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھُلے کھُلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک ؎

اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ کس قدر بزرگ پیشگوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ آریہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے جس کا وقت بتلایا جائے سو اب یہ پیشگوئی انہیں منظور کرنی پڑی۔ کیونکہ اس پیشگوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ حمل بھی کچھ دُور نہیں۔ بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینہ پہلے رُوح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنے یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی

ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے کیونکہ کسی الہام کے وہ معنے ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے۔ اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پاکر اس کے معنے کرتا ہے۔ پس جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شایع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھی بھیجدیئے۔ تو الہامی عبارت کے وہ معنے قبول نہ کرنا جو خود ایک خفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور مخالفین تک پہنچا دیئے گئے کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقیدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عند العقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیئے کہ مصنف جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعویٰ کر لیتا ہے تو وہ اپنے اس الہام اور اس تشریح کا آپ ذمہ وار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسے کوئی کسی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنے نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸ ر اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیشگوئی کی نسبت کیا دعویٰ کیا تھا اور پھر وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۷ ر اگست ۱۸۸۷ء مؤلف

وکٹوریہ پریس لاہور کیکی دروازہ

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحات پر ہے)

(۱۴)

اعلان

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت | اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور | ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

قادیان کے آریوں کا دھرم پرکھنے کے لئے اگر کسی کو زیادہ فرصت نہ ہو تو ہمارے اسی اشتہار کے ذریعہ سے ساری کیفیت ان کی معلوم ہو سکتی ہے کہ کہاں تک وہ ایسی سچائی کے قبول کرنے کے لئے مستعد ہیں جس کا اقرار کرنے سے وہ کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس سال اس عاجز نے قادیان کے ہندوؤں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ[1] کر کے بعض الہامی پیشین گوئیوں کے بتلانے کا وعدہ کیا تھا۔ انہیں دنوں میں یہ پیشگوئی جو اس اشتہار کے اخیر میں درج ہے بخوبی ان کو سنا کر اور قلمبند کر کے ان میں سے پہلا آدمیوں کے دستخط اس پر کرا دیئے تھے اور پیشگوئی کے ظہور کی میعاد اکتیس ماہ تک تھی۔ اب جو فروری ۱۸۸۸ء کا مہینہ آیا جو حساب کے رو سے اکتیسواں مہینہ تھا تو ان بھلے مانسوں کے زہرناک تعصب نے انہیں اس قدر صبر کرنے نہ دیا کہ مہینہ کے اخیر تک انتظار کرتے بلکہ ابھی وہ آخری مہینہ چڑھا ہی تھا کہ انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ یعنے اب کیا ہے صرف چند روز باقی ہیں۔ لیکن اس قادر کی قدرت دیکھئے کہ کیسے اخیر پر اس نے ان کو الٹا کر مارا۔ اور کیسے ذلیل اور رسوا کیا کہ ابھی پندرہ دن اکتیسویں مہینے کے پورے ہونے میں باقی تھے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ افسوس یہ دل کے اندھے نہیں دیکھتے کہ ہر ایک پیشگوئی ہماری خدا تعالیٰ کیسی پوری کرتا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی کچھ پروا ہی نہیں۔

[1] یہ معاہدہ جلد ہذا کے صفحہ ۹۵ پر درج ہے (مرتب)

اب جاننا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی جس کی اکتیس ماہ کی میعاد اور جس پر ہندوؤں کی گواہیاں ثبت کرائی گئی تھیں۔ وہ ہمارے "چچازاد بھائی مرزا امام الدین و نظام الدین کے اہل و عیال کی نسبت تھی اور خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے الہام کے اس عاجز پر یہ ظاہر کیا تھا کہ مرزا امام الدین و نظام الدین کے عیال میں سے اکتیسویں ماہ کے پورے ہونے تک کوئی شخص فوت ہو جائیگا چنانچہ عین اکتیسویں مہینہ کے درمیان مرزا نظام الدین کی دختر یعنی مرزا امام الدین کی بھتیجی بعمر پچیس سال ایک بہت چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ اور آریوں کا شور و غوغا وہیں سرد ہو گیا یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں کہ وہ ہمیشہ سچ کی حمایت کرتا ہے اور صادق کی پناہ ہوتا ہے۔ اب ہم اس جگہ الہامی پیشگوئی کی وہ عبارت لکھ دیتے ہیں جس پر قادیان کے ہندوؤں کے دستخط ہیں اور وہ یہ ہے :-

مرزا امام الدین و نظام الدین کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے کہ اکتیس ماہ تک ان پر ایک سخت مصیبت پڑے گی یعنے ان کے اہل و عیال و اولاد میں سے کسی مرد یا کسی عورت کا انتقال ہو جائے گا جس سے ان کو سخت تکلیف اور تفرقہ پہنچے گا۔ آج ہی کی تاریخ کے حساب سے جو تیئیس ساون سمت ۱۹۴۲ مطابق ۵۔ اگست ۱۸۸۵ء ہے یہ واقعہ ظہور میں آئے گا۔

مرقوم ۵ اگست ۱۸۸۵ء

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
پنڈت بھارا مل ساکن قادیان بقلم خود	پنڈت بیجناتھ بقلم خود	بشنداس برہمن بقلم خود

گواہ شد

بشنداس کھتری بقلم خود

بالآخر ہم امرتسر اور لاہور کے نامی آریہ صاحبوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں۔ کہ ان بھلے مانسوں سے دریافت تو کریں کہ ہمارا یہ بیان سچ ہے یا نہیں؟ اور اگر سچ ہے تو پھر اسلام کی سچائی اور برکت سے انکار کرنا ہٹ دھرمی میں داخل ہے یا یہ بھی وید کی ہدایت

کے رُو سے دھرم کی یہی بات ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المعلن

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۲۰ مارچ ۱۸۸۸ء

(مطبوعہ ریاض ہند امرتسر پنجاب)

(یہ اشتہار تقطیع کلاں کے ایک صفحہ ۱۸×۲۲/۴ پر ہے)

---

(۴۴)

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اعلان

۱۸ مئی ۱۸۸۸ء روز جمعہ میں ایک صاحب فتح مسیح نام عیسائی واعظ نے بمقام بٹالہ اس عاجز کے مکان نشست گاہ پر آ کر ایک عام جلسہ میں جس میں پچاس سے کچھ زیادہ آدمی مسلمان اور ہندو بھی تھے مجھ سے مخاطب ہو کر یہ دعویٰ کیا کہ جیسے آپ اس بات کے مدعی ہیں کہ میری اکثر دعائیں جناب الٰہی میں بپایۂ قبولیت پہونچ کر ان کی قبولیت سے پیش از وقوع مجھ کو اللہ جلّشانہٗ بذریعہ اپنے الہام خاص کے اطلاع دے دیتا ہے اور غیب کی باتوں پر مجھے مطلع کرتا ہے یہی مرتبہ ملہم ہونے کا مجھ کو بھی حاصل ہے اور خدا تعالیٰ مجھ سے بھی ہمکلام ہو کر اور میری دعائیں قبول کر کے پیش از ظہور مجھ کو اطلاع دے دیتا ہے۔ اس لئے میں آپ سے آپ کی پیشگوئیوں میں مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس قدر اور جس طور کی پیشگوئیاں عام جلسہ میں آپ تحریر کر کے پیش کریں گے۔ اسی قسم کی پیشگوئیاں اپنی طرف سے میں بھی پیش کروں گا۔ اور

حاشیہ اعلان ضمیمہ اخبار ریاض ہند مطبوعہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۱۵ و ۱۶ پر ہے (المرتب)

ویقین کی پیشگوئیاں اخبار نور افشاں میں چھپوا دوں گا +

چنانچہ میاں فتح مسیح نے یہ دعویٰ کرکے بالمقابل پیشگوئیوں کے پیش کرنے کے لئے ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء روز دوشنبہ دن مقرر کیا اور وعدہ کیا کہ تاریخ اور روز مقررہ پر ضرور حاضر ہوکر بمقابل تمہارے یعنی اس عاجز کے الہامی پیشگوئیاں پیش کرونگا۔ اب چونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا برکت اور قبولیت اور ایمانداری کے پھلوں سے بالکل خالی ہے اور سارا گذارہ لاف وگزاف اور یاوہ گوئی پر ہے اور تمام برکتیں اسلام سے ہی خاص ہیں اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس لاف وگزاف کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے اور نیز یہ بات پبلک کو دکھانے کے لئے کہ کہاں تک عیسائیوں میں دروغ گوئی اور بے باکی نے رواج پکڑ لیا ہے، اسے بالمقابل کرامت نمائی کے لئے اجازت دی جائے۔ تا سیہ رُوئے شود ہر کہ در وغش شود۔

سو آج ہماری طرف سے بھی اس قسم کا مناظرہ قبول ہوکر عام اطلاع کے لئے یہ اعلان جاری کیا جاتا ہے کہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو پیر کے روز میاں فتح مسیح عیسائی روح القدس کا فیض دکھلانے اور الہامی پیشگوئیاں بالمقابل بتلانے کے لئے ہمارے مکان پر جو نبی بخش ذیلدار کا طویلہ ہے آئیں گے جیسا کہ انہوں نے قریباً پچاس آدمی کے روبرو یہ وعدہ کرلیا ہے۔ پہلے ہم الہامی پیشگوئیاں بقید تاریخ پیش کریں گے اور پھر اس کے مقابل پر ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسی ہی الہامی پیشگوئیاں وہ بھی پیش کریں۔ پس جو صاحب اس جلسہ کو دیکھنا چاہتے ہوں انہیں اختیار ہے کہ دس بجے تک بروز پیر ہمارے مکان پر بٹالہ میں حاضر ہوجاویں۔ پھر اگر میاں فتح مسیح برطبق اپنے وعدہ کے پیر کے دن آ موجود ہوئے ہوں اور روح القدس کی الہامی طاقت جو اٹھارہ سو برس سے عیسائی جماعت سے بوجہ گمراہی ان کی کے گم ہوچکی ہے تازہ طور پر دکھلائیں اور ان پیشگوئیوں کی سچائی اپنے وقت میں ظہور میں آجائے تو بلاشبہ عیسائیوں کو اپنے مذہب کی صداقت پر ایک حجت ہوگی کیونکہ ایسے عظیم الشان میدان مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان کی حمایت کی اور مسلمانوں کی نہ کی۔ اور ان کو فتح دی اور مسلمانوں کو نہ دی لیکن

اگر ہماری پیشگوئیاں سچی نکلیں اور اس میدان میں دشمن کو شکست اور ہم کو فتح ہوئی تو اس سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اور اگر میاں فتح مسیح تاریخ مقرر پر نہ آئے اور اس مقابلہ سے ڈر کر بھاگ گئے تو جو کاذبوں کی نسبت کہا جاتا ہے ان سب الفاظ کے وہ مستحق ٹھہریں گے اور تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے والے عیسائی چلن سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے اور نیز یہ گریز ان کی حقیقت فتح اسلام متصور ہوگی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المعلن خاکسار غلام احمد از بٹالہ طویلہ نبی بخش ذیلدار ۔ ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء

بروز جمعہ (مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۴۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلے

اکیس ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ مذہبی کی کیفیت اور پادری وایٹ بریخٹ صاحب پر

اتمام حجت

جن صاحبوں نے ہمارا اعلان مجریہ ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء دیکھا ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ میاں فتح مسیح عیسائی واعظ نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھے بھی الہام ہوتا ہے اور میں بھی پیش از وقوع الہامی پیشگوئیاں بالمقابل بتلا سکتا ہوں چنانچہ اس دعویٰ کے پرکھنے کے لئے ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو بروز دوشنبہ اس عاجز کے مکان فرودگاہ پر ایک بھارا جلسہ ہوا۔ اور بہت سے مسلمان اور ہندو معزز اور رئیس شہر کے رونق افروز جلسہ ہوئے اور سب کو اس بات کے دیکھنے کا شوق تھا کہ کونسی پیشگوئیاں

بالمقابل پیش کی جاتی ہیں۔ آخر دس ۱۰ بجے کے بعد میاں فتح مسیح معہ چند دوسرے عیسائیوں کے جلسہ میں تشریف لائے اور بجائے اس کے کہ پیشگوئیاں پیش کرتے اور اور باتیں کہ جو سراسر واہیات اور خارج از مقصد تھیں شروع کر دیں۔ آخر حاضرین میں سے ایک معزز ہندو صاحب نے انہیں کہا کہ یہ جلسہ صرف بالمقابل پیشگوئیاں کے پیش کرنے کے لئے انعقاد پایا ہے اور یہی آپ کا قرار بھی ہے اور ایسے شوق سے سب لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ سو اس وقت الہامی پیشگوئیاں پیش کرنی چاہئیں۔ اس کے جواب میں میاں فتح مسیح نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری طرف سے دعویٰ الہام نہیں ہے اور جو کچھ میرے منہ سے نکلا تھا میں نے یوں ہی فریق ثانی کے دعوے کے مقابل پر ایک دعویٰ کر دیا تھا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اُن کا جھوٹا دعوے ہے سو ایسا ہی میں نے بھی ایک دعوے کر دیا۔ اس پر بہت لوگوں نے انہیں ملزم کیا کہ یہ دروغگوئی نیک چلنی کے برخلاف تم سے وقوع میں آئی۔ اگر تم فی الحقیقت ملہم نہیں تھے تو پھر خلاف واقعہ ملہم ہونے کا کیوں دعوے کیا غرض حاضرین کی طرف سے میاں فتح مسیح کو اس کی دروغگوئی پر سخت عتاب ہو کر جلسہ برخواست ہوا۔ اور دیسی عیسائیوں کے چلن کا نمونہ عام لوگوں پر کھل گیا اور ہمیں سخت افسوس ہوا کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو سچائی اور دیانت کی کچھ بھی پروا نہیں کیوں اپنا وقت عزیز ضائع کیا اگر کوئی معزز درجہ کا یورپین عیسائی ہوتا تو البتہ ایسے ناشائستہ دروغ اور قابل ندامت جھوٹ سے پرہیز کرتا۔

اب اس اشتہار کے جاری کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی معزز یورپین عیسائی صاحب ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں تو انہیں بعد رغبت ہماری طرف سے اجازت ہے کہ بمقام بٹالہ جہاں آخر رمضان تک ان شاء اللہ ہم رہیں گے۔ کوئی جلسہ مقرر کر کے ہمارے مقابل پر اپنی الہامی پیشگوئیاں پیش کریں بشرطیکہ فتح مسیح کی طرح اپنی دروغگوئی کا اقرار کر کے میدان مقابلہ سے بھاگنا نہ چاہیں۔ اور نیز اس اشتہار میں پادری وائٹ بریکٹ صاحب کہ جو اس علاقہ کے ایک معزز یورپین پادری ہیں ہمارے بالتخصیص مخاطب ہیں۔ اور ہم پادری صاحب کو یہ

بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر وہ صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کر دیں کہ یہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے تو ہم ان سے کوئی پیشگوئی بالمقابل طلب نہیں کریں گے بلکہ حسب درخواست ان کی ایک جلسہ مقرر کر کے فقط اپنی طرف سے ایسی الہامی پیشگوئیاں پیش از وقوع پیش کریں گے جن کی نسبت ان کو کسی طور کا شک و شبہ کرنے کی گنجایش نہیں ہوگی۔ اور اگر ہماری طرف سے اس جلسہ میں کوئی ایسی قطعی و یقینی پیشگوئی پیش نہ ہوئی کہ جو عام ہندوؤں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی نظر میں انسانی طاقتوں سے بالاتر متصور ہو تو ہم اسی جلسہ میں دو سو روپیہ نقد پادری صاحب موصوف کو بطور ہرجانہ یا تاوان تکلیف دہی کے دے دیں گے۔ چاہیں تو وہ دو سو روپیہ کسی معزز ہندو صاحب کے پاس پہلے ہی جمع کرا کر اپنی تسلی کرالیں۔ لیکن اگر پادری صاحب نے خود تسلیم کر لیا کہ حقیقت میں یہ پیشگوئی انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے تو پھر ان پر واجب و لازم ہوگا کہ امر کا جھوٹ یا سچ پرکھنے کے لئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اخبار نور افشاں میں جو ان کی مذہبی اخبار ہے اس پیشگوئی کو درج کرا کر ساتھ اس کے اپنا اقرار بھی چھپوائیں کہ میں نے اس پیشگوئی کو من کل الوجوہ انسانی طاقتوں سے بالاتر قبول کر لیا ہے اسی وجہ سے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہے تو بلاشبہ قبولیت اور محبوبیت الٰہی کے چشمہ سے نکلی ہے نہ کسی اور گندے چشمہ سے جیسا رمل و اندازہ وغیرہ ہے اور اگر بالآخر اس پیشگوئی کا مضمون صحیح اور سچ نکلا تو میں بلا توقف مسلمان ہو جاؤں گا۔ کیونکہ جو پیشگوئی محبوبیت کے چشمہ سے نکلی ہے وہ اس دین کی سچائی کو ثابت کرنے والی ہے جس دین کی پیروی کا یہ مرتبہ محبوبیت کا ملتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ محبوبیت کو نجات یافتہ ہونا ایک امر لازمی ہے۔

اور اگر پیشگوئی کا مضمون صحیح نہ نکلا یعنی بالآخر جھوٹی نکلے تو وہ دو سو روپیہ جو جمع کرایا گیا ہے پادری صاحب کو دیا جائے گا۔ لیکن اگر روز انعقاد جلسہ سے ایک ہفتہ تک پادری صاحب نے مضمون پیشگوئی کو معہ اپنے اقرار مشروط اسلام ہونے کے جس پر بیس پچیس معزز مسلمانوں اور ہندوؤں کی گواہی ثبت ہوگی اخبار نور افشاں میں درج نہ کرایا۔ یا پہلے ہی سے ایسے جلسہ میں

آنے سے انکار کیا تو پبلک کو سمجھ لینا چاہئیے کہ پادری صاحبوں کو حق کی اطاعت منظور نہیں بلکہ صرف تنخواہ پانے کا حق ادا کر رہے ہیں۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ اگر پادری صاحب بعد وصول اس اشتہار کے پابندی ان شرائط کے اپنے نفس پر قبول کر لیں تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ ہمارے مکان پر ہی آویں بلکہ ہم تو ان کے مکان پر اس شرط سے جا سکتے ہیں کہ دو معزز عہدہ دار سرکاری بھی یعنے ایک تھانیدار اور ایک تحصیلدار اس جگہ حاضر ہوں جن کا اس جگہ پہلے سے بُلا لینا پادری صاحب کے ہی ذمہ ہوگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۔

خاکسار غلام احمد از بٹالہ ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء

(شمس الہند گورداسپور)

(یہ اشتہار ۲۱×۱۷/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۴۴)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اعلان

پادری وائٹ بریخٹ صاحب پر اتمام حجت

اور میاں فتح مسیح کی دروغگوئی کی کیفیت

ہم اپنے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء میں جو مطبع شمس الہند گورداسپورہ میں چھپا تھا۔ اس بات کو بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ میاں فتح مسیح واعظ عیسائی نے مُلہم ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے پھر ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ میں تمام حاضرین کے روبرو جن میں معزز ہندو اور بٹالہ کے

قرینہ بھی تھے اپنی دروغگوئی کا صاف اقرار کر دیا اور بالمقابل الہامی پیشگوئیوں کے پیش کرنے سے بھاگ گیا مگر افسوس کہ اسی عیسائی صاحب نے ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں اپنی دروغگوئی کے چھپانے کے لئے یہ ظاہر کیا ہے کہ میں نے الہام کا دعوےٰ نہیں کیا تھا مقام تعجب ہے کہ ان دیسی عیسائیوں کو جھوٹ بولنے سے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ اگر آپ نے ملہم ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا تھا تو پھر کیوں ۱۲ مئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ میں رائے بشمبر داس صاحب رئیس بٹالہ اور بابو گوردت سنگھ صاحب مختار عدالت نے آپ کو ملامت کی کہ ایسا جھوٹ کیوں بولا اور کیوں ناحق لوگوں کو تکلیف دی اور کیوں منشی محمد بخش صاحب مختار عدالت نے اُسی جلسہ میں شہادتاً بیان کیا کہ فتح مسیح انکار دعوےٰ الہام میں بالکل جھوٹا ہے۔ اس نے میرے روبرو ایک مجمع کثیر میں اپنے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بھلا یہ بھی جانے دو۔ خود پادری وائٹ بریخت سے حلفاً دریافت کیا جائے کہ کیا ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء میں فتح مسیح نے پادری صاحب کے نام یہ چٹھی نہیں لکھی تھی کہ میں نے بالمقابل الہامی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

اب انصافاً سوچنا چاہئیے کہ جس شخص کے مادہ میں اس قدر جھوٹ بھرا ہوا ہے کہ وہ اس منصب کے لائق ہے کہ عیسائی کلیسیا کی طرف سے دوسروں کے لئے واعظ ٹھہرے۔ پادری وائٹ بریخت صاحب اس شخص کی دروغگوئی کو خوب جانتے ہیں اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اپنے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء میں صاف لکھ دیا کہ آئندہ ہم ایسے ایسے دروغ گویوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریخت صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کر دیں کہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے اور پھر ہم سے کوئی الہامی پیشگوئی پیش از وقوع طلب کرنا چاہیں تو ہم بدیں شرط جلسہ عام میں پیش کریں گے کہ اگر ہماری پیشگوئی پیش کردہ بنظر حاضرین جلسہ صرف اٹکل اور اندازہ ہو اور انسانی طاقتوں سے بالاتر نہ ہو یا بالآخر جھوٹی نکلے تو دو سو روپیہ ہرجانہ پادری صاحب کو دیا جائے گا ورنہ بصورت دیگر پادری صاحب کو مسلمان ہونا پڑے گا۔ لیکن پادری صاحب نے ایسے جلسہ میں آنا قبول نہ کیا۔

اور صاف گریز کر گئے اور کوہ شملہ پر چلے گئے۔ حالانکہ ہم انہیں کے لئے ایک دن تک برابر بٹالہ میں ٹھہرے۔ غرض انہوں نے تو ہمارے مقابل پر دم بھی نہ مارا۔ لیکن اُسے میاں فتح مسیح نے ۲۰ جون ۱۸۸۸ء کے اخبار نور افشاں میں چھپوا دیا ہے کہ ہم اس طور پر تحقیق الہامات کے لئے جلسہ کر سکتے ہیں کہ ایک جلسہ منعقد ہو کر چار سوال بند کاغذ میں حاضرین جلسہ میں سے کسی کے ہاتھ میں دیدیں گے وہ ہمیں الہاماً بتلائے جائیں۔ اس کے جواب میں اوّل تو یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ ہم اپنے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء میں لکھ چکے ہیں۔ فتح مسیح جس کی طینت میں دروغ ہی دروغ ہے۔ ہرگز مخاطب ہونے کے لائق نہیں۔ اور اس کو مخاطب بنانا اور اس کے مقابل پر جلسہ کرنا ہر ایک راست باز کے لئے عار و ننگ ہے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریخٹ صاحب ایسی درخواست کریں کہ جو نور افشاں ۷ جون ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۷ میں درج ہے تو ہمیں بسر و چشم منظور ہے۔ ہمارے ساتھ وہ خدائے قادر و علیم ہے جس سے عیسائی لوگ ناواقف ہیں۔ وہ پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے جو اس کے خالص بندے ہیں۔ لیکن لہو و لعب کے طور پر اپنا نام لینا پسند نہیں کرتا۔ پس اگر پادری وائٹ بریخٹ صاحب ایک عام جلسہ بٹالہ میں منعقد کر کے اس جلسہ میں حلفاً اقرار کریں کہ اگر مضمون کسی بند لفافہ کا جو میری طرف سے پیش ہو، دس ہفتہ تک مجھ کو بتلایا جاوے تو میں بلا توقف دین مسیحی سے بیزار ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اگر ایسا نہ کروں تو ہزار روپیہ جو پہلے سے کسی ثالث منظور کردہ کے پاس جمع کرا دوں گا بطور تاوان انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخل کیا جاوے گا۔ اس تحریری اقرار کے پیش ہونے کے اور نیز نور افشاں میں چھپنے کے بعد اگر دس ہفتہ تک ہم نے لفافہ بند کا مضمون بتلا دیا تو ایفاء شرط کا پادری صاحب پر لازم ہوگا ورنہ اُن کے روپیہ کی ضبطی ہوگی۔ اور اگر ہم بتلا نہ سکے تو ہم دعویٰ الہام سے دستبردار ہو جائیں گے اور نیز جو سزا زیادہ سے زیادہ ہمارے لئے تجویز ہو وہ بخوشی خاطر اُٹھا لیں گے۔ فقط

المعلن

خاکسار غلام احمد قادیانی ۹ جون ۱۸۸۸ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحہ کا ہے) (مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(۴۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یاحی یاقیوم برحمتک نستغیث

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کرکے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں ہی سیاہ کیا ہے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں۔ وہ دو یا تین بیویاں کا جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس فعل کو زنا اور حرامکاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک ایک بیوی سے ہمیشہ کے لئے جاری نہیں رہ سکتا بلکہ کسی نہ کسی جزو سلسلہ میں یہ دقت آپڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور ناقابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازدواج مکرر سے ہی قائم و دائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔ تحقیق سے ظاہر ہوگا اس مبارک۔ اور مفید طریق نے انسان کی نسل کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اُجڑے ہوئے گھروں کو یک دفعہ آباد کردیا ہے اور انسان کے تقویٰ کے لئے یہ فعل کیا زبردست ممد و معین ہے۔ خاوندوں کی حاجت برآری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں، یہ طریق بابرکت تدارک اس نقصان کا کرتا ہے۔

اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کے رُو سے کر سکتا ہے وہ اُسے بخشتا ہے۔ ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار مرد اور عورت کی کاروائی کا ہے۔ بیکار اور معطل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بدشکل ہو۔ تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردمی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رُو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے۔ اور اگر پُوری پُوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کر سکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے۔ کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی ذمہ دار اور کاربرآر نہیں ہو سکتی۔ اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لئے قائم رہتا ہے جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں ان کے لئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ بعض اسلام کے مخالف اپنے نفس امارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں۔ مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جو اُن میں پھیل رہی ہے ان کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں۔ اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مسلم الثبوت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کر کے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں۔ بشرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت مسیحؑ کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے۔ جس کی حضرت داؤد (مسیح کے باپ) نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی مانند سمجھتے ہیں۔ اور اس پُرخبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت مریم صدیقہ کی طرف عائد ہوتا ہے اس سے ذرا پرہیز نہیں کرتے اور باوجود اس تمام بے ادبی کے دعویٰ محبت مسیح رکھتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ بیبل کے رُو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا صاحب بھی

شامل ہیں، عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مُہر لگا دی ہے۔ اے ناخدا ترس عیسائیو! اگر ملہم کے لئے ایک ہی جورو ہونا ضروری ہے تو پھر کیا تم داؤد جیسے راستباز نبی کو نبی اللہ نہیں مانو گے یا سلیمان جیسے مقبول الٰہی کو ملہم ہونے سے خارج کر دو گے۔ کیا بقول تمہارے یہ دائمی فعل ان انبیاء کا جن کے دلوں پر گویا ہر دم الہام الٰہی کی تار لگی ہوئی تھی اور ہر آن خوشنودی یا ناخوشنودی کی تفصیل کے بارے میں۔ ۔ ۔ ۔ احکام وارد ہو رہے تھے ایک دائمی گناہ نہیں ہے جس سے وہ اخیر عمر تک باز نہ آئے اور خدا اور اس کے حکموں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ وہ غیرت مند اور نہایت درجہ کا غیور خدا جس نے نافرمانی کی وجہ سے ثمود اور عاد کو ہلاک کیا۔ لوط کی قوم پر پتھر برسائے۔ فرعون کو مع اس کی تمام شریر جماعت کے ہولناک طوفان میں غرق کر دیا۔ کیا اس کی شان اور غیرت کے لائق ہے کہ اس نے ابراہیم اور یعقوب اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور دوسرے کئی انبیاء کو بہت سی بیویوں کے کرنے کی وجہ سے تمام عمر نافرمان پا کر اور پکے سرکش دیکھ کر پھر ان پر عذاب نازل نہ کیا بلکہ انہیں سے زیادہ تر دوستی اور محبت کی۔ کیا آپ کے خدا کو الہام اُتارنے کے لئے کوئی آدمی نہیں ملتا تھا یا بہت سی جورواں کرنے والے ہی اس کو پسند آ گئے ✢؟ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جوروان کر کے اور پھر رُوحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے سبقت لے جا کر تمام دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دوست الٰہی بننے کے لئے یہ راہ نہیں کہ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے۔ بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ ہے کہ جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اُٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بے تعلق ہو۔ خدا تعالیٰ کا بندہ سے محب اور محبوب ہونے کا جوڑ ہونا ایک تیسری چیز کے وجود کو چاہتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ایمانی رُوح جو مومن میں پیدا ہو کر نئے حواس اس کو بخشتی ہے۔ اسی رُوح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا کلام

✢ انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کے فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اُٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔ منہ ؛

مؤمن سُنتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے سچی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ نئی زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ جوگی اور راہب اور سنیاسی کہلاتے ہیں یہ پاک رُوح اُن میں سے کس کو دی گئی ہے۔ کیا کسی پادری میں یہ پاک رُوح یا یُوں کہو کہ رُوح القدس پائی جاتی ہے۔ ہم تمام دنیا کے پادریوں کو بُلاتے بُلاتے تھک بھی گئے۔ کسی نے آواز تک نہیں دی۔ نُور افشاں میں بعض پادریوں نے چھپوایا تھا کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کریں گے۔ اس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہمیں بتلایا جائے۔ لیکن جب ہماری طرف سے مسلمان ہونے کی شرط سے یہ درخواست[1] منظور ہوئی تو پھر پادریوں نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ پادری لوگ مدت سے الہام پر مُہر لگائے بیٹھے تھے۔ اب جب مُہر ٹوٹی اور فیض روح القدس مسلمانوں پر ثابت ہوا تو پادریوں کے اعتقاد کی قلعی کُھل گئی۔ لہٰذا ضرور تھا کہ پادریوں کو ہمارے الہام سے دوہرا رنج ہوتا۔ ایک مُہر ٹوٹنے کا۔ دوسرے الہام کی نقل منگانے کا۔ سو نور افشاں کی سخت زبانی کا اصل موجب وہی رنج ہے جو تپِ دق کی طرح لاعلاج ہے۔

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نُور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے۔ وہ خط محض ربّانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرزادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی، نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں چنانچہ اگست ۱۸۸۸ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دُختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضاجوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے

---

[1] دیکھو اشتہار ۱۸۸۸ء جلد ۱ (مرتب)

مدارالہام اور لطیفہ نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپورہ میں جاری ہے نامبردہ یعنے ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا۔ اس لئے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے۔ لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا

اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء[ل] میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا[*] اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا وے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ کذّبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستھزءُون۔ فسیکفیکھم اللّٰہ ویردّھا الیک لاتبدیل لکلمات اللّٰہ۔ انّ ربّک فعّال لما یرید۔ انت معی وانا معک۔ عسٰی ان یبعثک ربّک مقامًا محمودًا۔ یعنے انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں مونہہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے

---

[*] تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ حادثہ اس سے پہلے نہ آوے بلکہ مکاشفات کی رو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔ واللّٰہ اعلم۔ منہ

[ل] اصل اشتہار میں کاتب کی غلطی سے ۱۸۸۸ء لکھا گیا ہے۔ جو دراصل ۱۸۸۶ء ہے۔ ہم نے نقل مطابق اصل کی ہے (المرتب)

چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نورافشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا تعالےٰ کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلّی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کے لئے تاکید کی ؁ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا اور جن کے لئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دُختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا۔ اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ در حالت رد و انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی یہانتک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے شدت غیظ و غضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ تک اک ہزار مرد و عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاعیاب ہو گئے ہوں گے اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کرکے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جابجا پڑھا گیا۔ اور عورتوں اور بچوں تک اُس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔ اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بے جا اختراع کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہو گیا کہ اپنی قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا اور نیز یہ پیشگوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت جب ہم نے ظاہر کی ہے بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام

؁ یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا۔ ہم کو بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ظاہر کیا ہم نے سراسر سچی خیر خواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سربستہ ظاہر کر دیا۔ پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کی آپ شہرت دی۔ منہ ؁

آتھیہ اور نیز لیکھرام پشاوری اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے کہ ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیشگوئی کی تھی یعنے یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ پیشگوئی اس پیشگوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی۔ اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ کی ہے کہ جبکہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جبکہ یہ پیشگوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنے اس زمانہ میں جبکہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ ماہ جولائی ۱۸۸۸ء

(اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے آٹھ صفحہ پر ہے۔ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

---

(۴۶)

تتمہ اشتہار

دہم جولائی ۱۸۸۸ء

(۱) اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۶ میں یہ الہام درج ہے فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر کہ جو اپنی بیدینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں انواع اقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیگا۔ اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا

نہیں ہوگا جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا۔

۲۔ ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے ٭ اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرّہ محبت اُن میں باقی نہیں رہی۔ اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اُٹھا کر پھینک دے۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسُول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے، انہیں کے تقاضا سے، انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے، ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے۔ اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا ہمیں اس رشتہ ٭٭ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

٭ مرزا نظام الدین جو کنبے کے لوگوں سے نمبر اوّل کا مخالف ہے۔ ۵ اگست ۱۸۸۶ء کو اس کی نسبت صاف پیشگوئی کی گئی تھی کہ ۳۱ ماہ تک اُن کے اہل و عیال میں سے کوئی شخص بقضائے الٰہی فوت ہوجائیگا۔ یہ پیشگوئی عام طور پر شائع ہوگئی تھی یہاں تک کہ بعض قادیان کے آریوں کے اس پر دستخط بھی ہوگئے تھے لیکن جب یہ پیشگوئی کہ جو اشتہار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء میں مفصل درج ہے پُوری ہوئی تو نظام الدین کے دل پر اس کا ذرہ بھی اثر نہ پڑا۔ اور نہ اس قادر مطلق کی طرف توبہ اور استغفار سے رجوع کیا جو گناہوں کو معاف کرتا اور مصیبتوں کو دُور کرتا اور عاجز بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ منہ۔

٭٭ اُن کا اس رشتہ سے بشدت انکار بھی درحقیقت اسی اپنی رسم پرستی کی وجہ سے ہے کہ وہ اپنی کسی لڑکی کا اس کے کسی حقیقی ماموں سے نکاح کرنا حرام قطعی سمجھتے ہیں۔ اور اگر سمجھایا جائے تو بیدھڑک کہدیتے ہیں کہ ہمیں اسلام اور قرآن سے کچھ غرض واسطہ نہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے نشان بھی انہیں ایسا دیا جس سے ان کے دین کے ساتھ ہی اصلاح ہو اور بدعت اور خلاف شرع رسم کی بیخکنی ہوجائے تا آیندہ اس قوم کے لئے ایسے رشتوں کے بارے میں کچھ تنگی اور حرج نہ رہے۔ منہ

سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پُورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام **محمود احمد** ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کُنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلاوے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور اُن بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو اُن پر قہری نشان نازل کرکے ان کو متنبہ کرے۔

برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے دین اُن کا درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الوجوہ صلاحیت پذیر ہو جائے گی اور وہ بلائیں جو عنقریب اُترنے والی ہیں نہیں اُتریں گی اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے* والسلام علیٰ عباداللہ المومنین۔

خـــــاکســـــار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

---

* قہری نشانوں میں سے کسی قدر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی درج ہے اور جنوری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور ایک اور الہام عربی مرزا احمد بیگ کی نسبت ہوا تھا۔ جس کو ایک مجمع میں جس میں بابو الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ و مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی موجود تھے سُنایا گیا تھا جس کی عبارت یہ ہے۔ رأیت هذه المرأة واثر البكاء على وجهها فقلت ايتها المرأة توبي توبي فان البلاء على عقبك والمصيبة نازلة عليك يموت ويبقى منه كلاب متعددة۔ منہ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰ ۲/۸۶ کے دو صفحوں پر ہے)

یہ اصل اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر علیحدہ شایع ہوا تھا اور اس کی نقل آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۱ لغایت صفحہ ۲۸۸ پر بھی درج ہے۔ (المرتب)

(۴۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷؍اگست ۱۸۸۷ء روز یکشنبہ میں پیدا ہوا تھا اور ۴؍نومبر ۱۸۸۸ء کو اسی روز یکشنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولہویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا۔ عجیب طور کا شور و غوغا خام خیال لوگوں میں اُٹھا اور رنگارنگ کی باتیں خویشوں وغیرہ نے کیں اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائیں ظاہر کی گئیں۔ مخالفین مذہب جن کا شیوہ بات بات میں خیانت و افترا ہے۔ انہوں نے اس بچے کی وفات پر انواع و اقسام کی افترا گھڑنی شروع کی۔ سو ہر چند ابتدا میں ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ شائع کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تھا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹھوکر کھانے کا موجب ہو سکے۔ لیکن جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا۔ اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلوں پر بھی اس کا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہم نے محض للہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔ اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء و ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷؍اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

بعضوں نے اپنی طرف سے افترا کر کے یہ بھی اپنے اشتہار میں لکھا کہ اس بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا۔ لیکن ناظرین پر منکشف ہو کہ جن لوگوں نے یہ نکتہ چینی کی ہے۔ انہوں نے بڑا دھوکا کھایا ہے۔ یا دھوکا دینا چاہا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۶ء تک جو پسر متوفی کی وفات[✲] کا مہینہ ہے۔ جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکھرام پشاوری[+] نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے بلکہ ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷ راگست ۱۸۸۶ء کا اشتہار کہ جو ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کی بنا پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا۔ صاف بتلا

+ حاشیہ :۔ یہ مفتری لیکھرام پشاوری ہے جس نے تینوں اشتہار مندرجہ متن اپنے اثبات دعویٰ کی غرض سے اپنے اشتہار میں پیش کی ہیں اور سراسر خیانتوں سے کام لیا ہے مثلاً وہ اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کا ذکر کر کے اس کی یہ عبارت اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل تک تجاوز نہیں کر سکتا۔ لیکن اس عبارت کا اگلا فقرہ یعنی یہ فقرہ کہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس فقرہ کو اس نے عمداً نہیں لکھا۔ کیونکہ یہ اس کے مدعا کو مضر تھا اور اس کے خیالِ فاسد کو جڑ سے کاٹتا تھا۔ پھر دوسری خیانت یہ ہے کہ لیکھرام کے اس اشتہار سے پہلے ایک اور اشتہار آریوں کی طرف سے انہی تینوں اشتہارات مذکورہ بالا کے جواب میں مطبع چشمہ نور امرتسر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں انہوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ ان تینوں اشتہارات کے دیکھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لڑکا جو پیدا ہوا یہ وہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ اس اقرار کا لیکھرام نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ اب ظاہر ہے کہ آریوں کا پہلا اشتہار لیکھرام کے اس اشتہار کی خود بیخکنی کرتا ہے۔ دیکھو ان کا وہ اشتہار جس کا عنوان حسب حال ان کے یہ ہے کہ ان اللہ لا یحب الماکرین۔ منہ

✲ یہ سہو کاتب ہے۔ صحیح بجائے "وفات" کے "پیدائش" ہے (مرتب)

رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔ تعجب کہ لیکھرام پشاوری نے جوش تعصب میں آکر اپنے اس اشتہار میں جو اس کی جبلی خصلت بدگوئی و بدزبانی سے بھرا ہوا ہے۔ اشتہارات مذکورہ کے حوالہ سے اعتراض تو کر دیا مگر آنکھیں کھول کر ان تینوں اشتہاروں کو پڑھ نہ لیا تا جلد بازی کی ندامت سے بچ جاتا نہایت افسوس ہے کہ ایسے دروغ باف لوگوں کو آریوں کے وہ پنڈت کیوں دروغگوئی سے منع نہیں کرتے جو بازاروں میں کھڑے ہو کر اپنا اصول یہ بتلاتے ہیں کہ جھوٹ کو چھوڑنا اور تیاگ کرنا اور سچ کو ماننا اور قبول کرنا آریوں کا دھرم ہے۔ پس عجیب بات ہے کہ یہ دھرم قول کے ذریعہ سے تو ہمیشہ ظاہر کیا جاتا ہے مگر فعل کے وقت ایک مرتبہ بھی کام میں نہیں آتا۔ افسوس ہزار افسوس۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ ہر دو اشتہار ۸ را پریل ۱۸۸۶ء اور ۷ راگست ۱۸۸۷ء مذکورہ بالا اس ذکر و حکایت سے بالکل خاموش ہیں کہ لڑکا پیدا ہونے والا کیسا اور کن صفات کا ہے۔ بلکہ یہ دونوں اشتہار صاف شہادت دیتے ہیں کہ ہنوز یہ امر الہام کی رو سے غیر منفصل اور غیر مصرح ہے ✦ ہاں یہ تعریفیں جو اوپر گذر چکی ہیں ایک آنیوالے لڑکے کی نسبت عام طور پر بغیر کسی تخصیص و تعیین کے اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں ضرور بیان کی گئی ہیں۔ لیکن

✦ **حاشیہ**:۔ عبارت اشتہار ۸ را پریل ۱۸۸۶ء یہ ہے کہ "ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا" دیکھو اشتہار ۸ را پریل ۱۸۸۶ء مطبع چشمہ فیض قادری بٹالہ۔ عبارت اشتہار ۷ راگست ۱۸۸۷ء یہ ہے۔ "اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ را پریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی وہ ۱۶ رذیقعدہ مطابق ۷ راگست میں پیدا ہو گیا۔ دیکھو اشتہار ۷ راگست ۱۸۸۷ء مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور۔ پس کیا ان تینوں اشتہارات میں جو لیکھرام پشاوری نے جوش میں آکر پیش کی ہیں بو تک بھی اس بات کی پائی جاتی ہے کہ ہم نے کبھی اپسر متوفی کو مصلح موعود اور عمر پانے والا اقرار دیا ہے۔ فتفکروا فتدبروا ✦

اس اشتہار میں یہ تو کسی جگہ نہیں لکھا کہ جو ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہوگا وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے بلکہ اس اشتہار میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی کوئی تاریخ مندرج نہیں۔ کہ کب اور کس وقت ہوگا۔ پس ایسا خیال کرنا کہ ان اشتہارات میں مصداق ان تعریفوں کا اسی پسرِ متوفی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ سراسر ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے۔ یہ سب اشتہارات ہمارے پاس موجود ہیں اور اکثر ناظرین کے پاس موجود ہوں گے۔ مناسب ہے کہ ان کو غور سے پڑھیں اور پھر آپ ہی انصاف کریں۔ جب یہ لڑکا جو فوت ہوگیا ہے پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے بعد صدہا خطوط اطرافِ مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جس کے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گے تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا تھا کہ اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پسرِ متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئی تھیں جو اس کی پاکیزگیٔ رُوح اور بلندیٔ فطرت اور علوِ استعداد اور روشن جوہری اور سعادتِ جبلّی کے متعلق تھیں اور اس کی کاملیت استعدادی سے علاقہ رکھتی تھیں۔ سو چونکہ وہ استعدادی بزرگیاں ایسی نہیں تھیں جن کے لئے بڑی عمر پانا ضروری ہوتا۔ اسی باعث سے یقینی طور پر کسی الہام کی بناء پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمر تک پہنچے گا۔ اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی۔ تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جاوے تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔ سو تعجب اور نہایت تعجب کہ جس حالت میں ہم اب تک پسرِ متوفی کی نسبت الہامی طور پر کوئی قطعی رائے ظاہر کرنے سے بکلّی خاموش اور ساکت رہے۔ اور ایک ذرا سا الہام بھی اس بارے میں شائع نہ کیا تو پھر ہمارے مخالفوں کے کانوں میں کس نے پھونک ماردی کہ ایسا اشتہار ہم نے شائع کر دیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہم اس خیال کی بنا پر کہ الہامی طور پر ذاتی بزرگیاں پسر متوفی کی ظاہر ہوئی ہیں اور اس کا نام مبشر اور بشیر اور نور اللہ۔ صیب اور چراغ دین وغیرہ اسماء مشتمل کاملیت ذاتی اور روشنی فطرت کے رکھے گئے ہیں۔ کوئی مفصل و مبسوط اشتہار بھی شائع کرتے۔ اور اس میں بحوالہ ان ناموں کے اپنی یہ رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہوگا۔ تب بھی صاحبان بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا۔ کیونکہ ان کا منصفانہ خیال اور ان کی عارفانہ نگاہ فی الفور انہیں سمجھا دیتی کہ یہ اجتہاد صرف چند ایسے ناموں کی صورت پر نظر کرکے کیا گیا ہے جو فی حد ذاتہ صاف اور کھلے کھلے نہیں ہیں بلکہ ذوالوجوہ اور تاویل طلب ہیں۔ سو ان کی نظر میں اگر یہ ایک اجتہادی غلطی بھی متصور ہوتی تو وہ بھی ایک ادنیٰ درجہ کی اور نہایت کم وزن اور خفیف سی ان کے خیال میں دکھائی دیتی۔ کیونکہ ہر چند ایک غبی اور کوردل انسان کو خدا تعالےٰ کا وہ قانون قدرت سمجھانا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اس کے متشابہات وحی اور رویا اور کشوف اور الہامات کے متعلق ہے۔ لیکن جو عارف اور بابصیرت آدمی ہیں وہ خود سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ پیشگوئیوں وغیرہ کے بارہ میں اگر کوئی اجتہادی غلطی ہو بھی جائے تو وہ محل نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے مجمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہی ہیں* ۔ اور ان کے بیدار دل اور

* حاشیہ:۔ توریت کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعض اپنی پیشگوئیوں کے سمجھنے اور سمجھانے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی تھی اور وہ امیدیں جو بہت جلد اور بلا توقف نجات یاب ہونے کے لئے بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں وہ اس طرح پر ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے خلاف ان امیدوں کے صورت حال دیکھ کر اور دل تنگ ہو کر ایک مرتبہ اپنی کم ظرفی کی وجہ سے جو ان کی طینت میں تھی کہہ بھی دیا تھا کہ اے موسیٰ و ہارون جیسا تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دل تنگی اس کم ظرف قوم میں اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ انہوں نے جو جلد مخلصی پا جانے کا

اور روشن ضمیر پیر دہر گز ان غلطیوں سے حیرت و سرگردانی میں نہیں پڑے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ غلطیاں نفس الہامات و مکاشفات میں نہیں ہیں بلکہ تاویل کرنے میں غلطی وقوع میں آگئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں اجتہادی غلطی علماء ظاہر و باطن کی ان کی کسر شان کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور ہم نے کوئی ایسی اجتہادی غلطی بھی نہیں کی جس کو ہم قطعی و یقینی طور پر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرتے تو کیوں بشیر احمد کی وفات پر ہمارے کوتہ اندیش مخالفوں نے اس قدر زہر اُگلا ہے۔ کیا ان کے پاس ان تحریرات کا کوئی کافی قانونی ثبوت بھی ہے یا ناحق بار بار اپنے نفس امارہ کے جذبات لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں اور اس جگہ بعض نادان مسلمانوں کی حالت پر بھی تعجب ہے کہ وہ کس خیال پر وساوس کے دریا میں ڈالے جاتے ہیں۔ کیا کوئی اشتہار ہمارا ان کے پاس ہے کہ جو ان کو یقین دلاتا ہے کہ ہم اس

اپنے دلوں میں حسب پیرایہ تقریر موسوی اعتقاد کر لیا تھا اس طور پر معرض ظہور میں نہیں آیا تھا اور درمیان میں ایسی مشکلات پڑ گئی تھیں جن کی پہلے سے بنی اسرائیل کو صفائی سے خبر نہیں دی گئی تھی۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان درمیانی مشقتوں اور ان کے طول کھینچنے کے ابتدا میں مصفا اور صاف طور پر خبر نہیں ملی تھی۔ لہذا ان کے خیال کا میلان اجتہادی طور پر کسی قدر اس طرف ہو گیا تھا کہ فرعون بے عون کا آیات بیّنات سے جلد تر قصہ پاک کیا جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے جیسا کہ قدیم سے تمام انبیاء سے اس کی سنّت جاری ہے۔ پہلے ایام میں حضرت موسیٰؑ کو ابتلا میں ڈالنے کی غرض سے اور رعب استغنا ان پر وارد کرنے کے ارادہ سے بعض درمیانی مکارہ ان سے مخفی رکھے۔ کیونکہ اگر تمام آنے والی باتیں اور وارد ہونے والی صعوبتیں اور شدتیں پہلے ہی ان کو کھول کر بتلائی جاتیں تو ان کا دل بکلی قوی اور طمانیت یاب ہو جاتا۔ پس اس صورت میں اس ابتلا کی ہیبت ان کے دل پر سے اٹھ جاتی جس کا وارد کرنا حضرت کلیم اللہ پر اور ان کے پیروؤں پر براد ترقی درجات و ثواب آخرت ارادہ الٰہی میں قرار پا چکا تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے جو جو امیدیں اور بشارتیں اپنے حواریوں کو اس دنیوی زندگی اور کامیابی اور خوشحالی کے متعلق انجیل میں دی ہیں۔ وہ بھی بظاہر نہایت سہل

لڑکے کی نسبت الہامی طور پر قطع کر چکے تھے کہ یہی عمر پانے والا اور مصلح موعود ہے۔ اگر کوئی ایسا اشتہار ہے تو کیوں پیش نہیں کیا جاتا۔ ہم ان کو باور دلاتے ہیں کہ ایسا اشتہار ہم نے کوئی شایع نہیں کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلےٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال وجمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کیں یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں جن کے لئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں۔ اس عاجز کا مدلل اور معقول طور پر یہ دعویٰ ہے کہ جو

اور آسان طریقوں سے اور جلد تر حاصل ہونے والی معلوم دیتی تھیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مبشرانہ الفاظ سے جو ابتدا میں انہوں نے بیان کئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی زمانہ میں ایک زبردست بادشاہی ان کی قائم ہونے والی ہے۔ اسی حکمرانی کے خیال پر حواریوں نے ہتھیار بھی خرید لئے تھے۔ کہ حکومت کے وقت کام آویں گے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا دوبارہ اُترنا بھی جناب ممدوح نے خود اپنی زبان سے ایسے الفاظ میں بیان فرمایا تھا جس سے خود حواری بھی یہی سمجھتے تھے کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ فوت نہیں ہوں گے اور نہ حواری پیرانہ اجل پائیں گے کہ حضرت مسیح پھر اپنی جلالت اور عظمت کے ساتھ دنیا میں تشریف لے آئیں گے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا خیال اور رائے اسی پیرایہ کی طرف زیادہ جھکا ہوا تھا کہ جو انہوں نے حواریوں کے ذہن نشین کیا جو اصل میں صحیح نہیں تھا یعنی کسی قدر اس میں اجتہادی غلطی تھی اور عجیب تر یہ کہ بائیبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ دیکھو سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹۔ مگر اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔ الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے

بنی آدم کے بچے طرح طرح کی قوتیں لے کر اس مسافرخانہ میں آتے ہیں خواہ وہ بڑی عمر تک پہنچ جائیں اور خواہ وہ خوردسالی میں فوت ہو جائیں۔ اپنی فطرتی استعدادات میں ضرور باہم متفاوت ہوتے ہیں۔ اور صاف طور پر امتیاز بیّن ان کی قوتوں اور خصلتوں اور شکلوں اور ذہنوں میں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ کسی مدرسہ میں اکثر لوگوں نے بعض بچے ایسے دیکھے ہوں گے جو نہایت ذہین اور فہیم اور تیز طبع اور زود فہم ہیں اور علم کو ایسی جلدی سے حاصل کرتے ہیں کہ گویا جلدی سے ایک صف لپیٹتے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی عمر وفا نہیں کرتی اور چھوٹی عمر میں ہی مر جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ نہایت غبی اور بلید اور انسانیت کا بہت کم حصہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور منہ سے رال ٹپکتی ہے اور وحشی سے ہوتے ہیں اور بہت سے بوڑھے اور پیر فرتوت ہو کر مرتے ہیں اور بباعث سخت نالیاقتی فطرت کے جیسے آئے ویسے ہی جاتے ہیں۔ غرض ہمیشہ اس کا نمونہ ہر ایک شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ بعض بچے ایسے کامل الخلقت ہوتے ہیں کہ صدیقوں کی پاکیزگی اور فلاسفروں کی دماغی طاقتیں اور عارفوں کی روشن ضمیری اپنی فطرت میں رکھتے ہیں اور ہونہار دکھائی دیتے ہیں مگر اس عالم بے ثبات میں رہنا نہیں پاتے اور کئی ایسے بچے بھی لوگوں نے دیکھے ہوں گے کہ ان کے لچھن اچھے نظر نہیں آتے اور فراست حکم کرتی ہے کہ اگر وہ عمر پاویں تو پرلے درجے کے بدذات اور شریر

کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۶ء۔ سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا۔ اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام **محمود** ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ منہ

اور جاہل اور ناحق شناس نکلیں۔ ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو خورد سالی میں یعنی سولھویں مہینے میں فوت ہو گئے۔ اس کی صفائی استعداد کی تعریفیں اور اس کی صدیقانہ فطرت کی صفت وثنا احادیث کے رو سے ثابت ہے۔ ایسا ہی وہ بچہ جو خورد سالی میں حضرت خضر نے قتل کیا تھا۔ اس کی خباثت جبلی کا حال قرآن شریف کے بیان سے ظاہر باہر ہے۔ کفار کے بچوں کی نسبت جو خورد سالی میں مر جائیں جو کچھ تعلیم اسلام ہے۔ وہ بھی درحقیقت اسی قاعدہ کی رو سے ہے کہ بوجہ اس کے کہ الولد سرٌّ لابیہ ان کی استعدادات ناقصہ ہیں۔ غرض بلحاظ صفائی استعداد اور نورانیت اصل جوہر و مناسبت تامہ دینی کے پسر متوفی کے الہام میں وہ نام رکھے گئے تھے جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔ اب اگر کوئی تحکم کی راہ سے کھینچ تان کر ان ناموں کو عمر دراز ہونے کے ساتھ وابستہ کرنا چاہے تو یہ اس کی سراسر شرارت ہو گی جس کی نسبت کبھی ہم نے کوئی یقینی اور قطعی رائے ظاہر نہیں کی۔ ہاں یہ سچ ہے اور بالکل سچ کہ ان فضائل ذاتیہ کے تصور کرنے سے شک کیا جاتا تھا کہ شاید یہی لڑکا مصلح موعود ہو گا۔ مگر وہ شکی تقریر ہے جو کسی اشتہار کے ذریعے سے شائع نہیں کی گئی۔ ہندوؤں کی حالت پر سخت تعجب ہے کہ وہ باوصف اس کے کہ اپنے نجومیوں اور جوتشیوں کے منہ سے ہزارہا ایسی باتیں سنتے ہیں کہ بالآخر وہ سراسر پوچ اور لغو اور جھوٹ نکلتی ہیں۔ اور پھر ان پر اعتقاد رکھنے سے باز نہیں آتے اور عذر پیش کر دیتے ہیں کہ حساب میں غلطی ہو گئی ہے ورنہ جوتش کے سچا ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ پھر باوصف ایسے اعتقادات سخیفہ اور ردیہ کے الہامی پیشگوئیوں پر بغیر کسی صریح اور صاف غلطی پکڑنے کے متعصبانہ حملہ کرتے ہیں۔ پھر ہندو لوگ اگر ایسی بے اصل باتیں منہ پر لاویں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں کیونکہ وہ دشمن دین ہیں اور اسلام کے مقابل پر ہمیشہ سے ان کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے یعنی جھوٹ و افترا۔ لیکن نہایت تعجب میں ڈالنے والا واقعہ مسلمانوں کی حالت ہے کہ باوجود دعوے دینداری و پرہیزگاری اور باوجود عقائد اسلامیہ کے ایسے ہذیانات زبان پر لاتے ہیں۔ اگر

ہمارے ایسے اشتہارات ان کی نظر سے گذرے ہوتے جن میں ہم نے قیاسی طور پر پسر متوفی کو مصلح موعود اور عمر پانے والا قرار دیا ہوتا۔ تب بھی ان کی ایمانی سمجھ اور عرفانی واقفیت کا مقتضا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ یہ ایک اجتہادی غلطی ہے جو کہ کبھی کبھی علماء ظاہر و باطن دونوں کو پیش آجاتی ہے۔ یہانتک کہ اولوالعزم رسول بھی اس سے باہر نہیں ہیں۔ مگر اس جگہ تو کوئی ایسا اشتہار بھی شائع نہیں ہوا تھا۔ محض "دریا ندیدہ موزہ از پا کشیدہ" پر عمل کیا گیا اور یاد رہے کہ ہم نے یہ چند سطریں جو عام مسلمانوں کی نسبت لکھی ہیں محض سچی ہمدردی کے تقاضا سے تحریر کی گئی ہیں تا وہ اپنے بے بنیاد وساوس سے باز آجاویں اور ایسا ردی اور فاسد اعتقاد دل میں پیدا نہ کریں جس کا کوئی اصل صحیح نہیں ہے۔ بشیر احمد کی وفات پر انہیں وساوس اور اوہام میں پڑنا انہیں کی بے سمجھی و نادانی ظاہر کرتا ہے ورنہ کوئی محل آویزش و نکتہ چینی نہیں ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ہم نے کوئی اشتہار نہیں دیا جس میں ہم نے قطع اور یقین ظاہر کیا ہو کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے اور گو ہم اجتہادی طور پر اس کی ظاہری علامات سے کسی قدر اس خیال کی طرف جھک بھی گئے تھے۔ مگر اسی وجہ سے اس خیال کے کھلے کھلے طور پر بذریعہ اشتہارات اشاعت نہیں کی گئی تھی کہ ہنوز یہ امر اجتہادی ہے۔ اگر یہ اجتہاد صحیح نہ ہوا تو عوام الناس جو دقائق و معارف علم الٰہی سے محض بے خبر ہیں وہ دھوکا میں پڑ جائیں گے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ پھر بھی عوام کالانعام دھوکا کھانے سے باز نہیں آئے اور اپنی طرف سے حاشیے چڑھا لئے۔ انہیں اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کہ ان کے اعتراضات کی بنا صرف یہ وہم ہے کہ کیوں اجتہادی غلطی وقوع میں آئی۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اول تو کوئی ایسی اجتہادی غلطی ہم سے ظہور میں نہیں آئی جس پر ہم نے قطع اور یقین اور بھروسہ کر کے عام طور پر اس کو شائع کیا ہو۔ پھر بطور تنزل ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی نبی یا ولی سے کسی پیشگوئی کی تشخیص و تعیین میں کوئی غلطی وقوع میں آجائے تو کیا ایسی غلطی اس کے مرتبۂ نبوت یا ولایت کو

کچھ کم کر سکتی یا گھٹا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب خیالات نادانی و ناواقفیت کی وجہ سے بصورت اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں جہالت کا انتشار ہے اور علوم دینیہ سے سخت درجہ کی لوگوں کو لاپرواہی ہے اس وجہ سے سیدھی بات بھی الٹی دکھائی دیتی ہے۔ ورنہ یہ مسئلہ بالاتفاق مانا گیا اور قبول کیا گیا ہے کہ ہر ایک نبی اور ولی سے اپنے ان مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں کہ جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے بخوبی تفہیم نہیں ہوئی غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ اور اس غلطی سے ان انبیاء اور اصفیاء کی شان میں کچھ بھی فرق نہیں آتا کیونکہ علم وحی بھی منجملہ علوم کے ایک علم ہے۔ اور جو قاعدہ فطرت اور قانون قدرت قوت نظریہ کے دخل دینے کے وقت تمام علوم و فنون کے متعلق ہے اس قاعدہ سے یہ علم باہر نہیں رہ سکتا۔ اور جن لوگوں کو انبیاء اور اولیاء میں سے یہ علم دیا گیا ہے ان کو مجبوراً اس کے تمام عوارض و لوازم بھی لینے پڑتے ہیں۔ یعنی ان پر وارد ہوتے ہیں جن میں سے ایک اجتہادی غلطی بھی ہے۔ پس اگر اجتہادی غلطی قابل الزام ہے تو یہ الزام جمیع انبیاء و اولیاء و علماء میں مشترک ہے۔

یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ کسی اجتہادی غلطی سے ربانی پیشگوئیوں کی شان و شوکت میں فرق آجاتا ہے یا وہ نوعِ انسان کے لئے چنداں مفید نہیں رہتیں یا وہ دین اور دینداروں کے گروہ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی غلطی اگر ہو بھی تو محض درمیانی اوقات میں بطور ابتلاء کے وارد ہوتی ہے اور پھر اس قدر کثرت سے سچائی کے نور ظہور پذیر ہوتے ہیں اور تائیدات الٰہیہ اپنے جلوے دکھاتی ہیں کہ گویا ایک دن چڑھ جاتا ہے اور مخاصمین کے سب جھگڑے ان سے انفصال پا جاتے ہیں۔ لیکن اس روز روشن کے ظہور سے پہلے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں پر سخت سخت آزمائشیں وارد ہوں اور اُن کے پیرو اور تابعین بھی بخوبی جانچے اور آزمائے جائیں تا خدا تعالیٰ سچوں اور کچوں اور ثابت قدموں اور بزدلوں میں فرق کر کے دکھلا دیوے۔

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

ابتلار جو اوائل حال میں انبیار اور اولیار پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سا کر کے ان کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلا اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ ان کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالم سے ان کا نام ونشان مٹا دیوے۔ کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزّ وجلّ اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلّت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے۔ بلکہ حقیقت میں وہ ابتلا کہ جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھا دے۔ یہی سنّت اللہ ہے جو قدیم سے خداتعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنّت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمایش کے وقت میں حضرت مسیحؑ کی غریبانہ تضرّعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسلؐ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں ✤ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیار اور اولیأ ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلار کی برکت سے انہوں نے پا لئے۔ ابتلار نے ان

✤حاشیہ۔ زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے جو انہوں نے ابتلائی حالت میں کیں ایک یہ ہے۔ اے خدا تو مجھ کو بچا لے کہ پانی میری جان تک پہنچے ہیں۔ میں گہری کیچ میں دھس چلا جہاں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں۔ میں چلاتے چلاتے تھک گیا۔ میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ جو بے سبب میرا کینہ رکھتے ہیں شمار میں میرے سر کے بالوں سے زیادہ ہیں۔ اے خداوند

کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ ان پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے ان پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربّانی مددوں نے بھی جن کا ان کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو

رب الافواج وہ جو تیرا انتظار کرتے ہیں میرے لئے شرمندہ نہ ہوں۔ وہ جو تجھ کو ڈھونڈتے ہیں وہ میرے لئے ندامت نہ اٹھائیں۔ وے پھاٹک پر بیٹھے ہوئے میری بابت بکتے ہیں اور نشے باز میرے حق میں گاتے ہیں۔ تو میری ملامت کشی اور میری رسوائی اور میری بے حرمتی سے آگاہ ہے۔ میں نے تاکا کہ کیا کوئی میرا ہمدرد ہے کوئی نہیں۔ (دیکھو زبور ۶۹) ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے ابتلاء کی رات میں جس قدر تضرعات کئے وہ انجیل سے ظاہر ہیں۔ تمام رات حضرت مسیح جاگتے رہے اور جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے غم و اندوہ سے ایسی حالت ان پر طاری تھی۔ وہ ساری رات رو رو کے دعا کرتے رہے کہ تا وہ بلا کا پیالہ کہ جو ان کے لئے مقدر تھا ٹل جائے۔ پر باوجود اس قدر گریہ و زاری کے پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی۔ کیونکہ ابتلاء کے وقت کی دُعا منظور نہیں ہوا کرتی۔ پھر دیکھنا چاہیئے کہ کہ سیدنا و مولانا حضرت فخر الرسل و خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتلاء کی حالت میں کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں اور ایک دُعا میں مناجات کی کہ اے میرے رب میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بے چارگی کا تیرے آستانہ پر گلہ گزار ہوں۔ میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جس قدر چاہے سختی کر کہ میں راضی ہوں جب تک تو راضی ہو جائے۔ مجھ میں بجز تیرے کچھ قوت نہیں۔ منہ

بہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور ان کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلا نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدت و سختی سے نازل ہوتی ہے۔ ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں ان پر ہوئیں۔ پر وہ اپنے پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سست اور شکستہ دل نہ ہوئے۔ بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار ان پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے اسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر انہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا اسی قدر ان کی ہمت بلند اور شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ ان تمام امتحانات سے اوّل درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت اور حرمت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حباب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں۔ اور انہیں کی قوت ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ ویسے اس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں۔ بالخصوص ان محبوبان الٰہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ ان کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جلّشانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ و بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل

روحانی کے لئے ابتلاء کا ان پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص کو اس سُنّت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی۔ اور نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نہایت درجہ کی بدقسمتی و ناسعادتی ہے کہ انسان جلد تر بدظنّی کی طرف جُھک جائے اور یہ اصول قرار دیدیوے کہ دنیا میں جس قدر خدا تعالےٰ کی راہ کے مدعی ہیں وہ سب مکار اور فریبی اور دوکاندار ہی ہیں کیونکہ ایسے ردّی اعتقاد سے رفتہ رفتہ وجود ولائت میں شک پڑے گا اور پھر ولائت سے انکاری ہونے کے بعد نبوت کے منصب میں کچھ کچھ تردّدات پیدا ہو جائیں گے اور پھر نبوت سے منکر ہونے کے پیچھے خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ دغدغہ اور خلجان پیدا ہو کر یہ دھوکا دل میں شروع ہو جائے گا کہ شاید یہ ساری بات ہی بناوٹی اور بے اصل ہے اور شاید یہ سب اوہام باطلہ ہی ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں جمتے ہوئے چلے آئے ہیں۔ سو اے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنے والو! اور صداقت کے بھوکو اور پیاسو! یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لے جانے کے لئے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے۔ ولائت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کے لئے پناہ۔ پس اولیاء انبیاء کے وجود کے لئے میخوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالےٰ کا وجود قائم کرنے کے لئے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہ ہیں۔ سو جس شخص کو کسی ولی کے وجود پر مشاہدہ کے طور پر معرفت حاصل نہیں اس کی نظر نبی کی معرفت سے بھی قاصر ہے۔ اور جس کو نبی کی کامل معرفت نہیں وہ خدائے تعالیٰ کی کامل معرفت سے بھی بے بہرہ ہے اور ایک دن ضرور ٹھوکر کھائیگا اور سخت ٹھوکر کھائے گا اور مجرد دلائل عقلیہ اور علوم رسمیہ کسی کام نہیں آئیں گے۔ اب ہم فائدہ عام کے لئے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت

ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہٗ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے ✤ اور اب فوت ہو جاوے گا۔ بلکہ جو الہامات اس پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوئے تھے ان سے بھی اجمالی طور پر اس کی وفات کی نسبت بُو آتی تھی اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ کے لئے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ یہ الہام انّا ارسلنٰہُ شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا کصیّب من السماء فیہ ظلمٰت ورعد وبرق کل شیئٍ تحت قدمیہ یعنی ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اُٹھانے کے بعد جو اس

✤**حاشیہ**:۔ خدا تعالےٰ کی انزالِ رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں:۔

(۱) اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون (الجزو نمبر ۲) یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے ہیں اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں پس اوّل اس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا تا بشر الصابرین کا

کی موت سے مراد ہے ظہور میں آجائیں گی۔ سو تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلا کی تاریکیاں تھیں جو لوگوں کو اس کی موت سے پیش آئیں اور ایسے سخت ابتلا میں پڑ گئے جو ظلمات کی طرح تھا اور آیت کریمہ واذا اظلم علیھم قاموا کے مصداق ہو گئے اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظلمت کے بعد رعد اور روشنی کا ذکر ہے یعنی جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفی کے قدم اٹھانے کے بعد پہلی ظلمت آئے گی اور پھر رعد اور برق۔ اسی ترتیب کے رُو سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلا کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اس

سامان مومنوں کے لئے طیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔ سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے غم میں محض للہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا اور یہ بات کھلی کھلی الہام الٰہی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت ان سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہو گی جنہوں نے محض للہ اس کی موت سے غم کیا اور اس ابتلا کی برداشت کر گئے کہ جو اس کی موت سے ظہور میں آیا۔ غرض بشیر ہزاروں صابرین و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گی۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالےٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالےٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہو گا یخلق اللہ ما یشاء اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ منہ

کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے اور جس طرح ظلمت ظہور میں آگئی اسی طرح یقیناً جاننا چاہیئے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آجائے گی جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دے گی۔ اور جو جو اعتراضات غافلوں اور مردہ دلوں کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ ان کو نابود اور ناپدید کر دے گی۔ یہ الہام جو ابھی ہم نے لکھا ہے۔ ابتداء سے صدہا لوگوں کو بہ تفصیل سنا دیا گیا تھا۔ چنانچہ منجملہ سامعین کے مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی بھی ہیں اور کئی اور جلیل القدر آدمی بھی۔ اب اگر ہمارے موافقین و مخالفین اسی الہام کے مضمون پر غور کریں اور دقتِ نظر سے دیکھیں تو یہی ظاہر کر رہا ہے کہ اس ظلمت کے آنے کا پہلے سے جناب الٰہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں یعنی اس کے قدم اُٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضرور ہے۔ سو اے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ بشیر کی موت نے جیسا کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا ایسا ہی اس پیشگوئی کو بھی کہ جو ۲۰ فروری کے اشتہار میں ہے کہ بعض بچے کم عمری میں فوت ہوں گے۔

بالآخر یہ بھی اس جگہ واضح رہے کہ ہمارا اپنے کام کے لئے تمام و کمال بھروسہ اپنے مولیٰ کریم پر ہے۔ اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ ہم سے اتفاق رکھتے ہیں یا نفاق اور ہمارے دعویٰ کو قبول کرتے ہیں یا رد اور ہمیں تحسین کرتے ہیں یا نفرین۔ بلکہ ہم سب سے اعراض کر کے اور غیر اللہ کو مردہ کی طرح سمجھ کر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ گو بعض ہم میں سے اور ہماری ہی قوم میں سے ایسے بھی ہیں کہ وہ ہمارے اس طریق کو نظرِ تحقیر سے دیکھتے ہیں مگر ہم ان کو معذور رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو ہم پر ظاہر کیا گیا ہے وہ ان پر ظاہر نہیں اور جو ہمیں پیاس لگا دی گئی ہے وہ انہیں نہیں۔ کلٌّ یعمل علیٰ شاکلتہٖ۔

اس محل میں یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے بعض اہل علم احباب کی ناصحانہ تحریروں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی اس عاجز کی یہ کارروائی پسند نہیں کرتے کہ برکاتِ رُوحانیہ و آیاتِ سماویہ کے سلسلہ کو جو بذریعہ قبولیتِ ادعیہ و الہامات و مکاشفات تکمیل پذیر ہوتا ہے لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ بعض کی ان میں سے اس بارہ میں یہ بحث ہے کہ یہ باتیں ظنّی و شکّی ہیں اور ان کے ضرر کی امید ان کے فائدہ سے زیادہ تر ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ باتیں تمام بنی آدم میں مشترک و متساوی ہیں۔ شاید کسی قدر ادنیٰ کم و بیشی ہو۔ بلکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قریباً یکساں ہی ہیں۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ان امور میں مذہب اور اتقا اور تعلق باللہ کو کچھ دخل نہیں بلکہ یہ فطرتی خواص ہیں جو انسان کی فطرت کو لگے ہوئے ہیں اور ہر ایک بشر سے مومن ہو یا کافر صالح ہو یا فاسق کچھ تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ صادر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تو ان کی قیل و قال ہے جس سے ان کی موٹی سمجھ اور سطحی خیالات اور مبلغ علم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر فراستِ صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غفلت اور حُبِّ دنیا کا کیڑا ان کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جیسے مجذوم کا جذام انتہا کے درجہ تک پہنچ کر سقوطِ اعضاء تک نوبت پہنچاتا ہے اور ہاتھوں پیروں کا گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ان کے روحانی اعضاء جو روحانی قوتوں سے مراد ہیں۔ بباعث غلو محبتِ دنیا کے گلنے سڑنے شروع ہو گئے ہیں اور ان کا شیوہ فقط ہنسی اور ٹھٹھا بدظنّی اور بدگمانی ہے۔ دینی معارف اور حقائق پر غور کرنے سے بکلی آزادی ہے۔ بلکہ یہ لوگ حقیقت اور معرفت سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کبھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے اور ہمارا اصلی کمال کیا ہے بلکہ جیفہ دنیا میں دن رات غرق ہو رہے ہیں۔ ان میں یہ حس ہی باقی نہیں رہی کہ اپنی حالت کو ٹٹولیں کہ وہ کیسی سچائی کے طریق سے گری ہوئی ہے اور بڑی بدقسمتی ان کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اس نہایت خطرناک بیماری

کو پوری پوری صحت خیال کرتے ہیں اور جو حقیقی صحت و تندرستی ہے اس کو بنظر توہین و استخفاف دیکھتے ہیں اور کمالات ولائیت اور قرب الٰہی کی عظمت بالکل ان کے دلوں پر سے اُٹھ گئی ہے اور نومیدی اور حرمان کی سی صورت پیدا ہو گئی ہے بلکہ اگر یہی حالت رہی تو اُن کا نبوت پر ایمان قائم رہنا بھی کچھ معرض خطر میں ہی نظر آتا ہے۔

یہ خوفناک اور گری ہوئی حالت جو میں نے بعض علماء کی بیان کی ہے اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ ان روحانی روشنیوں کو تجربہ کی رُو سے غیر ممکن یا شکّی و ظنّی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہنوز بالاستیفاء تجربہ کرنے کی طرف توجہ نہیں کی اور کامل اور محیط طور پر نظر ڈال کر رائے ظاہر کرنے کا ابھی تک انہوں نے اپنے لئے کوئی موقع پیدا نہیں کیا اور نہ پیدا کرنے کی کچھ پروا ہے۔ صرف ان مفسدانہ نکتہ چینیوں کو دیکھ کر جو مخالفین تعصب آئین نے اس عاجز کی دو پیشگوئیوں پر کی ہیں ✠ بلا تحقیق و تفتیش شک میں پڑ گئے اور

✠ **حاشیہ** :- وہ نکتہ چینیاں یہ ہیں کہ ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں بہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اس کے بعد اس کے قریب حمل میں پیدا ہو۔ سو خدا تعالیٰ نے مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنے کیلئے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی اور اس کے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی اور ٹھیک ٹھیک وقوع میں آگئی۔ مگر مخالفین نے جیسا کہ ان کا قدیمی شیوہ ہے محض شرارت کی راہ سے یہ نکتہ چینی کی کہ پہلی دفعہ ہی کیوں لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کو جواب دیا گیا کہ اشتہار میں پہلی دفعہ کی کوئی شرط نہیں بلکہ دوسرے حمل تک پیدا ہونے کی شرط تھی جو وقوع میں آگئی اور پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی۔ سو ایسی پیشگوئی پر نکتہ چینی کرنا بے ایمانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ کوئی منصف اس کو واقعی طور پر نکتہ چینی نہیں کہہ سکتا۔ دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارہ میں پیشگوئی ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء

ولایت اور قربت الٰہیہ کی روشنیوں کے بارے میں ایک ایسا اعتقاد دل میں جمالیا کہ جو خشک فلسفہ اور کورانہ نیچریت کے قریب قریب ہے۔ انہیں سوچنا چاہیئے تھا کہ مخالفین نے اپنی تکذیب کی تائید میں کونسا ثبوت دیا ہے؟ پھر اگر کوئی ثبوت نہیں اور نری بک بک ہے تو کیا فضول اور بے بنیاد افتراؤں کا اثر اپنے دلوں میں ڈال لینا عقلمندی یا ایمانی وثاقت میں داخل ہے۔ اور اگر فرض محال کے طور پر کوئی اجتہادی غلطی بھی کسی پیشگوئی کے

کے اشتہار میں کی تھی۔ وہ پیدا ہو کر صغر سنی میں فوت ہو گیا۔ اس کا مفصل جواب اسی تقریر میں مذکور ہے اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ آجتک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا۔ اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موعود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے۔ پس سوچنا چاہیئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی؟ بلکہ جس قدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے چنانچہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) بکلّی پاک ہے۔ یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا

متعلق اس عاجز سے ظہور میں آتی یعنی قطع اور یقین کے طور پر اس کو کسی اشتہار کے ذریعہ شائع کیا جاتا تب بھی کسی دانا کی نظر میں وہ محل آویزش نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اجتہادی غلطی ایک ایسا امر ہے جس سے انبیاء بھی باہر نہیں۔ ماسوائے اس کے یہ عاجز اب تک قریب سات ہزار مکاشفات صادقہ اور الہامات صحیحہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے مشرف ہوا ہے۔ اور آئندہ عجائبات روحانیہ کا ایسا بے انتہا سلسلہ جاری ہے کہ جو بارش کی طرح شب و روز نازل ہوتے

اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اوّل جو فوت ہو گیا ہے۔ بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔

اب ایک منصف انصافاً سوچ کر دیکھے کہ ہماری ان دونوں پیشگوئیوں میں حقیقی طور پر کون سی غلطی ہے؟ ہاں ہم نے پسر متوفی کے کمالات استعدادیہ الہامات کے ذریعہ سے ظاہر کئے تھے کہ وہ فطرتاً ایسا ہے اور ایسا ہے۔ اور اب بھی ہم یہی کہتے ہیں اور فطرتی استعدادوں کا مختلف طور پر بچوں میں پایا جانا عام اس سے کہ وہ صغر سنی میں مر جاویں یا زندہ رہیں ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے اور کوئی حکماء اور علماء میں سے اس کا منکر نہیں ہو سکتا۔ پس دانا کے لئے کونسی ٹھوکر کھانے کی وجہ ہے؟ ہاں نادان اور احمق لوگ ہمیشہ سے ٹھوکر کھاتے چلے آئے ہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی پر ٹھوکر کھائی کہ یہ شخص تو کہتا تھا کہ فرعون پر عذاب نازل ہوگا سو اس پر تو کچھ عذاب نازل نہ ہوا۔ وہ عذاب تو ہم پر ہی پڑا کہ اس سے پہلے صرف آدھا دن ہم سے مشقت لی جاتی تھی اور اب سارا دن محنت کرنے کا حکم ہو گیا۔ خوب نجات ہوئی۔ حالانکہ یہ دوہری محنت اور مشقت ابتلاء کے طور پر یہودیوں پر ابتداء میں نازل ہوئی تھی اور انجام کار فرعون کی ہلاکت مقدر تھی۔ مگر ان بیوقوفوں اور شتابکاروں

رہتے ہیں۔ پس اس صورت میں خوش قسمت انسان وہ ہے کہ جو اپنے تئیں بصدق وصفا اس ربّانی کارخانے کے حوالہ کر کے آسمانی فیوض سے اپنے نفس کو متمتع کرے اور نہایت بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے تئیں ان انوار و برکات کے حصول سے لاپروا رکھ کر بے بنیاد نکتہ چینیاں اور جاہلانہ رائے ظاہر کرنا اپنا شیوہ کر لیوے۔ میں ایسے لوگوں کو محض للہ متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے حق اور حق بینی سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ اگر ان کا یہ قول سچ ہو کہ الہامات اور مکاشفات کوئی ایسی عمدہ چیز نہیں ہے جو خاص اور عوام یا کافر اور مومن میں کوئی امتیاز بیّن پیدا کر سکیں تو سالکوں کے لئے یہ نہایت دل توڑنے والا واقعہ ہوگا۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی ایک رُوحانی اور اعلیٰ درجہ کی اسلام میں خاصیت ہے

نے ہاتھ پر سرسوں جمتی نہ دیکھ کر اسی وقت حضرت موسیٰؑ کو جھٹلانا شروع کر دیا اور بدظنی میں پڑ گئے اور کہا کہ اے موسٰی اور ہارون جو کچھ تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کرے۔ پھر یہودا اسکریوتی کی نادانی اور شتابکاری دیکھنی چاہیئے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے سمجھنے میں نہایت سخت ٹھوکر کھائی اور خیال کیا کہ یہ شخص بادشاہ ہو جانے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور ہمیں بڑے بڑے مراتب تک پہنچاتا تھا مگر یہ ساری باتیں جھوٹ نکلیں۔ اور کوئی پیشگوئی اس کی سچی نہ ہوئی بلکہ فقر و فاقہ میں ہم لوگ مر رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کے دشمنوں سے مل کر پیٹ بھریں۔ سو اس کی جہالت اس کی ہلاکت کا موجب ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیاں اپنے وقتوں میں پوری ہو گئیں۔ سو نبیوں کا ان نادان مکذبین کی تکذیب سے کیا نقصان ہوا جس کا اب بھی اندیشہ کیا جائے اور اس اندیشہ سے خدائے تعالےٰ کی پاک کارروائی کو بند کیا جائے۔ یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اور کلمہ گو ہو کر جلدی سے اپنے دل میں وساوس کا ذخیرہ اکٹھا کر لیتے ہیں وہ انجامکار اسی طرح رسوا اور ذلیل ہونے والے ہیں جس طرح نالائق اور کج فہم یہودی اور یہودا اسکریوتی رسوا اور ذلیل ہوئے۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔ منہ

کہ سچائی سے اس پر قدم مارنے والے مکالمات خاصہ الٰہیہ سے مشرف ہو جاتے ہیں اور قبولیت کے انوار جن میں ان کا غیر ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ان کے وجود میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واقعی صداقت ہے جو بے شمار راستبازوں پر اپنے ذاتی تجارب سے کھل گئی ہے۔ ان مدارج عالیہ پر وہ لوگ پہنچتے ہیں کہ جو سچی اور حقیقی پیروی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں اور نفسانی وجود سے نکل کر ربّانی وجود کا پیراہن پہن لیتے ہیں۔ یعنی نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے ربّانی طاعات کی نئی زندگی اپنے اندر حاصل کرتے ہیں۔ ناقص الحالت مسلمانوں کو ان سے کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ پھر کافر اور فاسق کو ان سے کیا نسبت ہو۔ ان کی یہ کاملیت ان کی صحبت میں رہنے سے طالب حق پر کھلتی ہے۔ اسی غرض سے میں نے اتمام حجت کے لئے مختلف فرقوں کے سرگروہوں کی طرف اشتہارات بھیجے تھے اور خط لکھے تھے کہ وہ میرے اس دعوے کی آزمایش کریں۔ اگر ان کو سچائی کی طلب ہوتی تو وہ صدق قدم سے حاضر ہوتے۔ سو ان میں سے کوئی ایک بھی بصدق قدم حاضر نہ ہوا۔ بلکہ جب کوئی پیشگوئی ظہور میں آتی رہی اس پر خاک ڈالنے کیلئے کوشش کرتے رہے۔ اب اگر ہمارے علماء کو اس حقیقت کے قبول کرنے اور ماننے میں کچھ تامل ہے تو غیروں کے بلانے کی کیا ضرورت۔ پہلے یہی ہمارے احباب جن میں سے بعض فاضل اور عالم بھی ہیں، آزمایش کرلیں اور صدق اور صبر سے کچھ مدت میری صحبت میں رہ کر حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔ پھر اگر یہ دعویٰ اس عاجز کا راستی سے معرا نکلے تو انہیں کے ہاتھ پر میں توبہ کر لوں گا۔ ورنہ امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ان کے دلوں پر توبہ اور رجوع کا دروازہ کھول دے گا۔ اور اگر وہ میری اس تحریر کے شائع ہونے کے بعد میرے دعاوی کی آزمایش کر کے اپنی رائے کو بہ پایۂ صداقت پہنچا دیں تو ان کی ناصحانہ تحریروں کے کچھ معنے ہوں گے۔ اس وقت تک تو اس کے کچھ بھی معنے نہیں بلکہ ان کی محجوبانہ حالت قابل رحم ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ

آجکل کے عقلی خیالات کے پر زور بخارات نے ہمارے علماء کے دلوں کو بھی کسی قدر دبا لیا ہے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ انہیں خیالات پر زور دے رہے ہیں اور تکمیل دین و ایمان کے لئے انہیں کو کافی وافی خیال کرتے ہیں اور ناجائز اور ناگوار پیرایوں میں روحانی برکات کی تحقیر کر رہے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تحقیر تکلّف سے نہیں کرتے بلکہ فی الواقع ان کے دلوں میں ایسا ہی جم گیا ہے اور ان کی فطرتی کمزوری اس زلزلہ کو قبول کر گئی ہے کیونکہ ان کے اندر حقانی روشنی کی چمک نہایت ہی کم اور خشک لفاظی بہت سی بھری ہوئی ہے اور اپنی رائے کو اس قدر صائب خیال کرتے اور اس کی تائید میں زور دیتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو روشنی حاصل کرنے والوں کو بھی اس تاریکی کی طرف کھینچ لاویں۔ ان علماء کو اسلام کی فتح صوری کی طرف تو ضرور خیال ہے۔ مگر جن باتوں میں اسلام کی فتح حقیقی ہے ان سے بیخبر ہیں۔

اسلام کی فتح حقیقی اس میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہو اسی طرح ہم اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبات سے بکلی خالی ہو جائیں اور کوئی بُت ہوا اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا ہماری راہ میں نہ رہے۔ اور بکلی مرضیات الٰہیہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس فناء کے وہ بقا ہم کو حاصل ہو جائے جو ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیّت عطا کرے اور ہماری محبت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہو جائیں اور ہمارا وہ قدیم خدا بھی ہمارے لئے ایک نیا خدا ہو جائے۔ یہی فتح حقیقی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مکالمات الٰہیہ بھی ہیں۔ اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہیں۔ خدا تعالےٰ اپنی طرف سے یہ روشنی پیدا کرے گا اور اپنے ضعیف

بندوں کا آمرزگار ہوگا۔

تبلیغ

میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولےٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زلیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالےٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دیگا۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان طیار ہوں گے۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے:۔

اذا عزمت فتوکل علے اللہ واصنع الفلک باعیننا و وحینا الّذین یبایعونک انّما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المبلغ خاکسار

غلام احمد عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(۴۸)

تکمیل تبلیغ

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں شائع کیا ہے۔ جس میں بیعت کے لئے حق کے طالبوں کو بلایا ہے۔ اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے:۔

اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے۔ شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوُم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہو گا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں۔ جن کی تفصیل یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں نہیں لکھی گئی۔ اور واضح رہے کہ اس دعوت بیعت کا حکم تخمیناً مدت دس ماہ سے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی تاخیر اشاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب ویابس لوگ اس سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں اور دل یہ چاہتا رہا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور جو کچے اور سریع التغیر اور مغلوب شک نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے ایک ایسی تقریب کی انتظار رہی کہ جو سچوں اور کچوں اور مخلصوں اور منافقوں میں فرق کر کے دکھلاوے۔ سو اللہ جل شانہٗ نے اپنی کمال حکمت اور رحمت سے وہ تقریب بشیر احمد کی

موت کو قرار دے دیا* ۔ اور خام خیالوں اور کچوں اور بدظنوں کو الگ کر کے دکھلا دیا اور وہی ہمارے ساتھ رہ گئے جن کی فطرتیں ہمارے ساتھ رہنے کے لائق تھیں۔ اور جو فطرتاً قوی الایمان نہیں تھے اور تھکے ماندے تھے وہ سب الگ ہو گئے اور شکوک و شبہات میں پڑ گئے۔ پس اسی وجہ سے ایسے موقع پر دعوت بیعت کا مضمون شائع کرنا نہایت چسپاں معلوم ہوا۔ تا خس کم جہاں پاک کا فائدہ ہم کو حاصل ہو اور منشوشین کے بدانجام کی تلخی اُٹھانی نہ پڑے اور تا جو لوگ جو اس ابتلاء کی حالت میں اس دعوت بیعت کو قبول کر کے اس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو جائیں وہی ہماری جماعت سمجھے جائیں اور وہی ہمارے خالص دوست متصور ہوں اور وہی ہیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے

---

* خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اوّل کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ر جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائیگا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا

فرمایا کہ میں انہیں ان کے غیروں پر قیامت تک فوقیت دونگا اور برکت اور رحمت ان کے شامل حال رہیگی اور مجھے فرمایا کہ تو میری اجازت سے اور میری آنکھوں کے روبرو یہ کشتی تیار کر جو لوگ تجھ سے بیعت کرینگے وہ خدا سے بیعت کرینگے۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ حاضر ہو جاؤ اور اپنے رب کریم کو اکیلا مت چھوڑو۔ جو شخص اسے اکیلا چھوڑتا ہے وہ اکیلا چھوڑا جائے گا۔

سو حسب فرمودہ ایزدی دعوت بیعت کا عام اشتہار دیا جاتا ہے اور متحملین شرائط متذکرہ بالا کو عام اجازت ہے کہ بعد ادائے استخارہ مسنونہ اس عاجز کے پاس بیعت کرنے کے لئے آویں۔ خدا تعالےٰ ان کا مددگار ہو اور ان کی زندگی میں پاک تبدیلی کرے اور ان کو سچائی اور پاکیزگی اور محبت اور روشن ضمیری کی رُوح بخشے۔ آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ⁂ المبلغ

خاکسار احقر عباد اللہ **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر) ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد دیر آمدۂ ز راہ دُور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جل شانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل **بشیر الدین محمود** رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہ تعالےٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔ اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں اور نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر خوشی ظاہر کی اور بغلیں بجائیں۔ انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ مُمیت کی محبت مَیّت کی محبت سے اس قدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدست خود ذبح کرنے کو تیار ہیں کیونکہ واقعی طور پر بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔

منہ

(۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

گذارش ضروری

بخدمت ان تمام صاحبوں کے جو بیعت کرنے کیلئے مستعد ہیں

اے اخوان مومنین (اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ بِرُوْحٍ مِّنْہُ) آپ سب صاحبوں پر جو اس عاجز سے خالصاً لطلب اللہ بیعت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں✤ واضح ہو کہ بالقائے رب کریم و جلیل جس کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو انواع و اقسام کے اختلافات اور غل اور حقد اور نزاع اور فساد اور کینہ اور بغض سے جس نے ان کو بے برکت و نکما و کمزور کر دیا ہے۔ نجات دے کر فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا کا مصداق بنا دے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد و منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لئے مقدر ہیں۔ اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ

✤ تاریخ ہذا سے جو ۴ مارچ ۱۸۸۹ء ہے۔ ۲۵ مارچ تک یہ عاجز لودیانہ محلہ جدید میں مقیم ہے اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودیانہ میں ۲۰ تاریخ کے بعد آجاویں۔ اور اگر اس جگہ آنا موجب حرج و دقت ہو تو ۲۵ مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہو جائے مگر جس مدعا کے لئے بیعت ہے یعنے حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننے کے لئے کوشش کرنا۔ اس مدعا کو خوب یاد رکھے اور اس وہم میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ اگر تقویٰ اور سچا مسلمان بننا پہلے ہی سے شرط ہے تو پھر بعد اس کے

سب صاحبوں کے اسمار مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت وسکونت مستقل وعارضی اور کسی قدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پا دیں۔ اور پھر جب وہ اسمار مندرجہ کسی تعداد موزون تک پہنچ جائیں تو ان سب ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اس کی تمام بیعت کرنے والوں کی خدمت میں بھیجی جائے اور پھر جب دوسرے وقت میں نئی بیعت کرنے والوں کا ایک معتد بہ گروہ ہو جاوے تو ایسا ہی ان کے اسمار کی فہرست تیار کر کے تمام مبائعین یعنی داخلین بیعت میں شائع کی جائے اور ایسا ہی ہوتا رہے جب تک ارادہ الٰہی اپنے اندازہ مقدرہ تک پہنچ جائے۔ یہ انتظام جس کے ذریعہ سے راستبازوں کا گروہ کثیر ایک ہی سلک میں منسلک ہو کر وحدت مجموعی کے پیرائے میں خلق اللہ پر جلوہ نما ہو گا اور اپنی سچائی کے مختلف المخرج شعاعوں کو ایک ہی خط ممتد میں ظاہر کرے گا خداوند عزوجل کو بہت پسند آیا ہے۔ مگر چونکہ یہ کارروائی

بیعت کی کیا حاجت ہے۔ بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقوےٰ جو اوّل حالت میں تکلّف اور تصنّع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور ببرکت توجہ صادقین وجذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اس کا جزو بن جائے اور وہ مشکوٰتی نور دل میں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس بھی کہتے ہیں جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا تعالےٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بُری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خود خدا تعالیٰ کی نظر میں بُری مکروہ ہے۔ اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسّر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر یک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ سو اس نور کے پیدا ہونے کے لئے ابتدائی اتقا جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنے میں فرمایا ہے۔ ھدیً للمتقین۔ یہ نہیں فرمایا کہ ھدی للفاسقین یا ھدی للکافرین۔ ابتدائی تقویٰ جس کے حصول

بجز اس کے باآسانی وصحت انجام پذیر نہیں ہوسکتی کہ خود مبائعین اپنے ہاتھ سے خوشخط قلم سے لکھ کر اپنا تمام پتہ و نشان بتفصیل مندرجہ بالا بھیجدیں۔ اس لئے ہر ایک صاحب کو جو صدق دل اور خلوص تام سے بیعت کرنے کے لئے مستعد ہیں تکلیف دی جاتی ہے کہ وہ بتحریر خاص اپنی پورے پورے نام و ولدیت وسکونت مستقل و عارضی وغیرہ سے اطلاع بخشیں یا اپنے حاضر ہونے کے وقت یہ تمام امور درج کرا دیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا شائع ہونا جس میں تمام بیعت کرنے والوں کے نام و دیگر پتہ نشان درج ہو۔ انشاء اللہ القدیر بہت سی خیر و برکت کا موجب ہوگا۔

از انجملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنے والوں کا بہت جلد باہم تعارف ہو جائے گا اور باہم خط و کتابت کرنے اور افادہ و استفادہ کے وسائل نکل آئیں گے اور غائبانہ ایک دوسرے کو دعائے خیر سے یاد کریں گے اور نیز اس باہمی شناسائی کی رُو سے ہر ایک موقعہ ومحل پر ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی غمخواری میں یاران موافق و دوستانِ صادق کی طرح مشغول ہو جائیں گے اور ہر ایک کو ان میں سے اپنے ہم ارادت لوگوں کے ناموں پر اطلاع پانے سے معلوم ہو جائیگا کہ اس کے رُوحانی بھائی دنیا میں کس قدر پھیلے ہوئے ہیں اور کن کن خداداد فضائل سے

سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آسکتا ہے۔ وہ ایک فطرتی حصہ ہے کہ جو سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولیٰ اس کی مربّی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولّد ہے۔ مگر وہ اندرونی نور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پُورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثم انشأناہ خلقاً اٰخر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولّد ثانی پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولّد ثالث پاتا ہے۔ منہ

متصف ہیں۔ سو یہ علم ان پر ظاہر کر دے گا کہ خدا تعالیٰ نے کس خارق عادت طور پر اس جماعت کو تیار کیا ہے اور کس سرعت اور جلدی سے دنیا میں پھیلایا ہے۔ اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزون معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے۔ اور حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ان کا قدر کرے۔ ان سے جلد صلح کر لیوے اور دلی غبار کو دور کر دیوے اور صاف باطن ہو جاوے اور ہرگز ایک ذرہ کینہ اور بغض ان سے نہ رکھے۔ لیکن اگر کوئی عمداً ان شرائط کی خلاف ورزی کرے۔ جو اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء[ل] میں مندرج ہیں اور اپنی بے باکانہ حرکات سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاوے گا۔ یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے ٭ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں

٭ اس جماعت کے نیک اثر سے جیسے عامہ خلائق منتفع ہوں گی ایسا ہی اس پاک باطن جماعت کے وجود مبارک سے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے انواع واقسام کے فوائد متصور ہیں۔ جن سے اس گورنمنٹ کو خداوند عز و جل کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیر خواہ اور دعاگو ہوں گے۔ کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جس کی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے) حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھ کر کوئی گناہ کی بات اور خبث اور ظلم اور پلید راہ نہیں کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ بامن و عافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنے دینی و دنیاوی مقاصد میں آزادی کی کوشش کر سکے اسی کا بدخواہ و بداندیش ہو بلکہ جبتک ایسی گورنمنٹ کا شکر گذار نہ ہو تب تک خدا تعالےٰ کا بھی شکر گذار نہیں۔ پھر دوسرا فائدہ اس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو یہ ہے کہ ان کا عملی طریق موجب انسداد جرائم ہے فتفکروا وتاملوا

[ل] اشتہار ہذا دیکھئے صفحہ ۱۸۹ پر (مرتب)

اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھیراوے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالےٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روح خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہٖ تعالےٰ کاہل اور سُست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ رُوحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے

ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلادے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی رُوح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ کو بہت بڑھائیگا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہانتک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اُونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہریک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اُس ربّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فالحمد لہٗ اوّلًا و اٰخرًا وظاھرًا و باطنًا۔ اَسْلَمْنَا لَہٗ۔ ھو مولٰنا فی الدنیا والاٰخرۃ۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر

خاکسار

غلام احمد۔ لودیانہ محلہ جدید متصل مکان اخی مکرمی
حاجی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور

۴ مارچ ۱۸۸۹ء

(مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

(یہ اشتہار $\frac{20\times26}{8}$ کے چار صفحوں پر ہے)

(۵۰)

اشتہار عام معترضین کی اطلاع کیلئے

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر مختلف فرقے اور مختلف رائے کے آدمی اسلام پر یا تعلیم قرآنی پر یا ہمارے سید و مولیٰ جناب عالی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں یا جو کچھ ہمارے ذاتی امور کے متعلق نکتہ چینیاں کر رہے ہیں یا جو کچھ ہمارے الہامات اور ہماری الہامی دعاوی کی نسبت ان کے دلوں میں شبہات اور وساوس ہیں۔ ان سب اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت پر نمبروار مرتب کر کے چھاپ دیں اور پھر انہیں نمبروں کی ترتیب کے لحاظ سے ہر ایک اعتراض اور سوال کا جواب دینا شروع کریں۔ لہٰذا عام طور پر تمام عیسائیوں اور آریوں اور یہودیوں اور مجوسیوں اور دہریوں اور برہمیوں اور طبیعیوں اور فلسفیوں اور مخالف الرائے مسلمانوں وغیرہ کو مخاطب کر کے اشتہار دیا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص جو اسلام کی نسبت یا قرآن شریف اور ہمارے سید اور مقتدا خیر الرسل کی نسبت یا خود ہماری نسبت، ہمارے منصب خداداد کی نسبت، ہمارے الہامات کی نسبت کچھ اعتراضات رکھتا ہے تو اگر وہ طالب حق ہے تو اس پر لازم و واجب ہے کہ وہ اعتراضات خوشخط قلم سے تحریر کر کے ہمارے پاس بھیجدے تا وہ تمام اعتراضات ایک جگہ اکٹھے کر کے ایک رسالہ میں نمبروار ترتیب دے کر چھاپ دیئے جائیں اور پھر نمبروار ایک ایک کا مفصل جواب دیا جائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؛

المشـــــــــــــــــــــــــــتھر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ

(یہ اشتہار فتح اسلام بار دوم کے صفحہ ۳۸ پر درج ہے)

(۵۱)

اعلان

اس رسالہ کے ساتھ دو اور رسالے تالیف کئے گئے ہیں جو درحقیقت اس رسالہ کے جزو ہیں چنانچہ اس رسالہ کا نام **فتح اسلام** اور دوسرے کا نام **توضیح مرام** اور تیسرے کا **ازالہ اوہام** ہے۔

المعلن

میرزا غلام احمد قادیان

(یہ اشتہار فتح اسلام بار دوم کے صفحہ ۲۹ پر درج ہے)

---

(۵۲)

اعلان

اس رسالہ کے بعد ایک اور رسالہ بھی چند روز میں طبع ہو کر طیار ہو جائے گا۔ جس کا نام ازالہ اوہام ہے وہ رسالہ فتح اسلام کا تیسرا حصہ ہے۔

المعلن

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(یہ اشتہار رسالہ توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

(۵۳)

یاددہانی

جو کچھ ہم نے رسالہ فتح اسلام میں الٰہی کارخانہ کے بارے میں جو خداوند عزّوجل کی طرف سے ہمارے سپرد ہوا ہے پانچ شاخوں کا ذکر کر کے دینی مخلصوں اور اسلامی ہمدردوں کی ضرورت امداد کے لئے لکھا ہے۔ اس کی طرف ہمارے با اخلاص اور پُرجوش بھائیوں کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیئے کہ تا یہ سب کام با حسن طریق شروع ہو جائیں۔

الـــــــــــــــــــــــــــــراقم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار رسالہ توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے ٹائٹل کے آخر میں ہے)

---

(۵۴)

اطلاع بخدمت علماء اسلام

جو کچھ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ مضمون متفرق طور پر تین رسالوں میں درج ہے یعنی فتح اسلام اور توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں۔ پس مناسب ہے کہ جب تک کوئی صاحب ان تینوں رسالوں کو غور سے نہ دیکھ لیں تب تک کسی مخالفانہ رائے ظاہر کرنے کے لئے جلدی نہ کریں۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

الراقـــــــــــــــــــــــــــــــم

خاکسار مرزا غلام احمد

(یہ اطلاع توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے آخری صفحہ ٹائٹل پر اور بار دوم کے صفحہ ۴۰ پر ہے)

(۵۵)

ضروری اشتہار

لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیح ابن مریم کے نزول کی حقیقت جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر کھولی ہے جس کے بارے میں کچھ تھوڑا اسا رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں ذکر ہے اور رسالہ ازالہ اوہام میں بسوط اور مفصل طور پر اس کا بیان ہے۔ ایسا ہی ملائک اور لیلۃ القدر اور معجزات مسیح کے بارے میں جو کچھ ان رسالوں میں لکھا گیا ہے۔ قبل اس کے جو علماء اسلام غور سے ان مباحث کو پڑھیں۔ اور تدبر سے ان کے مطلب کو سوچیں۔ یونہی مخالفانہ خیالات خلق اللہ میں پھیلا رہے ہیں اور عوام الناس کو اپنے بے اصل وساوس سے ہلاک کرتے جاتے ہیں حالانکہ رسالہ توضیح مرام کے آخر میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ جبتک تینوں رسالوں کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ مگر وہ آخر تک صبر نہ کر سکے۔ کسی نے کہا کہ یہ شخص کافر ہے اور کسی نے کہا کہ یہ شخص ضال اور مضل ہے اور کسی نے کہا کہ بیجا تاویلیں کرتا ہے اور کسی نے کہا کہ اس کو مالیخولیا ہے اور چونکہ اکثر لوگ ان میں موٹی عقل کے آدمی اور کجی سے بہ نسبت راستی کے زیادہ پیار کرنیوالے ہیں۔ اس لئے ان مولوی صاحبوں کے بیانات کا ان کے دلوں پر سخت اثر پڑا۔ اور عوام الناس کی تو یہ پہلے ہی سے عادت ہے کہ وہ اصل حقیقت پر غور کم کرتے ہیں۔ اور ایک خود غرض یا کوتاہ فہم مولوی کے بیان کو فیصلہ ناطق سمجھ لیتے ہیں۔ اسی ضرر رساں سیرت نے انہیں طرح طرح کے گڑھوں اور غاروں میں ڈال دیا ہے۔ لہذا قرین مصلحت سمجھ کر کل مخالف الرائے علماء کے مقابل محض للہ یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ان کو اس عاجز کے ان دعاوی مذکورہ بالا کے قبول کرنے میں کوئی عذر شرعی ہو یا وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ اس عاجز کے یہ دعاوی قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف ہیں تو وہ ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مقاصد مذکورہ بالا میں مباحثہ کر لیں تا کہ جلسہ عام میں حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فتنہ بھی پیدا نہ ہو کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے۔ سو

مناسب ہے کہ ان سب میں سے وہ مولوی صاحب جو بکمالات علمی میں اوّل درجہ کے خیال کئے جائیں وہی فریق ثانی کی طرف سے اس مباحثہ کیلئے مختار مقرر ہوں اور فریق ثانی کے لوگ اپنے معلومات سے ان کو مدد دیویں۔ اور وہ (وکیل صاحب) بذریعہ تحریر ان سب دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ مگر مناسب ہے کہ اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کُل دلائل اوّل پرچہ میں ہی پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات کے حاضرین کو سُنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوا دیئے جائیں۔ اس سے حق اور باطل خود روشن ہو جائیگا اور تحریرات ہر دو فریق سے ہر یک حاضر اور غائب کو خوب سوچ کے ساتھ حق کے سمجھنے اور رائے لگانے کا موقع مل جاویگا اگرچہ کتاب ازالہ اوہام چھپ رہی ہے جو پچیس جزو کے قریب ہوگی اور یہ تمام مباحث معہ دیگر معارف و حقایق کے اس میں کامل طور پر درج ہیں: مگر یہ مولوی صاحبان اس کو ہرگز نہیں دیکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ آنکھیں کُھل جائیں اور حق کو قبول کرنا پڑے۔ بلکہ میں نے سُنا ہے کہ ان حضرات میں سے اکثر مولوی صاحبان یہ کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کتابوں کو نہ دیکھے۔ یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم۔ لیکن یہ اشتہار بہرحال انہیں دیکھنا پڑیگا۔ اور عوام الناس اگرچہ بڑی بڑی کتابوں کو نہیں پڑھتے مگر اس مختصر اشتہار کے مضمون سے بیخبر نہیں رہ سکتے۔ لہذا میں نے اتمام حجت کی نیت سے اس کو لکھا ہے اور میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور القا سے حق کو کھول دیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحیٰی کی روح کیساتھ دوسرے آسمان پر ہے۔ اس زمانہ کے لئے جو رُوحانی طور پر مسیح آنیوالا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ مَیں ہُوں۔ یہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خداداد بھی اس کی مؤید ہے۔ اگر مولوی صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں بیشک حق کو غلبہ ہوگا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں۔ مولوی صاحبان سراسر اپنے علم کی پردہ دری کراتے

ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے۔ اے حضرات اللہ جلشانہٗ آپ لوگوں کے دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کرے۔ یہ دعویٰ ہرگز قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف نہیں بلکہ آپ لوگوں کی سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ جلسہ کیلئے مقام و تاریخ مقرر کر کے ایک عام جلسہ میں مجھ سے بحث تحریری نہیں کرینگے تو آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک اور نیز راستبازوں کی نظر میں بھی مخالف حق ٹھیریں گے اور مناسب ہے کہ جبتک میرے ساتھ بالمواجہ تحریری طور پر بحث نہ کر لیں اسوقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مخالفانہ رائے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں اور یہی آیۃ کریمہ لا تقف ما لیس لک بہ علم سے ڈریں ورنہ یہ حرکت حیا اور ایمان اور خدا ترسی اور منصفانہ طریق سے برخلاف سمجھی جائیگی اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب لکھو کے والے۔ مولوی شیخ عبید اللہ صاحب بنتی۔ مولوی عبد العزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔ ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی (مطبع دبدبہ اقبال نوبی لدھیانہ)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نام ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء کو جو مندرجہ ذیل خط حضرت اقدس علیہ السلام نے مباحثہ کے متعلق ارسال فرمایا تھا وہ ضمیمہ اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا ہے اس لئے مناسب جان کر اس خط کو بھی یہاں نقل کر دیا جاتا ہے تاکہ محفوظ ہو جائے۔ (المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ ۔ ۔ ۔ بخدمت اخویم مولوی محمد حسین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا تار جس میں یہ لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹا دیا آپ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے پہنچا۔ اے عزیز شکست اور فتح خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتحمند کون ہونیوالا ہے اور شکست کھانیوالا کون ہے۔ جو آسمان پر قرار پا گیا وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے سہی۔ لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر گمان کر لیا کہ محبی فی اللہ

مولوی حکیم نورالدین صاحب آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے۔ اصل بات تو صرف اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے اُن کو دو تین روز کے لئے ٹھہرا لیا ہے تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات آپ سے دُور کرالیں اور یہ بھی لکھا کہ اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بُلالیں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کیوجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر اُترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپکو بھی بُلا لیا تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اُٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بُلایا تھا۔ انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی صاحب محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا۔ یہ تو سلسلہ دو برس تک ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوال کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپکو بُلایا ہے۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا۔ مولوی صاحب موصوف نے بخوبی اُن کی تسلّی کردی۔ یہانتک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر باواز بلند کہا کہ اے حاضرین میری تو من کل الوجوہ تسلّی ہوگئی۔ اب میرے دل میں نہ کوئی شُبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبدالحق صاحب اور منشی الٰہی بخش صاحب اور منشی امیرالدین صاحب اور میرزا امان اللہ صاحب نے کی۔ اور بہت خوش ہوکر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہہ دل سے قائل ہوگئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہکر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپکو تکلیف دی تھی سو ہماری بکلّی تسلّی ہوگئی آپ بلاحرج تشریف لے جائیے۔ سو انہوں نے ہی بُلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔ آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔ پھر آپ کا یہ جوش جو تار کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں۔ جب کہ ان سب لوگوں نے کہدیا کہ اب ہم مولوی صاحب محمد حسین کو بُلانا نہیں چاہتے، ہماری تسلّی ہوگئی اور وہی تو ہیں جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بُلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے۔ کیا آپ نہیں سمجھ سکتے اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیئے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے۔ مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے۔ صرف تحریری بحث چاہیئے اور وہ یوں ہو کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باواز بلند سُنا دیں اور ایک نقل اس کی

اپنے دستخط سے مجھے دیدیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سُناؤں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہوجاوے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں بات نہ کرے جو کچھ ہو تحریری ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔ اول آپ کی طرف سے ایک چو ورقہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوے کا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رُو سے ردّ لکھیں۔ اور پھر دوسرا پرچہ چو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے ہو جس میں میں انشاء اللہ جلشانہ کے فضل و توفیق سے ردّالرد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہوجاوے۔ اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آسکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالےٰ امن قائم رکھنے کے لئے انتظام کرادونگا۔ یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی۔ والسلام

میرزا غلام احمد از لدھانہ اقبال گنج ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کے لئے آپ پسند کرلیں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جاوے۔ لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیئے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اوّل آپ کی طرف سے میرے ان دونو بیانات کا رَدّ ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس ردّ کے ردّالرد کیلئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعوے کے ابطال کیلئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ وحدیث موجود ہے وہ آپ پیش کریں۔ پھر جس طرح خدا تعالیٰ چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دیگا اور بغیر اس طریق کے جو مبنی بانصاف ہے اور نیز امن رہنے کیلئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر تصور فرماویں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری و کامل طور پر بلا کم و بیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرماویں ورنہ نہیں۔ فقط۔ آج ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کے جواب کی انتظاری رہیگی۔ اگر ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہ خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کردیا جائے گا۔ فقط۔

آج بھوپال سے آپ کا ایک کارڈ مرقومہ ۹ اپریل ۱۸۹۱ئہ مرسلہ اخویم مولوی محمد احسن صاحب مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہوگیا۔ آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے میرزا غلام احمد کے اس دعویٰ جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں دی بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے۔ آپ بلاروایت میرزا پر ایمان لے آئے۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ اشاعت السنہ میں اب ثابت ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔ فقط۔ حضرت مولوی صاحب من آنم کہ من دانم۔ آپ جہانتک کہ ممکن ہے ایسے الفاظ استعمال کیجئے۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا۔ بیشک آپ جو چاہیں کہیں اور اس وعدۂ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ ربّی سمیع و یریٰ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

(خطؔ مرزا صاحب بنام مولوی عبدالجبار صاحب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفقی اخوی ام مولوی عبدالجبار صاحب!

السلام علیکم! ایک اشتہار جو عبدالحق کے نام سے جاری کیا گیا ہے جس میں مباہلہ کی درخواست کی ہے کل کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ چونکہ میں نہیں جانتا کہ عبدالحق کون ہے۔ آیا کسی گروہ کا مقتدی یا مقتدا ہے۔ اسوجہ سے آپ ہی کی طرف خط ہذا لکھتا ہوں اس خیال سے کہ میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔ پس واضح ہو کہ مباہلہ پر مجھے کسی طرح سے اعتراض نہیں جس حالت میں مَیں نے اس مدعا کی غرض سے قریب بارہ ہزار کے خطوط و اشتہارات مختلف ملکوں میں بڑے بڑے مخالفوں کے نام روانہ کئے ہیں تو پھر آپ سے مباہلہ کرنے میں کونسی تامّل کی جگہ ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ اللہ جلّشانہٗ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے سو میں اسی الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں۔ مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنیوالا ہو بلکہ ایک آنیوالا تو خود میرے پر بھی ظاہر کیا گیا ہے جو میری ہی ذریت میں سے ہوگا۔

لہ اس خط کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کے اس اشتہار میں ہے جو آگے نمبر ۵۵ پر درج ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۱ پر (المرتب)

لیکن اس جگہ میرا دعویٰ جو بذریعہ الہام مجھے یقینی طور پر سمجھایا گیا ہے صرف اتنا ہے کہ قرآن شریف اور حدیث میں میرے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ میں اس سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا اور نہ کرونگا کہ شاید مسیح موعود کوئی اَور بھی ہو اور شاید یہ پیشگوئیاں جو میرے حق میں رُوحانی طور پر ہیں ظاہری طور پر اس پر جمتی ہوں اور شاید سچ مچ دمشق میں کوئی مثیلِ مسیح نازل ہو۔ لیکن میرے پر یہ کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہوچکا ہے۔ اور یحییٰ کی رُوح کے ساتھ اس کی رُوح دوسرے آسمان میں اور اپنے سماوی مرتبہ کے موافق بہشت بریں کی سیر کررہی ہے۔ اب وہ رُوح بہشت سے بموجب وعدہ الٰہی کے جو بہشتیوں کیلئے قرآن شریف میں موجود ہے نکل نہیں سکتی اور نہ دو موتیں ان پر وارد ہوسکتی ہیں۔ ایک موت جو ان پر وارد ہوئی وہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور ہمارے اکثر مفسر بھی اس کے قائل ہیں اور ابن عباس کی حدیث سے بھی اس کا ثبوت ظاہر ہے اور انجیل میں بھی لکھا ہے اور نیز توریت میں بھی۔ اب دوسری موت ان کے لئے تجویز کرنا خلاف نص و حدیث ہے۔ وجہ یہ کہ کسی جگہ ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دو مرتبہ مرینگے۔ یہ تو میرے الہامات اور مکاشفات کا خلاصہ ہے جو میرے رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے اور ایسا ہی اس پر ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ کتاب اللہ پر اور اسی اقرار اور انہی لفظوں کیساتھ میں مباہلہ بھی کرونگا اور جو لوگ اپنے شیطانی اوہام کو ربّانی الہام قرار دے کر مجھے جہنمی اور ضال قرار دیتے ہیں۔ ایسا ہی ان سے بھی ان کے الہامات کے بارہ میں اللہ جلّشانہ کی حلف لوں گا کہ کہانتک انہیں اپنے الہامات کی یقینی معرفت حاصل ہے۔ مگر بہرحال مباہلہ کے لئے میں مستعد کھڑا ہوں۔ لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ ہونا پہلے مقدم ہے:۔

اوّل یہ کہ چند مولویصاحبان نامی جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتویٰ لکھدیں کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بددعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے کرنا جائز ہے کیونکہ میرے خیال میں جزئی اختلافات کیوجہ سے مسلمانوں کو لعنتوں کا نشانہ بنانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ ایسے اختلافات اصحاب میں ہی شروع ہوگئے تھے۔ مثلاً حضرت ابن عباس محدث کی وحی کو نبی کی وحی کی طرح قطعی سمجھتے تھے اور دوسرے ان کے مخالف تھے۔ ایسے ہی صاحب صحیح بخاری کا یہ عقیدہ تھا کہ کتب سابقہ یعنی توریت و انجیل وغیرہ محرّف نہیں ہیں اور اُن

میں کچھ لفظی تحریف نہیں ہوئی حالانکہ یہ عقیدہ اجماع مسلمین کے مخالف ہے اور بایں ہمہ سخت مضر بھی ہے اور نیز بہ بداہت باطل ایسا ہی محی الدین ابن عربی رئیس المتصوفین کا یہ عقیدہ ہے کہ فرعون دوزخی نہیں ہے اور نبوت کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا اور کفار کیلئے عذاب جاودانی نہیں اور مذہب وحدت الوجود کے بھی گویا وہی موجد ہیں۔ پہلے ان سے کسی نے ایسی واشگاف کلام نہیں کی سو یہ چاروں عقیدے ان کے ایسا ہی اور بعض عقائد بھی اجماع کے برخلاف ہیں۔ اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اسمٰعیل ذبیح نہیں ہیں بلکہ اسحٰق ذبیح ہے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ ذبیح اسمٰعیل ہے اور عید الضحیٰ کے خطبہ میں اکثر ملا صاحبان رو رو کر انہی کا حال سنایا کرتے ہیں۔ اسی طرح صدہا اختلافات گذشتہ علماء و فضلاء کے اقوال میں پائے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں بعض علماء مہدی موعود کے بارہ میں دوسرے علماء سے اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں۔ غرض جزئیات کے جھگڑے ہمیشہ سے چلے آتے ہیں مثلاً یزید پلید کی بیعت پر اکثر لوگوں کا اجماع ہوگیا تھا مگر امام حسینؓ نے اور ان کی جماعت نے اس اجماع کو قبول نہیں کیا اور اس سے باہر رہے۔ اور بقول میاں عبدالحق اکیلے رہے۔ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ خلیفہ وقت فاسق ہی ہو بیعت کر لینی چاہیئے۔ اور تخلف معصیت ہے۔ پھر انہی حدیثوں پر نظر ڈال کر دیکھو جو مسیح کی پیشگوئی کے بارہ میں ہیں کہ کس قدر اختلافات سے بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً صاحب بخاری نے دمشق کی حدیث کو نہیں لیا اور اپنے سکوت سے ظاہر کر دیا کہ اس کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن ماجہ نے بجائے دمشق کے بیت المقدس لکھا ہے اور اب حاصل کلام یہ ہے کہ ان بزرگوں نے باوجود ان اختلافات کثیرہ کے ایک دوسرے سے مباہلہ کی درخواست ہرگز نہیں کی اور ہرگز روا نہیں رکھا کہ ایک دوسرے پر لعنت کریں بلکہ بجائے لعنت کے یہ حدیث سناتے رہے کہ اختلاف اُمّتی رحمۃٌ۔ اب یہ نئی بات نکلی ہے کہ ایسے اختلافات کے وقت میں ایک دوسرے پر لعنت کریں اور بد دعا اور گالی اور دشنام کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے ہاں اگر کسی ایک شخص پر سراسر تہمت کی راہ سے کسی فسق اور معصیت کا الزام لگایا جائے جیسا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب ساکن علی گڑھ نے اس عاجز پر لگایا تھا کہ نجوم سے کام لیتے ہیں اور اس کا نام الہام رکھتے ہیں تو مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ مباہلہ کی درخواست کرے۔ مگر جزئی اختلافات میں جو ہمیشہ سے علماء و فقراء میں واقع ہوتے رہتے ہیں، مباہلہ کی درخواست کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے۔ لیکن اگر علماء ایسے مباہلہ کا فتویٰ دیں تو ہمیں عذر بھی کچھ نہیں کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم اس ملاعنہ کے طریق سے جس کا نام مباہلہ ہے اجتناب کریں تو یہی اجتناب ہمارے گریز کی وجہ سمجھی جائے۔ اور حضرات غزنوی خوش ہو کر کوئی دوسرا اشتہار عبدالحق کے نام سے چھپوا دیں اور لکھ دیں کہ مباہلہ قبول نہیں کیا۔ اور بھاگ گئے۔ لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی خوف ہے کہ اگر ہم مسلمانوں پر خلاف حکم شرع اور طریق فقر کے لعنت

کرنے کے لئے امرتسر پہنچیں تو مولوی صاحبان ہم پر یہ اعتراض کر دیں کہ مسلمانوں پر کیوں لعنتیں کیں اور ان حدیثوں سے کیوں تجاوز کیا جو مومن لعان نہیں ہوتا اور اس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ سو پہلے یہ ضروری ہے کہ فتویٰ لکھا جاوے اور اس فتوے پر ان تینوں مولوی صاحبان کے دستخط ہوں گے جن کا ذکر میں لکھ چکا ہوں۔ جس وقت وہ استفتاء مصدقہ بمواہیر علماء میرے پاس پہنچے تو پھر حضرات غزنوی مجھے امرتسر پہنچا سمجھ لیں۔

ماسوا اس کے یہ بھی دریافت طلب ہے کہ مباہلہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں منجانب اللہ تجویز کیا گیا تھا وہ کفار و نصاریٰ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا جو نجران کے معزز اور مشہور نصرانی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباہلہ کیلئے یہ مسنون امر ہے کہ اس میں ایک فریق کا کافر یا ظالم کسی کو خیال کیا گیا ہے۔ اور نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جیسا کہ نجران کے نصاریٰ کی ایک جماعت تھی آپ کی کوئی جماعت ہے یا صرف اکیلے میاں عبدالحق صاحب قلم چلا رہے ہیں۔ تیسرا یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اس اشتہار کے لکھنے والے درحقیقت کوئی صاحب آپ کی جماعت میں سے ہیں جن کا نام عبدالحق ہے یا یہ فرضی نام ہے۔ اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آپ بھی مباہلین کے گروہ میں داخل ہیں یا کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اگر داخل نہیں تو کیا وجہ؟ اور پھر وہ کونسی جماعت ہے جن کے ساتھ نساء و ابناء و اخوان بھی ہوں گے جیسا کہ منشاء آیت کا ہے۔ ان تمام امور کا جواب بذریعہ ڈاک ارسال فرما دیں اور نیز یہ سارا خط میاں عبدالحق کو بھی حرف بحرف سُنا دیں۔ اور میاں عبدالحق نے اپنے الہام میں جو مجھے جہنمی اور ناری لکھا ہے اس کے جواب میں مجھے کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیونکہ مباہلہ کے بعد خود ثابت ہو جائے گا کہ اس خطاب کا مصداق کون ہے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے آپ مباہلہ کے لئے کاغذ استفتاء تیار کر کے مولوی صاحبین موصوفین کی مواہیر ثبت ہونے کے بعد وہ کاغذ میرے پاس بھیج دیں۔ اگر اس میں کچھ توقف کریں گے یا میاں عبدالحق چپ کر کے بیٹھ جائیں گے تو گریز پر حمل کیا جائے گا۔ اور واضح رہے اس خط کی چار نقلیں چار اخبار میں اور نیز رسالہ ازالہ اوہام میں چھاپ دی جائیں گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

الـــــــــــــــــــــــــراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء

منقول از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱ کالم ۲ تا صفحہ ۴ کالم ۱

۲۰×۲۶/۸ کے سائز پر ہے جو صادق لائبریری قادیان میں موجود ہیں موجود ہے (المرتب)

(۵۶)

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ

مُبَاہلہ کے اشتہار کا جواب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میاں عبدالحق صاحب غزنوی کے پہلے اشتہار کے جواب میں جو مباہلہ کے لئے انہوں نے شایع کیا تھا۔ اس عاجز نے یہ جواب لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عندالشرع ہرگز جائز نہیں مذہب اسلام ایسے اختلافات سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھایا جانا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی طور پر اُٹھائے جانے کی نسبت جو معراج کی رات میں بیان کیا جاتا ہے، کچھ زیادہ عزت کے لایق نہیں اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی صعود کی نسبت مسیح کے جسمانی صعود کا کچھ زیادہ ثبوت پایا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے برخلاف ایک اجماع کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا بکلی انکار کردیا ہے۔ مگر کسی صحابی نے ان سے مباہلہ کی درخواست نہیں کی۔ ماسوا اس کے اور بہت سے اختلافات صحابہ میں واقع ہوئے۔ یہانتک کہ بعض نے بعض قرآن شریف کی سُورتوں کو قرآن شریف میں داخل نہیں سمجھا۔ اور پھر ہر ایک زمانہ میں جزئی اختلافات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ اور اس سلسلہ کو کچھ تو آئمہ اربعہ اور محدثین اور مفسرین نے وسعت دی اور ہزارہا جزئیات مختلفہ آگے رکھ دیئے اور کچھ اہل کشف نے ان اختلافات کو

بڑھایا چنانچہ ارباب کشف میں سے سب سے قدم بڑھا ہوا حضرت ابن عربی قدس سرہ کا ہے۔ اور بعض مکاشفات سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ بھی ایسے ہیں جو احادیث صحیحہ سے منافی و مغائر ہیں۔ چنانچہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ احادیث صحیحہ کی رو سے اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ذبیح اسماعیل ہیں مگر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اسحاق کو ذبیح ٹھہراتے ہیں۔ ایسا ہی قریب اجماع کے یہ عقیدہ بھی ہے۔ جو کتب سابقہ توریت وغیرہ میں تحریف لفظی ہو گئی ہے۔ مگر حضرت محمد اسماعیل رئیس المحدثین اس اجماع کے مخالف ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ان تمام جزئیات میں بطریق مباہلہ فیصلہ کرنا جائز ہوتا تو خدا تعالےٰ ہرگز اس امت کو مہلت نہ دیتا کہ اب تک وہ دنیا میں قایم رہ سکتی۔ ذرا سوچ کر دیکھنا چاہیئے کہ چونکہ درحقیقت حالت اسلام کی خیر القرون سے ہی ایسی واقعہ ہو گئی ہے کہ حنفی مذہب شافعی مذہب سے صدہا جزئیات میں اختلاف رکھتا ہے۔ ایسا ہی شافعی مالکی سے اور مالکی حنبلی سے سینکڑوں جزئی مسائل میں مختلف ہے۔ اور محدثین کو بھی کسی ایک مذہب سے بکلی مطابقت نہیں ہے اور پھر وہ بھی باہم جزئیات کثیرہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ادھر اہل کشف کے اختلافات کا بھی ایک دفتر ہے۔ یہانتک کہ بعض نے نبوت تامہ کے سلسلہ کو منقطع نہیں سمجھا۔ بعض دوزخ کے عذاب کو جاودانی نہیں سمجھا۔ اور ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا مذہب نہیں کہ جو جزئیات کے اختلاف میں غلطی اور خطاء کے احتمال سے خالی ہو۔ اب اگر فرض کر لیا کہ ان سب میں اختلافات جزئیہ کی وجہ سے مباہلہ واقع ہو۔ اور خداوند تعالےٰ المخطی پر عذاب نازل کرے تو بلاشبہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام متفرق فرقے اسلام کے صفحہ زمین سے یک لخت نابود ہوں۔ پس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا ہرگز منشا نہیں۔ کہ اہل اسلام ان تمام اختلافات جزئیہ کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں۔ سو ایسے مباہلات سے اسلام کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر یہ عند اللہ جائز ہوتا تو اسلام کا کب سے خاتمہ ہو جاتا۔

اس کے جواب میں میاں عبدالحق صاحب اپنے دوسرے اشتہار میں اس عاجز کو یہ لکھتے ہیں کہ اگر مباہلہ مسلمانوں سے بوجہ اختلافات جزئیہ جائز نہیں۔ تو پھر تم نے مولوی محمد اسمٰعیل سے رسالہ فتح اسلام میں کیوں مباہلہ کی درخواست کی۔ سو انہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ درخواست کسی جزئی اختلاف کی بناء پر نہیں۔ بلکہ اس افتراء کا جواب ہے جو انہوں نے عمداً کیا اور یہ کہا کہ میرا ایک دوست جس کی بات پر مجھے بکلی اعتماد ہے۔ دو مہینے تک قادیان میں میرزا غلام احمد کے مکان پر رہ کر بچشم خود دیکھ آیا ہے کہ ان کے پاس آلاتِ نجوم ہیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے وہ آیندہ کی خبریں بتلاتے ہیں۔ اور ان کا نام الہام رکھ لیتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس صورت کو جزئی اختلاف سے کیا تعلق ہے۔ بلکہ یہ تو اس قسم کی بات ہے۔ جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اس کو بچشم خود زنا کرتے دیکھا۔ یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لئے مباہلہ کی درخواست نہ کرتا تو اور کیا کرتا!

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں مباہلہ مسنونہ سے انکار نہیں۔ اگر انکار ہے تو ایسے مباہلہ سے جس کا قرآن اور حدیث سے نشان نہیں ملتا۔ اگر اس طور پر مباہلہ کرنا چاہو کہ جس طور سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی تھی تو ہم بدل وجان مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یقیناً تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ مباہلہ جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ سے درخواست کی تھی۔ وہ یہ تھا کہ آنجناب کو وحی الٰہی سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ عیسائی لوگ اس بات میں جھوٹے ہیں جو انہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا بنا رکھا ہے۔ سچ صرف اس قدر ہے کہ مسیح نبی تھا اور خدا تعالےٰ کا بندہ تھا اور اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ عیسائیوں کا افتراء ہے۔ ادھر عیسائی بھی کلام اللہ کے اس بیان کو خدا تعالےٰ کا کلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ اپنا افتراء ہے۔ چنانچہ اوّل ان کے اسکات و الزام کے لئے ہر ایک قسم کے دلائل و نشان قرآن شریف

نے پیش کئے۔ مگر انہوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ان دلائل کو قبول نہ کیا۔ آخر جب انہوں نے کسی دلیل کو قبول نہ کیا۔ اور کسی نشان پر ایمان نہ لائے۔ تو اتمام حجت کی غرض سے مباہلہ کے لیئے ان سے درخواست کی گئی۔ اور یہ درخواست صرف اس بنا پر تھی۔ کہ ہم پر خدا تعالیٰ نے یہ بات یقینی طور پر کھول دی ہے کہ تم اس اعتقاد میں کہ مسیح ابن مریم سچ مچ خدا کا بیٹا اور خدا ہے، مفتری ہو۔ خدا تعالیٰ نے انجیل میں ہرگز ایسی تعلیم نہیں دی کہ اس کا کوئی دوسرا شریک بھی ہے اور درحقیقت اس کا کوئی بیٹا بھی ہے جو بیٹا ہونے کی وجہ سے خدا بھی ہے۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے تو بقول تمہارے ہم مفتری ٹھہرے۔ تو آؤ باہم مباہلہ کریں۔ تا اس شخص پر جو کاذب اور مفتری ہے۔ خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو اور فرمایا کہ مباہلہ کے لئے ایک نہیں بلکہ دونوں طرف سے جماعتیں آنی چاہئیں۔ تب مباہلہ ہوگا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ الحق من ربك فلا تكونن من الممترين ٥ فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءكم و نساءنا و نساءكم و انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين[1] ٥

یعنی مسیح کا بندہ ہونا بالکل سچ اور شک سے منزہ ہے۔ اور اگر اب بھی عیسائی لوگ مسیح ابن مریم کی الوہیت پر تجھ سے جھگڑا کریں اور خدا تعالیٰ کے اس بیان کو جو مسیح درحقیقت آدم کی طرح ایک بندہ ہے گو بغیر باپ کے پیدا ہوا دروغ سمجھیں اور انسان کا افتراء خیال کریں۔ تو ان کو کہہ دے کہ اپنے عزیزوں کی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لئے آویں۔ اور ادھر ہم بھی اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لئے آویں گے۔ پھر جھوٹوں پر لعنت کریں گے۔ اب اس تمام بیان سے بوضاحت کھل گیا کہ مسنون طریق مباہلہ کا یہ ہے کہ جو شخص

---

[1] اس آیت میں لفظ الکاذبین صاف ہمارے مدعا اور بیان کا شاہد ناطق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لعنۃ اللہ علی الکاذبین فرما کر ظاہر کرتا ہے کہ مباہلہ اسی صورت میں جائز ہے کہ جب فریقین ایک دوسرے کو عمداً دروغ باز یقین کرتے ہوں نہ یہ کہ صرف غلطی خیال کرتے ہوں۔

مباہلہ کی درخواست کرے۔ اس کے دعوے کی بنا ایسے یقین پر ہو جس یقین کی وجہ سے وہ اپنے فریق مقابل کو قطعی طور پر مفتری اور کاذب خیال کرے اور اس یقین کا اس کی طرف سے بصراحت اظہار چاہیئے کہ میں اس شخص کو مفتری جانتا ہوں۔ نہ صرف ظن اور شک کے طور سے۔ بلکہ کامل یقین سے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں ظاہر فرمایا ہے۔

پھر ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ نے دلائل بیّنہ سے بخوبی عیسائیوں کو سمجھا دیا کہ عیسٰی بن مریم میں کوئی خدائی کا نشان نہیں۔ اور جب باز نہ آئے تو پھر مباہلہ کے لئے درخواست کی۔ اور نیز آیات موصوفہ بالا سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مسنون طریقہ مباہلہ کا یہی ہے کہ دونوں طرف سے جماعتیں حاضر ہوں۔ اگر جماعت سے کسی کو بے نیازی حاصل ہوتی تو اس کے اوّل مستحق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ کیا انصاف کی بات ہے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مباہلہ کے لئے جماعت کے محتاج ٹھہرائے جائیں اور میاں عبدالحق اکیلے کافی ہوں! عجب بات ہے کہ مباہلہ کے لئے تو دوڑتے ہیں۔ اور پہلے ہی قدم میں فرمودہ خدا و رسول کو چھوڑتے ہیں۔ اور اگر کوئی جماعت ساتھ ہے تو بذریعہ اشتہار اس کا نام لینا چاہیئے۔ اگر اصل حقیقت پر غور کیا جاوے تو مباہلہ کی درخواست کرنا ہمارا حق تھا۔ اور وہ بھی اس وقت جب ہم اپنے دعوے کو دلائل و بیّنات مفصلہ و مسکتہ سے مؤید و مستند کر چکتے۔ مگر اب بھی تنزّلاً ترحمًا للہ مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ مگر انہیں شرایط کے ساتھ جو مذکور ہو چکیں۔

اب ناظرین یاد رکھیں کہ جب تک یہ تمام شرائط نہ پائے جائیں تو عندالشرع مباہلہ ہرگز درست نہیں۔ مباہلہ میں دونوں فریق ایسے چاہئیں کہ درحقیقت یقینی طور پر ایک دوسرے کو مفتری سمجھیں اور وہ حسن ظن جو مومن پر ہوتا ہے۔ ایک ذرہ ان کے درمیان موجود نہ ہو۔ ورنہ اجتہادی اختلافات میں ہرگز مباہلہ جائز نہیں۔ اور اگر مباہلہ ہوگا تو ہرگز

کوئی ثمرہ مترتب نہیں ہوگا۔ اور ناحق غیر مذہب والے ہنسی ٹھٹھا کریں گے۔ خدا تعالے ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اجتہادی اختلافات کی وجہ سے تہ تیغ کر دیوے اور دشمنوں کو ہنساوے۔ پس میاں عبدالحق اور ان کے پوشیدہ انصار کو مناسب ہے کہ اگر مباہلہ کا شوق ہے تو سنت نبوی اور کلام رب عزیز کا اقتدار کریں۔ قرآن کریم کے منشاء کے خلاف اگر مباہلہ ہو تو وہ ایمانی مباہلہ ہرگز نہیں۔ افغانی مباہلہ ہو تو ہو۔ اب میں ایک دفعہ پھر ان تمام مولوی صاحبان کو جنہیں پہلے اشتہار میں مخاطب کیا گیا تھا۔ اتماماً للحجۃ دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اگر میرے دعاوی اور بیانات کی نسبت انہیں تردد ہو۔ تو حسب شرائط اشتہار سابقہ مجلس مباحثہ کی منعقد کر کے ان اوہام کا ازالہ کرالیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ یہ امر کمال معصیت کا موجب ہے کہ خود اپنے اوہام کے ازالہ کی فکر نہ کریں اور دوسروں کو ورطۂ اوہام میں ڈالیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی

۱۲ اپریل ۱۸۹۱ء مطبوعہ

اعلان

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین

چونکہ یہ عاجز عرصہ تین سال سے عزیزم میرزا غلام احمد صاحب پر بدگمان تھا۔ لہذا وقتاً فوقتاً نفس و شیطان نے خدا جانے کیا گیا ان کے حق میں مجھ سے کہلوایا۔ جس پر آج

مجھ کو افسوس ہے۔ اگرچہ اس عرصہ میں کئی بار میرے دل نے مجھے شرمندہ بھی کیا۔ لیکن اس کے اظہار کا یہ وقت مقدر تھا۔ باعث اس تحریر کا یہ ہے کہ ایک شخص نے میرزا صاحب کو خط لکھا کہ میں تم سے موافقت کیونکر کروں۔ تمہارے رشتہ دار (یعنی یہ عاجز) تم سے برگشتہ و بدگمان ہیں۔ اس کو سُنکر مجھے سخت ندامت ہوئی۔ اور ڈرا کہ ایسا نہو کہ کہیں اپنے گناہوں کے علاوہ دوسروں کے نہ ماننے کے وبال میں پکڑا جاؤں۔ لہذا یہ اشتہار دے کر میں بری الذمہ ہوتا ہوں۔ میں نے جو کچھ مرزا صاحب کو فقط اپنی غلط فہمیوں کے سبب سے کہا نہایت بُرا کیا۔ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور اس توبہ کا اعلان اس لئے دیتا ہوں کہ میری پیروی کے سبب سے کوئی وبال میں نہ پڑے۔ اب سب لوگ جان لیں کہ مجھے کسی طرح کی بدگمانی میرزا صاحب پر نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

اس سے بعد اگر کوئی شخص میری کسی تحریر یا تقریر کو چھپوا دے اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہے تو میں عنداللہ بری ہوں۔ اور اگر کبھی میں نے میرزا صاحب کی شکایت کی۔ یا کسی دوست سے آپ کی نسبت کچھ کہا ہو۔ تو اس سے اللہ تعالےٰ کی جناب میں معافی مانگتا ہوں۔

المعلن

میر ناصر نواب نقشہ نویس

دھلی

اللہ اکبر

ہم مفصلہ ذیل کتابوں کا اشتہار جو مخالفان اسلام کے حملوں کے دفاع میں

لکھی گئی ہیں۔ علاوہ غرض اشاعت کے بایں قصد بھی دیتے ہیں۔ کہ ہمارے بھائی مسلمانوں پر کھل جائے کہ تائید دین متین اور تقویت احکام شرع مبین کس گروہ کی جانب سے ہو رہی ہے۔ اور کونسی جماعت مال و جان و دل سے اعلائے کلمۃ اللہ و نصرت دعوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں مشغول و مصروف ہے۔

(۱) عہ تصدیق براہین احمدیہ حصہ اوّل مصنفہ حکیم مولوی نورالدین صاحب

(۲) عہ ۸ر فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ نصاریٰ کے جواب میں مصنفہ ایضاً

(۳) ۴ر رسالہ رد تناسخ مصنفہ ایضاً

یہ کتابیں پنجاب پریس سیالکوٹ سے مل سکتی ہیں۔

(۴) ۴ر رسالہ ابطال الوہیت و ابنیت مسیح علیہ السلام۔ مصنفہ ایضاً

یہ رسالہ انجمن حمایت الاسلام لاہور سے مل سکتا ہے۔

(۵۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلّی

لا یحب اللّٰہ الجھر بالسوء من القول الّا من ظلم وکان اللّٰہ سمیعًا علیمًا

اشتہار نصرت دین و قطع تعلق

از اقارب مخالف دین

علیٰ ملّت ابراھیم حنیفًا

چوں بدندان تو کرمے اوفتاد ؛ آن نہ دندانی بکن ای اوستاد

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصومت کے پیش آجانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبہ کے وقت اپنے ایک قریبی میرزا احمد بیگ ولد میرزا گاماں بیگ ہوشیارپوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے۔ چنانچہ تفصیل ان کل امور مذکورہ بالا کی اس اشتہار میں درج ہے۔ اب باعث تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیلدار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے، وہی اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جائے۔ اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں

دخل دینے کی کیا ضرورت اور کیا غرض تھی۔ امر ربی تھا۔ اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا۔ مگر اس کام کے مدار المہام وہ لوگ ہو گئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ اور تمہارا کوئی حق نہیں رہیگا۔ مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک ندیا۔ اور بکلی مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا۔ لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا۔ اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔ اوّل یہ کہ اس نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی مخالفت کرنی چاہی۔ اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو۔ اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد رکھی ہے اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہو جائیں گے اور دین کی ہتک ہو گی۔ اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا۔ اور اس نادان نے نہ سمجھا کہ خداوند قدیر وغیور اس دین کا حامی ہے اور اس عاجز کا بھی حامی۔ وہ اپنے بندہ کو کبھی ضایع نہ کریگا۔ اگر سارا جہان مجھے برباد کرنا چاہے تو وہ اپنی رحمت کے ہاتھ سے مجھ کو تھام لے گا۔ کیونکہ میں اس کا ہوں اور وہ میرا۔ دوم سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا۔ اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اسلام کی ہتک بدل و جان منظور رکھی۔ سو چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا۔ اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی۔ اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا۔ سو جبکہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا

کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے۔ اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔ لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے۔ عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے۔ اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا۔ اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو ردّ نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے۔ اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اس کو نکاح کی خبر ہو اور طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہوگا۔ اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا۔ اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی و قرابت و ہمدردی دور ہو جائے گی۔ اور کسی نیکی۔ بدی۔ رنج راحت شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا۔

چوں نہ بود خویش را دیانت و تقوےٰ ٭ قطع رحم بہ از مودت قربےٰ

والسّلام علےٰ من اتبع الھدےٰ

المشــــــــــــــــــــــتھر

مرزا غلام احمد لودیانہ

۲ مئی ۱۸۹۱ء

حقانی پریس لودیانہ

(۵۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اشتہار بمقابل پادری صاحبان

ذٰلک بان منھم قسیسین و رھباناً و انھم لا یستکبرون ط

لا الٰہ الا اللّٰہ ۔ والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئًا وّھم یخلقون
اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ۔ سورۃ النحل الجزو ۱۴

خدا تعالیٰ نے ان آیات مندرجہ عنوان میں حضرت مسیح ابن مریم اور ان تمام انسانوں کو جو محض باطل اور ناحق کے طور پر معبود قرار دیئے گئے تھے، مار چکا۔ درحقیقت یہ ایک ہی دلیل مخلوق پرستوں کی ابطال کے لئے کروڑ دلیل سے بڑھ کر ہے کہ جن بزرگوں یا اور لوگوں کو وہ خدا بنائے بیٹھے ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں ۔ اور اب وہ فوت شدہ ہیں زندہ نہیں ہیں۔ اگر وہ خدا ہوتے تو ان پر موت وارد نہ ہوتی۔ یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ وہ لوگ جو ایک عاجز انسان کو الٰہ العالمین قرار دیتے ہیں۔ وہ صرف ایک ہی ثبوت ہم سے مانگتے ہیں کہ ہم ان کے اس معبود کا مردہ ہونا اور اموات میں داخل ہونا ثابت کر دیں۔ کیونکہ کوئی دانا مردہ کو خدا بنا نہیں سکتا۔ اور تمام عیسائی بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت مسیح ابن مریم کا مر کر پھر مردہ رہنا ثابت کر دے۔ تو ہم یک لخت عیسائی

مذہب کو چھوڑ دیں گے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے گذشتہ علماء نے عیسائیوں کے مقابل پر کبھی اس طرف توجہ نہ کی حالانکہ اس ایک ہی بحث میں تمام بحثوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دنیا میں ایسا نادان کون ہے کہ کسی مردہ کا نام الہ العالمین رکھے۔ اور جو مر چکا ہے اس میں حی لایموت کے صفات قایم کرے۔ عیسائی مذہب کا ستون جس کی پناہ میں انگلستان اور جرمن اور فرانس اور امریکہ اور روس وغیرہ کے عیسائی * ربنا المسیح کہہ رہے ہیں۔ صرف ایک ہی بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بد قسمتی سے مسلمانوں اور عیسائیوں نے برخلاف کتاب الٰہی یہ خیال کر لیا ہے کہ مسیح آسمان پر مدت دراز سے بقید حیات چلا آتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ستون ٹوٹ جائے تو اس خیال باطل کے دُور ہو جانے سے صفحۂ دنیا یک لخت مخلوق پرستی سے پاک ہو جائے۔ اور تمام یوروپ اور ایشیا اور امریکہ ایک ہی مذہب توحید میں داخل ہو کر بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ لیکن میں نے حال کے مسلمان مولویوں کو خوب آزما لیا۔ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں۔ اور در پردہ مخلوق پرستی کے مؤید ہیں۔ میں نے ان کو خدا تعالےٰ کا حکم سُنا دیا۔ لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اب میں اس دعوت کو لے کر اس ہدیہ طیبہ کے پیش کرنے کی غرض سے عیسائی صاحبوں کی طرف رُخ کرتا ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس سختی سے مسلمانوں نے میرے ساتھ برتاؤ کیا۔ وہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان میں وہ تہذیب ہے جو عالی گستر گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے قوانین کے ذریعہ سے مہذب لوگوں کو سکھلائی ہے۔ اور ان میں وہ ادب ہے جو ایک با وقار سوسائٹی نے نمایاں آثار کے ساتھ دلوں میں قائم کیا ہے۔ سو مجھے اللہ جلّشانہ کا شکر کرنا چاہیئے۔ اور بعد اس کے اس مصدر فیض گورنمنٹ کا بھی جس کی ظل حمایت میں ہم خوشی اور آزادی کے ساتھ گورنمنٹ کی ایسی رعیت کے ساتھ بھی مذہبی بحث کر سکتے ہیں۔ اور خود پادری صاحبان خلق اور بردباری اور رفق اور نرمی میں ہمارے ان مولوی صاحبوں سے ایسی سبقت لے گئے

---

* یہاں سے اشتہار پھٹا ہوا ہے (مرتب)

ہیں کہ ہمیں موازنہ کرتے وقت شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور ہمیشہ اپنے ان مولویوں سے بحث کے وقت بھی خطرہ اور دھڑکا رہتا ہے کہ بات کرتے کرتے کہیں لاٹھی بھی نہ چلا دیں۔ مگر میرے اس قول سے وہ شریف لوگ مستثنیٰ ہیں جن کے سینوں میں خدا تعالیٰ نے صفائی بخشی ہے لیکن اکثر تو ایسے ہی ہیں جن پر صفات سبعیہ غالب ہیں۔ میں اس شہر میں قریباً ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب کوئی مسلمان مخالف ملنے کے لئے آتا ہے تو اس کے چہرہ پر ایک درندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں گویا خون ٹپکتا ہے۔ ہر دم غصہ سے نیلا پیلا ہوتا جاتا ہے سخت اشتعال کی وجہ سے زبان میں لکنت بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی عیسائی ملتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا غضبی قوت بالکل اس سے مسلوب ہے۔ نرمی سے کلام کرتا ہے اور بردباری سے بولتا ہے۔ لہٰذا مجھے ان لوگوں پر نہایت ہی رحم آیا۔ ہمارا ان لوگوں سے جھگڑا ہی کیا ہے، فقط ایک مسیح کے زندہ نہ ہونیکا ایک ذرہ سی بات ہے جس کے طے ہونے سے یہ لوگ بھائیوں کی طرح ہم سے آملیں گے اور یوروپ اور ایشیا میں اسلام ہی اسلام ہو جائے گا۔ لہٰذا میں نہایت ادب اور عاجزی سے پادری صاحبوں کی خدمت میں یہ ہدیۂ اشتہار روانہ کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکے ہیں۔ اور اس قدر ثبوت میرے پاس ہیں کہ کسی منصف کو بجز ماننے کے چارہ نہیں۔ سو میں امید کرتا ہوں کہ پادری صاحبان اس بارہ میں مجھ سے گفتگو کر کے میرے نافہم بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچا دیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ پادری صاحبان کی گفتگو اظہار حق کے لئے نہایت مفید ہوگی۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ ؁

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی۔ لودیانہ

۲۰ مئی ۱۸۹۱ء

مطبوعہ اقبال ربی پریس لودہانہ

(۵۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشتہار واجب الاظہار

مولوی محمد حسین صاحب کے مباحثہ کا کیا انجام ہوا

عہد را بشکست و پیمان نیز ہم

مولوی محمد حسین صاحب کے سوالات کے جواب میں ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو بروز جمعہ اس عاجز نے ایک قطعی فیصلہ کرنے والا مضمون سُنایا جس کو سُنتے ہی مولوی صاحب کے چھکے چھوٹ گئے اور تمام سمجھ دار اور منصف مزاج لوگوں نے معلوم کر لیا کہ مولوی صاحب کا سارا تانا بانا بیک دفعہ ٹوٹ گیا۔ اس لئے مولوی صاحب کو مضمون سُننے کی حالت میں بھی دھڑکا دل میں شروع ہوا کہ اب تو ہمارے اعتراضات کی ساری قلعی کھُل گئی۔ ناچار خلاف ورزی شرائط کر کے ان چھوٹے ہتھیاروں پر آگئے۔ جن کو آجکل کے مولوی ملاں لاجواب ہونے کی حالت میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ ناظرین کو واضح ہو کہ مولوی صاحب کے ساتھ تحریری طور پر یہ شرطیں ٹھہر چکی تھیں۔ (۱) اوّل یہ کہ فریقین صرف تحریری طور پر اپنا سوال یا جواب لکھیں۔ (۲) دوم یہ کہ جب کوئی فریق اپنی تحریر کو سنانے لگے تو فریق ثانی اس کے سنانے کے وقت دخل نہ دیوے۔ اور کوئی بات منہہ سے نہ نکالے۔ (۳) تیسرے یہ کہ بیان سننے کے بعد کوئی فریق زبانی جواب دینا شروع نہ کرے لیکن افسوس کہ مولوی صاحب نے مضمون سُنتے ہی ان تینوں شرطوں کو توڑ دیا اور عہد شکنی

کے بعد ایک جوش کی حالت میں کھڑے ہو کر بیجا اور غیر مہذب الفاظ کے مرتکب ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب اپنے نفسانی جذبات کے ضبط کرنے پر ہرگز قادر نہیں ناچار ان کی یہ خطرناک حالت دیکھ کر جلسہ برخاست کیا گیا۔ اور اس قدر لمبی بحث کے بعد جو مولوی صاحب نے اپنے خانہ زاد اصول موضوعہ کی نسبت سراسر لغو اور بے مصرف جاری کر رکھی تھی جو باراں دن تک ہوتی رہی اور اصل بحث سے کچھ بھی علاقہ نہیں رکھتی تھی اور فریقین کے بیانات دس جزو تک پہنچ گئے تھے اور لوگ سخت معترض تھے۔ کہ اصل بحث کیوں شروع نہیں کی جاتی۔ مولوی صاحب کو اس وقت آخر مضمون میں یہ بھی سُنا دیا گیا کہ اب ہم تمہیدی بحث کو ختم کرتے ہیں۔ آپ نے بھی بہت کچھ لکھ لیا۔ اور ہم نے بھی۔ اب اس بیہودہ بحث کو بند کرنا چاہیئے۔ اور اصل بحث کو شروع کرنا چاہیئے۔ مولوی صاحب اسی[1] طرح نہیں چاہتے تھے کہ اصل بحث کی طرف آویں۔ اس لئے انہوں نے ان شرطوں کو توڑ کر یہ چاہا کہ پھر کسی طرح سخت زبانی کر کے اپنی فضول اور بلائی باتوں کو جن کی طوالت کو اصل بحث سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا، شروع رکھیں۔ مگر ہم نے صاف جواب لکھ دیا تھا کہ بے فائدہ باتوں میں ہم اپنی اوقات کو ضایع کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ تمہیدی گفتگو بہت ہو چکی ہے۔ اور **عنقریب رسالہ الحق سیالکوٹ** میں فریقین کے بیانات چھپ جائیں گے۔ تب لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ سچ پر کون ہے۔ اب یہ اشتہار صرف اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ اگر مولوی صاحب کی نیت بخیر ہے تو اب بھی اصل مسئلہ میں بحث تحریری کر لیں۔ میرے نزدیک مولوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی بالکل فضول ہے کہ وہ اکابر محدثین کی طرح فن حدیث میں مہارت تمام رکھتے ہیں۔ بلکہ بات بات میں ان کی ناسمجھی اور غباوت مترشح ہو رہی ہے۔ اگر وہ مجھے اجازت دیں تو میں ان کی حدیث دانی بھی لوگوں پر ظاہر کروں۔

مولوی صاحب سے انصاف کی کیا توقع ہو سکتی ہے اور کیا امید کی جا سکتی ہے۔

---

[1] غالباً یہ لفظ "کسی طرح ہرگز" ہے۔ (مرتب)

کہ بڑی بردباری اور غور سے کسی مضمون کو وہ سُن سکیں۔ جس صورت میں آپ نے اپنی تہذیب اور معاملہ شناسی کا علیٰ رُؤس الاشہاد یہ نمونہ دیا کہ عام لوگوں کی طرح اپنی بیویوں کو طلاق دینے پر آمادہ ہو گئے اور یہ صرف اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک ہم نے کوئی حوالہ غلط دیا ہے۔ افسوس مولوی صاحب آغاز مضمون سے ہی تردیدی نوٹوں کی تحریر میں مصروف ہو گئے اور مضمون کی خوبیوں پر تدبر سے غور کرنے کا انہیں بیقرار اور پر جوش طبیعت نے ذرہ بھی موقع نہ دیا۔ ورنہ بے سوچے سمجھے انہیں طلاقوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور یوں عوام میں اپنی مستورہ بیویوں کی ہتک حرمت کے الفاظ مُنہ سے نکال کر سبکی نہ اُٹھاتے۔ اب پبلک کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اب اس کارروائی کی نسبت جو کچھ وہ مشتہر کریں گے۔ محض **اپنی بدنامی اور فضیحت[1] کا داغ** دھونے کے لئے ایک **واویلا اور نوحہ** ہوگا۔ یہ ان کی ساری بیہودہ باتیں ہیں۔ تا عوام پر جو ان کی حقیقت کھل گئی ہے اس پر کسی طرح پردہ پڑ جائے۔ وہ اصل مطلب (**حیات و ممات مسیح**) پر میرے ساتھ کیوں بحث نہیں کرتے؟ وہ یقیناً ڈرتے ہیں کہ اگر اصل مسئلہ میں بحث شروع ہوگی تو بڑی رسوائی کے ساتھ انہیں مغلوب ہونا پڑے گا۔ **ہاں** ناظرین پر واضح رہے کہ ہم نے اپنے آخری مضمون کی جو ۳۱ جولائی سنہ ۹۱ کو بروز جمعہ

---

[1] مباحثہ سے پیشتر مولوی صاحب کے بعض خیر خواہوں، خصوصاً حافظ محمد یوسف صاحب[2] ضلعدار نہر نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مولوی صاحب کی ٹانگ خشک ہو گئی۔ اور مولوی صاحب حقہ پیتے تھے۔ اور میاں عبدالحکیم خاں صاحب نے بروایت منشی عبدالغنی صاحب برادر منشی نجف علی صاحب ہمارے پاس بیان کیا تھا کہ خود مولوی صاحب نے اپنی ٹانگ کو خواب میں خشک ہوتے دیکھا۔ ان خوابوں کی تعبیر یہی تھی کہ مولوی صاحب حق کی مخالفت کریں گے مگر خفت ناکامی اور زک اُٹھائیں گے۔

---

[2] یہ صاحب ضلعدار ضلع لاہور جو مرد صالح اور مولوی محمد حسین صاحب کے دوست ہیں۔

پڑھا گیا تھا۔ مولوی صاحب کو نقل نہیں دی۔ کیونکہ مولوی صاحب بباعث ارتکاب جرمیہ عہد شکنی و ترک تہذیب۔ اور توڑ دینے تمام شرطوں کے اپنے تمام حقوق کو اپنی ہی کرتوت کی وجہ سے کھو بیٹھے۔ حاضرین جو قریباً تین سو کے موجود ہو گئے تھے۔ جن میں بعض معزز رئیس شہر کے اور صاحبان اڈیٹر اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور نور افشاں لودیانہ بھی تھے۔ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مولوی صاحب بے صبر ہو کر برخلاف شرط قرار یافتہ اس عاجز کے مضمون پڑھتے وقت چپ رہ کر سُن نہیں سکتے اور مضمون سُننے کے بعد بھی ان کی زبان ان سے رُک نہیں سکی اور جوش میں آکر ان تمام شرطوں کو ایسے بھول گئے کہ گویا ان سب باتوں کے کرنے کے لئے ان کو بالکل آزادی تھی۔ اس بے حواسی کے بے طرح جوش کا یہی سبب تھا کہ مولوی صاحب اپنا ۷۶ صفحہ کا مضمون سُنا کر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ لاجواب مضمون ہے بلکہ مغروری کی راہ سے بعض جگہ اپنی فتح کے خط بھی بھیج دیئے تھے۔ اب جو **عصائے موسیٰ** کی طرح اس عاجز کے مضمون نے مولوی صاحب کی تمام ساحرانہ کارروائی کو باطل کر دیا۔ تو یک دفعہ ان کے دل پر وہ زلزلہ آیا جس کی کیفیت خدا تعالےٰ کے بعد وہی جانتے ہوں گے۔ سو یہ تمام حرکات۔ جو ان سے سرزد ہوئیں۔ ایک قسم کی بیہوشی کی وجہ سے تھیں جو اس وقت ان پر طاری ہو گئی تھی۔ بہرحال وہ شرائط شکنی کے بعد اس بات کے مستحق نہ رہے کہ انہیں مضمون ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کی نقل دی جاتی۔ اور یاد رہے کہ ان کے ۷۶ صفحے کے مضمون میں بجز بے تعلق باتوں اور بد زبانی اور افتراء کے اور خاک بھی نہیں تھا۔ اور بد زبانی سے یہاں تک انہوں نے کام لیا کہ ناحق بے وجہ امام بزرگ حضرت فخر الائمہ **امامِ اعظم ابو حنیفہ** رضی اللہ عنہ کی شان بلند میں سخت تحقیر کے الفاظ استعمال کئے۔ بالآخر میں ایک دفعہ پھر حجت پوری کرنے کے لئے باآواز بلند مولوی صاحب کو دعوت کرتا ہوں کہ وہ اصل مسئلہ کے متعلق ضرور بصد ضرور میرے ساتھ بحث کریں۔ مگر یہ بحث لاہور جیسے صدر مقام میں منعقد کی جائے جہاں اعلےٰ درجہ کے فہیم ذکی تعلیم یافتہ

متین اشخاص اور رؤسا شامل ہو سکتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کو غیر متعلق گفتگو چھیڑنے اور خلط مبحث کرنے اور انہیں بدزبانی اور خلاف تہذیب کلمات منہ سے نکالنے اور کسی شرط مقررہ کو توڑنے سے روکنے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ نیز ان میں سے بعض نے یہ درخواست بھی کی ہے۔ امن وغیرہ کا انتظام بھی ہمارے سپرد ہوگا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

ضروری نوٹ - اب مولوی صاحب اپنے کارخانہ کی ترقی کے لئے بہتانوں پر آگئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بڑا بہتان یہ لگایا ہے کہ گویا "میں صحیح بخاری اور مسلم کا منکر ہوں" اس کے جواب میں بجز علے الکاذبین اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہر ایک مسلمان پر واضح رہے کہ میں بسر و چشم صحیحین کو مانتا ہوں۔ ہاں کتاب اللہ قرآن کریم کو نمبر اوّل اور ان سے مقدم سمجھتا ہوں مگر بخاری کو **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** یقین رکھتا ہوں اور **واجب العمل** مانتا ہوں۔ ہاں صرف اتنا کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے اخبار اور قصص اور واقعات ماضیہ پر نسخ و زیادت ہرگز جائز نہیں۔

الـمـشـتـهـر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی یکم اگست ۱۸۹۱ء

دبدبہ اقبال ربانی پریس لودیانہ

حاشیہ - اے ناظرین ذرا توجہ کرو۔ میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابل پر خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرکے آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کردیں اور جو تاوان چاہیں میرے پر لگائیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا

(۶۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین

ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار و حضرات علمائے نامدار

اے اخوان مومنین اے برادران سکنائے دہلی و متوطنان ایں سرزمین !!! بعد سلام مسنون و دعائے درویشانہ آپ سب صاحبوں پہ واضح ہو کہ اس وقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتہ کے لئے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے اور اس عاجز نے سُنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قایل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ اہلسنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب

اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اٰمنت باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت واٰمنت بکتاب اللّٰہ العظیم القراٰن الکریم۔ واتبعت افضل رسل اللّٰہ وخاتم انبیاء اللّٰہ محمدنِ المصطفیٰ و انامن المسلمین۔ واشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ رب احینی مسلمًا وتوفنی مسلمًا واحشرنی فی عبادك المسلمین۔ وانت تعلم مافی نفسی ولا یعلم غیرك وانت خیر الشاھدین۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معًا مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں اور مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوےٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قایل ہوں۔ بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری رُوحانی حالت مسیح ابن مریم کی رُوحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے۔ غرض میں ایک مسلمان ہوں۔ ایہا المسلمون انا منکم واماکم منکم بامر اللہ تعالےٰ خلاصہ کلام یہ کہ میں محدث اللہ ہوں اور مامور من اللہ ہوں اور باایں ہمہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں جو صدی چاردہم کے لئے مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد دین ہو کر رب السمٰوات والارض کی طرف سے آیا ہوں۔ میں مفتری نہیں ہوں۔ وقد خاب من افترٰی۔ خدا تعالیٰ نے دنیا پر نظر کی اور اس کو ظلمت میں پایا اور مصلحت عباد کے لئے ایک اپنے عاجز بندہ کو خاص کر دیا۔ کیا تمہیں اس سے کچھ تعجب ہے کہ وعدہ کے موافق صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجا گیا اور جس نبی کے رنگ میں چاہا۔

خدا تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا۔ کیا ضرور نہ تھا کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی۔ بھائیو! میں مُصلح ہوں بدعتی نہیں۔ اور معاذ اللہ میں کسی بدعت کے پھیلانے کے لئے نہیں آیا۔ حق کے اظہار کے لئے آیا ہوں اور ہر ایک بات جس کا اثر اور نشان قرآن اور حدیث میں پایا نہ جائے۔ اور اس کے برخلاف ہو۔ وہ میرے نزدیک الحاد اور بے ایمانی ہے۔ مگر ایسے لوگ تھوڑے ہیں جو کلام الٰہی کی تہہ تک پہنچتے اور ربانی پیشگوئیوں کے باریک بھیدوں کو سمجھتے ہیں۔ میں نے دین میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی۔ بھائیو! میرا وہی دین ہے جو تمہارا دین ہے۔ اور وہی رسول کریم میرا مقتداء ہے جو تمہارا مقتداء ہے۔ اور وہی قرآن شریف میرا ہادی ہے۔ اور میرا پیارا اور میری دستاویز ہے۔ جس کا ماننا تم پر بھی فرض ہے۔ ہاں یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں حضرت مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتی یقین رکھتا ہوں اور جو آنے والے مسیح کے بارے میں پیشگوئی ہے۔ وہ اپنے حق میں یقینی اور قطعی طور پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ لیکن اے بھائیو یہ اعتقاد میں اپنی طرف سے اور اپنے خیال سے نہیں رکھتا۔ بلکہ خداوند کریم جلشانہ نے اپنے الہام و کلام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ مسیح ابن مریم کے نام پر آنے والا تو ہی ہے۔ اور مجھ پر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے وہ دلائل یقینیہ کھول دیئے ہیں جن سے بہ تمام یقین وقطع حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اور مجھے اس قادر مطلق نے بار بار اپنے کلام خاص سے مشرف و مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ کی یہودیت دُور کرنے کے لئے تجھے عیسیٰ بن مریم کے رنگ اور کمال میں بھیجا گیا ہے۔ سو میں استعارہ کے طور پر ابن مریم موعود ہوں۔ جس کا یہودیت کے زمانہ اور تنصر کے غلبہ میں آنے کا وعدہ تھا جو غربت اور روحانی قوت اور روحانی اسلحہ کے ساتھ ظاہر ہوا۔ برخلاف اس غلط خیال اور ظاہری جنگ اور جدل کے جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں میں پھیل گیا تھا۔ سو میرا جنگ روحانی ہے اور میری بادشاہت اس عالم کی نہیں۔ دنیا کی حرب، و ضرب سے مجھے کچھ

کام اور غرض و اسطہ نہیں۔ میری زندگی ایسی فروتنی اور مسکینی کے ساتھ ہے جو مسیح ابن مریم کو ملی تھی۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ تا ایمانی فروتنی اور مسکینی اور تقویٰ اور تہذیب اور طہارت کو دوبارہ مسلمانوں میں قایم کروں اور اخلاق فاضلہ کا طریق سکھلاؤں۔ اگر مسلمانوں نے مجھے قبول نہ کیا تو مجھے کچھ رنج نہیں۔ کیونکہ مجھ سے پہلے بنی اسرائیل نے بھی مسیح ابن مریم کو قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن جنہوں نے مجھے قبول نہیں کیا ان کے پاس کوئی عذر نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میرے دعوے کی شرط صحت کو جو وفات مسیح ابن مریم ہے، کامل طور پر تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تیس آیتیں حضرت عیسیٰ بن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہی ہیں۔ جیسا کہ کتاب ازالہ اوہام میں مفصل ذکر ہے۔ لیکن قرآن کریم میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جو عیسیٰ بن مریم کی زندگی پر صریحۃ الدلالت ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے وہ آسمانی نشان بخشے ہیں جو اس زمانہ میں کسی دوسرے کو نہیں بخشے گئے۔ چنانچہ ان دونوں طور کے دلائل کے بارے میں میں نے ایک مبسوط کتاب **ازالہ اوہام** نام لکھی ہے جو چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ اور وہ ساٹھ جزو کی کتاب ہے اور بڑے اہتمام سے تیار ہوئی ہے۔ اور معہذا فقط تین روپیہ اس کی قیمت رکھی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے دلائل کے ساتھ حضرت عیسےٰ ابن مریم کی وفات ثابت کی گئی ہے۔ اور اپنے مسیح موعود ہونے کی نسبت بہت سے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں بہت سی پیشگوئیاں بھی لکھی ہیں۔ اور بعض دوسرے نشان بھی بیان کئے ہیں۔ اور قرآن کریم کے حقایق و معارف اس میں بکثرت درج ہیں اور وہ باتیں اس میں ہیں جو انسانوں کے علم اور طاقت سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ جو شخص اس کو اول سے آخر تک بغور و انصاف پڑھے گا۔ اس کا نور قلب بلاشبہ شہادت دے گا کہ اس کتاب کے بہت سے مرقومات صرف الٰہی طاقت سے لکھے گئے ہیں۔ اور یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت رسالہ توضیح مرام میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ اس کے دیکھنے سے پہلے

کوئی صاحب بمخالفانہ تحریر شائع نہ کریں۔ سو اب وہی بفضلہ تعالےٰ طیار ہوگئی ہے اور خدا تعالےٰ نے چاہا ہے کہ سچائی کی حجت اپنی اس مخلوق پر پوری کرے جو سچائی سے رو گردان ہے معہذا چونکہ میں اس وقت شہر دہلی میں وارد ہوں اور افواہ سُنتا ہوں کہ اس شہر کے بعض علماء جیسے حضرت سید مولوی نذیر حسین صاحب اور جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب اس عاجز کی تکذیب اور تکفیر کے درپے ہیں۔ اور الحاد اور ارتداد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ روایتیں کہاں تک صحیح ہیں۔ صرف لوگوں کی زبان سے سُنا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن اتماماً للحجت حضرات موصوفہ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ معجزات ولیلۃ القدر ووجود ملائکہ و وجود جبرائیل و معراج نبوی وغیرہ تعلیمات قرآن کریم واحادیث صحیحہ پر تو میرا ایمان ہے۔ اور مجھے محدثیت کا دعویٰ ہے نہ نبوت تامہ کا۔ اور ان سب باتوں میں اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ مجھے کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں اصل عقائد مذکورہ بالا کو مسلم رکھ کر جو اور اور باتیں از قبیل اسرار وحقایق ومعارف وعلوم حکمیہ ودقایق بطون قرآن کریم ہیں وہ مجھ پر جیسے جیسے الہام کے ذریعہ سے کھلتے ہیں، ان کو بیان کر دیتا ہوں جن کا اصل عقاید سے کچھ بھی تعارض نہیں۔ ہاں حیات مسیح ابن مریم کی نسبت مجھے انکار ہے۔ سو یہ انکار نہ صرف الہام الٰہی پر مبنی ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ میرے اس الہام کے شاہد کامل ہیں۔ اگر حضرت سید مولوی محمد نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب مسئلہ وفات مسیح میں مجھے مخطی خیال کرتے ہیں یا ملحد اور ماؤل تصور فرماتے ہیں۔ اور میرے قول کو خلاف قال اللہ قال الرسول گمان کرتے ہیں تو حضرات موصوفہ پر فرض ہے کہ عامہ خلائق کو فتنہ سے بچانے کے لئے اس مسئلہ میں اسی شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کر لیں۔ بحث میں صرف تین شرطیں ہوں گی (۱) اول یہ کہ امن قایم رہنے کے لئے وہ خود سرکاری انتظام کرا دیں۔ یعنی ایک افسر انگریز مجلس بحث

میں موجود ہو۔ کیونکہ میں مسافر ہوں۔ اور اپنی عزیز قوم کا مورد عتاب اور ہر طرف سے اپنے بھائیوں مسلمانوں کی زبان سے سب اور لعن وطعن اپنی نسبت سنتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ پر لعنت بھیجتا ہے اور مجھے دجال کہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ آج میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔ لہذا میں بجز سرکاری افسر کے درمیان ہونے کے اپنے بھائیوں کی اخلاقی حالت پر مطمئن نہیں ہوں۔ کیونکہ کئی مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں۔ ولا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین (۲) دوسرے یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں اپنے ہاتھ سے سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے۔ اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دیوے۔ کیونکہ زبانی بیانات محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اور نقل مجلس کرنے والے اپنی اغراض کی حمایت میں اس قدر حاشیے چڑھا دیتے ہیں کہ تحریف کلام میں یہودیوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ اس صورت میں تمام بحث ضایع جاتی ہے اور جو لوگ مجلس بحث میں حاضر نہیں ہو سکے۔ ان کو رائے لگانے کے لئے کوئی صحیح بات ہاتھ نہیں آتی۔ ماسوا اس کے صرف زبانی بیان میں اکثر مخاصم بے اصل اور کچی باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن تحریر کے وقت وہ ایسی باتوں کے لکھنے سے ڈرتے ہیں تا وہ اپنی خلاف واقعہ تحریر سے پکڑے نہ جائیں اور ان کی علمیت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ (۳) تیسری شرط یہ کہ بحث وفات حیات مسیح میں ہو۔ اور کوئی شخص قرآن کریم اور کتب حدیث سے باہر نہ جائے۔ مگر صحیحین کو تمام کتب حدیث پر مقدم رکھا جائے اور بخاری کو مسلم پر کیونکہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مسیح ابن مریم کی حیات طریقۂ مذکورۂ بالا سے جو واقعات صحیحہ کے معلوم کرنے کے لئے خیر الطرق ہے، ثابت ہو جائے تو میں اپنے الہام سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ بلکہ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

اگر میں ایسی بحث وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔ اور ان تمام نشانوں کی پروا نہیں کروں گا جو میرے اس دعوے کے مصدق ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے کوئی حجت بڑھ کر نہیں۔ وما عندنا شيءٌ الا كتاب الله وان تنازعتم في شيءٍ فردوه الى الله والرسول۔ فباىّ حديث بعد الله وآياته يؤمنون۔ میں ایک ہفتہ تک اس اشتہار کے شایع ہونے کے بعد حضرات موصوفہ کے جواب باصواب کا انتظار کروں گا۔ اور اگر وہ شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤں گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔ اور کتاب

ازالہ اوہام کے خریداروں پر واضح ہو کہ میں بلی ماروں کے بازار میں کوٹھی لوہارو والی میں فروکش ہوں اور ازالہ اوہام کی جلدیں میرے پاس موجود ہیں۔ جو صاحب تین روپیہ قیمت داخل کریں۔ وہ خرید سکتے ہیں۔ والسلام

المشتھر

خاکسار غلام احمد قادیانی حال وارد دہلی

بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو۔ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

(۶۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

اشتہار بمقابل مولوی سیّد نذیر حسین صاحب سرگروہ اہل حدیث

چونکہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے جو کہ موحدین کے سرگروہ ہیں اس عاجز کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد قرار دیا ہے اور عوام کو سخت شکوک و شبہات میں ڈالنا چاہا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی اعتقاد حیات مسیح میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اوّل اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے بھائیوں حنفیوں کو بدعتی قرار دیا۔ اور امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا کہ ان کو حدیثیں نہیں ملی تھیں۔ اور وہ اکثر احادیث نبویہ سے بے خبر ہی رہے تھے۔ اور اب باوجود دعوے اتباع قرآن اور حدیث کے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کے قایل ہیں۔ وہذا اعجب العجائب اگر کوئی عوام میں سے ایسا کچا اور خلاف قال اللہ قال الرسول دعویٰ کرتا تو کچھ افسوس کی جگہ نہیں تھی۔ لیکن یہی لوگ جو دن رات درس قرآن اور حدیث جاری رکھتے ہیں۔ اگر ایسا بے اصل دعویٰ کریں تو ان کی علمیت اور قرآن دانی اور حدیث دانی پر سخت افسوس آتا ہے۔ یہ بات کسی متنفس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ باواز بلند پکار رہی ہیں کہ فی الواقعہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو عاقبت کا اندیشہ نہیں۔ خدا تعالے کا کچھ خوف نہیں۔ وہ تعصب کو مضبوط پکڑ کر قرآن اور احادیث

پس پشت ڈالتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اس امت پر رحم کرے۔ لوگوں نے کیسے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس عاجز نے اشتہار ۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حضرت مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عند الملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزین آدمی ہیں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق شقاق کا اندیشہ ہے طبعاً کارہ ہیں اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں اور شرائط اشتہار کے پورے کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزین ہیں۔ حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے۔ اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہیت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کر لیں۔ اور اگر انہوں نے بقبول شرائط مندرجہ اشتہار ۲ ر اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا۔ بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح ابن مریم جس کو انجیل ملی تھی اب تک آسمان پر زندہ ہے اور آخری زمانے میں آئے گا۔ یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہو چکا ہے اور اس کے نام پر کوئی دوسرا اسی امت میں سے آئے گا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ وہی مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوے سے خود دست بردار ہو جائے گا ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور آنے والا ہے۔ یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے گا۔ اور اگر اس اشتہار کا جواب، ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی

طرف سے شائع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے گریز کی۔ اور حق کے طالبوں کو محض نصیحتاً کہا جاتا ہے کہ میری کتاب ازالۂ اوہام کو خود غور سے دیکھیں اور ان مولوی صاحبوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ ساٹھ جزو کی کتاب ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ معارف اور دلائل یقینیہ کا اس میں ایک دریا بہتا ہے۔ حرف حرف بے قیمت ہے۔ اور واضح ہو کہ یہ درخواست مولوی سید نذیر حسین صاحب کی کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت دینا چاہیئے اور اس میں بحث ہونی چاہیئے، بالکل تحکم اور خلاف طریق انصاف اور حق جوئی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود ہونے کا اثبات آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہوگا۔ اور آسمانی نشانوں کو بجز اس کے کون مان سکتا ہے کہ اول اس شخص کی نسبت جو کوئی آسمانی نشان دکھاوے یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ خلاف قال اللہ قال الرسول کوئی اعتقاد نہیں رکھتا۔ ورنہ ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھاوے۔ تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے لمبے اشتہار میں جو لدھیانہ میں چھپوایا تھا اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے بحث کے لائق وہی امر ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن اور حدیث اس دعوے کے مخالف ہیں اور وہ امر مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر درحقیقت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے تو اس صورت میں پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے پر ایک نشان کیا بلکہ لاکھ نشان بھی دکھائے تب بھی وہ نشان قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں گے کیونکہ قرآن ان کی مخالف شہادت دیتا ہے۔ غایت کار وہ استدراج سمجھے جائیں گے۔ لہذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے، مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہو جانا ضروری ہے کیونکہ

مخالف قرآن وحدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں۔ ہاں ان نادانوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔ فاتقوا اللہ ایھا العلماء والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از دہلی بازار بلیماراں۔ کوٹھی نواب لوہارو

۶؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء

حاشیہ کی عبارت :۔ بالآخر تمام عذرات نامعقول کے توڑنے اور اتمام حجت کی غرض سے یہ بھی ہم بطریق تنزل لکھتے ہیں کہ اگر مولوی سید نذیر حسین صاحب کسی افسر انگریز کے جلسہ بحث میں مامور کرانے سے ناکام رہیں تو اس صورت میں ایک اشتہار شایع کر دیں۔ جس میں حلفاً اقرار ہو کہ ہم خود قائمی امن کے ذمہ وار ہیں۔ کوئی شخص حاضرین جلسہ میں سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب اور شرارت کا منہ پر نہیں لائے گا اور نہ آپ توہین اور استخفاف اور استکبار کے کلمات منہ پر لائیں گے۔ بلکہ سراسر عاجزی اور انکسار اور تواضع سے تحریری بحث کریں گے اور اگر کوئی عوام وخواص میں سے کوئی خلاف تہذیب وادب کوئی کلمہ منہ پر لاوے تو فی الفور اس کو مجلس میں سے نکال دیں گے۔ اس صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لئے حاضر ہو سکتا ہے۔ مگر دوسری تمام شرطیں اشتہار ۲؍ اکتوبر کی قایم رہیں گی۔

مطبوعہ مطبع اخبار خیر خواہ ہند دہلے

(۶۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ

انعام

انعام فی حدیث وفی آیت عہ روپے بحالت پوری کرنے شرط کے مولوی سید نذیر حسین صاحب کو دیا جائے گا۔ فقط

اللہ جلشانہ کی قسم دے کر مولوی سیّد محمد نذیر حسین صاحب کی خدمت میں بحث حیات و ممات مسیح ابن مریم کیلئے

اطلاع

آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کیلئے مقرر کریں یا ۱۹ یا ۲۰ اور کل تک تاریخ منظور کردہ کی اشاعت کیلئے اطلاع دیں اور اگر خاموش رہے تو گریز تصور کیجائیگی

درخواست

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار	ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

اے مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب۔ آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ یہ شخص یعنے یہ عاجز دعوی مسیح موعود ہونے میں مخالف قرآن وحدیث بیان کر رہا ہے۔ اور ایک نیا مذہب و نیا عقیدہ نکالا ہے جو سراسر مغائر تعلیم اللہ و رسول اور بہ بداہت باطل ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسٰے علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے اور پھر کسی وقت آسمان پر سے زمین پر تشریف لائیں گے۔ اور ان کا فوت ہو جانا مخالف نصوص قرآنیہ و احادیث صحیحہ ہے۔ سو چونکہ آپ نے مجھے اس دعوے میں مخالف قرآن وحدیث قرار دے دیا ہے جس کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں میں بدظنی کا فتنہ برپا ہو گیا ہے۔ لہذا آپ پر فرض ہے کہ مجھ سے اس بات کا تصفیہ کر لیں کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے میں مَیں نے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے یا آپ ہی چھوڑ

بیٹھے ہیں۔ اور اس قدر تو خود میں مانتا ہوں کہ اگر میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مخالف نصوص بیّنہ قرآن و حدیث ہے اور دراصل حضرت عیسےٰ ابن مریم آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں جو پھر کسی وقت زمین پر اتریں گے تو گو یہ میرا دعویٰ ہزار الہام سے مؤید اور تائید یافتہ ہو اور گو نہ صرف ایک نشان بلکہ لاکھ آسمانی نشان اس کی تائید میں دکھاؤں۔ تاہم وہ سب ہیچ ہیں۔ کیونکہ کوئی امر اور کوئی دعوے اور کوئی نشان مخالف قرآن اور احادیث صحیحہ مرفوعہ ہونے کی حالت میں قابل قبول نہیں۔ اور صرف اس قدر مانتا ہوں بلکہ اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر آپ یا حضرت!! ایک جلسہ بحث مقرر کر کے میری دلائل پیشکردہ جو صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی رو سے بیان کروں گا توڑ دیں اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پر پیش کریں اور آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کردیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور تمام کتابیں جو اس مسئلے کے متعلق تالیف کی ہیں جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلادوں گا اور بذریعہ اخبارات اپنی توبہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔ ولعنۃ اللّٰہ علےٰ کاذب یخفی فی قلبہٖ مایخالف بیان لسانہٖ۔ مگر یہ بھی یاد رکھیئے کہ اگر آپ ہی مغلوب ہو گئے اور کوئی صریحۃ الدلالت آیت اور حدیث صحیح مرفوع متصل پیش نہ کرسکے تو آپ کو بھی اپنے اس انکار شدید سے توبہ کرنی پڑیگی۔ واللّٰہ یحب التوابین۔ اب میں یا حضرت!! آپ کو اس رب جلیل تعالےٰ و تقدس کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کر کے اپنی بے شمار نعمتوں سے ممنون فرمایا کہ اگر آپ کا یہی مذہب ہے کہ قرآن کریم میں مسیح ابن مریم کی زندگی کے بارے میں آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت موجود ہیں اور ان کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ اپنے منطوق سے شہادت دیتی ہیں جن کی وجہ سے آپ کو میرے الہامی دعوے کی نسبت مومنانہ حسن ظن کو الوداع کہہ کر سخت انکار کرنا پڑا تو اس خداوند کریم سے ڈر کر جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی ہے میرے ساتھ اظہارً للحق

بحث کیجئے۔ آپ کو اس بحث میں کچھ بھی تکلیف نہیں ہوگی۔ اگر کوئی عدالت گورنمنٹ برطانیہ کی کسی دنیوی مقدمہ میں آپ سے کسی امر میں اظہار لینا چاہے تو آپ جس قدر عدالت چاہے ایک مبسوط بیان لکھوا سکتے ہیں۔ بلکہ بلا توقف تاریخ مقررہ پر حاضر ہو جائیں گے۔ اور بڑی شدّ و مد سے اظہار دیں گے۔ ماشاء اللہ درس قرآن و حدیث روز جاری ہے۔ آواز بلند ہے طاقتیں قایم ہیں۔ اور آپ کو بوجہ توغل زمانہ دراز کے احادیث نبویہ و قرآن کریم حفظ کی طرح یاد ہیں۔ کوئی محنت اور فکر سوچ کا کام نہیں۔ تو پھر خدائے تعالیٰ کی عدالت سے کیوں نہیں ڈرتے اور سچی شہادت کو کیوں پیٹ میں دبائے بیٹھے ہیں۔ اور کیوں کچھ عذر اور حیلے و بہانے کر رہے ہیں کہ بحث کرنے سے مجبور ہوں۔ شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد المجید میری طرف سے بحث کریں گے۔ حضرت مجھے آپ کا وہ خط[۱] دیکھ کر کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ دوسروں سے کرو، رونا آیا۔ کیسا زمانہ آگیا کہ آجکل کے اکثر علماء فتنہ ڈالنے کے لئے تو آگے اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہیں۔ اگر ایسے نازک وقت میں آپ اپنے وسیع معلومات سے مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے تو کیا وہ معلومات آپ قبر میں لے جائیں گے۔ آپ بقول بٹالوی صاحب شیخ الکل ہیں۔ شیخ الکل ہونے کا دعوےٰ کچھ چھوٹا دعویٰ نہیں۔ گویا آپ سارے جہان کے مقتدا ہیں اور بٹالوی اور عبد المجید جیسے آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اگر بٹالوی صاحب کو ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ ساکت کر دیا جائے تو اس کا کیا اثر ہوگا۔ وہ شیخ الکل تو نہیں۔ غرض دنیا کی آپ پر نظر ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اگر آپ نے اس بارے میں بذات خود بحث نہ کی تو خدا تعالیٰ سے ضرور پوچھے جاؤ گے۔ لب بام کی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ سفر آخرت بہت نزدیک

[۱] خط۔ بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کے خط دیروزہ کا جواب میری طرف سے میرے تلامذہ مولوی عبد المجید صاحب اور مولوی ابو سعید محمد حسین دیں گے۔ آیندہ آپ مجھے اپنے جواب سے معاف رکھیں جو کچھ کہنا ہو انہیں سے کہیں اور ان ہی سے جواب لیں۔ راقم سید محمد نذیر حسین۔ ۲ اکتوبر سنہ ۹۱ء۔

ہے۔ اگر حق کو چھپاؤ گے تو ربِ منتقم کے اخذ شدید سے ہرگز نہیں بچو گے۔ آپ کو بٹالوی شیخ کے منصوبوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ وہ حضرت اس فطرت کے ہی آدمی نہیں کہ جو آپ کو محض للہ بحث کرنے کے لئے صلاح دیویں۔ ہاں ایسے کام ان کو بخوبی آتے ہیں کہ فرضی طور پر ادھر اُدھر مشہور کر دیا اور اپنے دوستوں کو بھی خبریں پہنچا دیں کہ ہم نے فتح پائی۔ ہم سے گریز کی۔ تاریخ مقررہ پر نہ آئے جیسا شعبہ ایمان ہے۔ اگر بٹالوی صاحب کو دیانت اور راست بازی کا کچھ خیال ہوتا تو ایسی دروغ بے فروغ باتیں مشہور نہ کرتے۔ یہ کس قدر مکر و فریب اور چالاکی ہے کہ سراسر بدنیتی سے ایک یک طرفہ اشتہار جاری کر دیا اور محض فرضی طور پر مشتہر کر دیا کہ فلاں تاریخ میں بحث ہوگی۔ اگر نیت نیک ہوتی تو چاہیئے تھا کہ مجھ سے اتفاق کر کے یعنی میری اتفاق رائے سے تاریخ بحث مقرر کی جاتی تا کہ میں اپنے خانگی حفظ امن کے لئے انتظام کر لیتا اور جس تاریخ میں حاضر ہو سکتا اسی تاریخ کو منظور کرتا۔ اور نیز چاہیئے تھا کہ پہلے امر قابل بحث صفائی سے طے ہو لیتا۔ غرض ضروری تھا کہ جیسا کہ مناظرات کے لئے دستور ہے فریقین کی اتفاق رائے اور دونوں فریق کے دستخط ہونے کے بعد اشتہار جاری کیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور یونہی اُڑا دیا گیا کہ جلسہ بحث میں حاضر نہیں ہوئے اور گریز کر گئے۔ اور شیخ الکل صاحب سے ڈر گئے۔ ناظرین سوچ سکتے ہیں کہ یہ عاجز اسی غرض سے تو اپنا وطن چھوڑ کر دہلی میں غربت اور مسافرت کی حالت میں آ بیٹھا ہے تا شیخ الکل صاحب سے بحث کر کے ان کی دیانت و امانت اور ان کی حدیث دانی اور ان کی واقفیت قرآنی لوگوں پر ظاہر کر دیوے تو پھر اُن سے ڈرنے کے کیا معنے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر یہ عاجز شیخ الکل سے ڈر کر ان کی یک طرفہ تجویز کردہ جلسہ بحث میں حاضر نہیں ہوا۔ تو اب شیخ الکل صاحب کیوں بحث سے کنارہ کش ہیں اور کیوں اپنے اس علم اور معرفت پر مطمئن نہیں رہے جس کے جوش سے یک طرفہ جلسہ تجویز کیا گیا تھا۔ ہر یک منصف ان کے پہلے یک طرفہ جلسہ کی اصل حقیقت اسی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ جلسہ صحت نیت پر مبنی تھا اور مکاری اور دھوکہ دہی کا کام نہیں تھا تو ان کا وہ پہلا جوش اب کیوں ٹھنڈا ہو گیا۔ اصل

بات یہ ہے کہ وہ یک طرفہ جلسہ محض شیخ بٹالوی کا ایک فریب حق پوشی کی غرض سے تھا۔ جس کی واقعی حقیقت کھولنے کے لئے اب شیخ الکل صاحب کو بحث کے لئے بُلایا جاتا ہے یک طرفہ جلسہ میں حاضر ہونا اگرچہ میرے پر فرض نہ تھا کیونکہ میری اتفاق رائے سے وہ جلسہ قرار نہ پایا تھا۔ اور میری طرف سے ایک خاص تاریخ میں حاضر ہونے کا وعدہ بھی نہ تھا مگر پھر بھی میں نے حاضر ہونے کے لئے طیاری کر لی تھی۔ لیکن عوام کے مفسدانہ حملوں نے جو ایک ناگہانی طور پر کئے گئے۔ اس دن حاضر ہونے سے مجھے روک دیا۔ صدہا لوگ۔ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت میں مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہوگیا کہ میں ان کی وحشیانہ حالت دیکھ کر اوپر کے زنانے مکان میں چلا گیا۔ آخر وہ اسی طرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہانتک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔ اور ایک جماعت کثیر نیچے اور گلی میں کھڑی تھی۔ جو گالیاں دیتے تھے اور بڑے جوش سے بدزبانی کا بخار نکالتے تھے۔ بڑی مشکل سے خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان سے رہائی پائی اور سخت مدافعت کے بعد یہ بلا دفع ہوئی۔

اب ہر ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ اس بلوہ عوام کی حالت میں کیونکر میں گھر کو اکیلا چھوڑ کر جلسۂ بحث میں حاضر ہو سکتا تھا۔ اب انصاف اور غور کا مقام ہے کہ میرے جیسے مسافر کی دہلی والوں کو ایسی حالت میں ہمدردی کرنی چاہیئے تھی نہ یہ کہ ایک طرف عوام کو ورغلا کر اور ان کو جوش وہ تقریریں سُنا کر میرے گھر کے اردگرد کھڑا کر دیا۔ اور دوسری طرف مجھے بحث کے لئے بُلایا اور پھر نہ آنے پر جو موانع مذکورہ کی وجہ سے تھا شور مچا دیا کہ وہ گریز کر گئے اور ہم نے فتح پائی۔ یہ کیسی اوباشانہ چال ہے۔ کیا یہ انسانیت ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے فتح پائی۔ کیا یہ مُرغوں اور بٹیروں کی لڑائی تھی یا اظہار حق کے لئے بحث تھی۔ اگر ایمانداری پر اس جلسہ کی بنا ہوتی تو عذر معقول سُنکر خود دوسری تاریخ بحث مقرر کرنے کے لئے راضی ہو جاتے۔

اور میں نے اسی روز یہ بھی سنا کہ راہ میں بھی امن نہ تھا اور مقام تجویز کردہ بحث میں عوام کی حالت قابل اطمینان نہ تھی اور عین جلسہ میں مخالفانہ باتیں تہمت اور بہتان کے طور پر عوام کو سنا کر اُن کو بھڑکایا جارہا تھا۔ لیکن سب سے بڑھ کر جو بچشم خود صورت فساد دیکھی گئی وہ یہی تھی جو ابھی میں نے بیان کی ہے۔ اگر مولوی نذیر حسین صاحب کو یہ بلا پیش آتی تو کیا ان کی نسبت یہ کہنا جائز ہوتا کہ وہ بحث سے کنارہ کر گئے جس حالت میں یہ واقعات ایسے ہیں تو پھر کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ اس غیر حاضری کو گریز پر حمل کیا جائے۔ اے حضرت خدا تعالیٰ سے ڈریں اور خلاف واقعہ منصوبوں کو فتحیابی کے پیرایہ میں مشہور نہ کریں اب میں بفضلہ تعالیٰ اپنی حفاظت کا انتظام کر چکا ہوں اور بحث کے لئے طیار بیٹھا ہوں مصائب سفر اٹھا کر اور دہلی والوں سے ہر روز گالیوں اور لعن طعن کی برداشت کر کے محض آپ سے بحث کرنے کے لئے اے شیخ الکل صاحب بیٹھا ہوں۔ یہ عذر کوئی عقلمند قبول نہیں کرے گا کہ آپ کے یک طرفہ جلسہ میں عاجز حاضر نہ ہو سکا۔ اگر آپ حق پر ہیں اور آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ درحقیقت قرآن کریم کی آیات صریحہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانا متحقق اور ثابت شدہ امر ہے تو ایسی رکیک باتوں کا فتح نام رکھنا سخت نامردی ہے۔ بسم اللہ آئیے اور اپنا وہ عجیب ثبوت دکھلائیے۔ اگر آپ ایسے وقت میں جو تمام ملک ہند میں میری طرف سے بدلائل شافیہ یہ اشاعت ہو گئی ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری اُٹھائے جانا قرآن و حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فوت ہو چکا ہے اور جو شخص ان کی جسمانی دنیوی زندگی کا مدعی ہے وہ جھوٹا و کذاب ہے، میدان میں آکر حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی دنیوی زندگی کا ثبوت نہیں دیں گے۔ تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں اور شیخ الکل کیوں اپنے شاگردوں سے کہلاتے ہیں حضرت بحث کرنے کے لئے باہر تشریف لائیے کہ میں بحث کے لئے تیار ہوں۔ آپ کیوں مقتدا اور شیخ الکل

ہونے کی حالت میں بحث کرنے سے کنارہ کرتے اور حق الامر کو چھپاتے ہیں اور حق کو اس کے ظہور سے روکتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حق کھل جائے۔ آپ کو ڈرنا چاہیئے۔ یصدون عن سبیل اللہ کا مصداق نہ ہو جائیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ کے مقابل آنے سے حق کھلتا ہے اور آپ کوٹھری میں چھپے بیٹھے ہیں تو پھر آپ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق ہوئے یا کچھ اور ہوئے۔ پس آپ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور بحث کے میدان میں آکر یہ کوشش کریں کہ حق کھل جائے اور گریز اور فرار اختیار نہ کریں یا یصدون عن سبیل اللہ کا مصداق نہ بن جائیں اور میں تو یا حضرت؟!! اس عظیم الشان بحث کے لئے حاضر ہوں اور ہرگز تخلف نہ کروں گا۔ لعنۃ اللہ علیٰ من تخلف وصد عن سبیل اللہ۔ **اب میں یا حضرت؟!!** پھر اللہ جلشانہ کی آپ کو قسم دے کر اس بحث کے لئے بلاتا ہوں جس جگہ چاہیں حاضر ہو جاؤں۔ مگر تحریری بحث ہوگی تا کسی محرّف کو تحریف کی گنجائش نہ ہو۔ اور ملک ہند کے تمام اہل نظر کو رائے کرنے کے لئے وہی تحریرات یقینی ذریعہ مل جائے۔ آپ یقیناً یاد رکھیں کہ یہ آپ کی جھوٹی خوشی ہے اور یہ آپ کو غلط خیال ہے کہ یقینی اور قطعی طور پر مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے۔ جس دن بحث کے لئے آپ میرے سامنے آئیں گے اس دن تمام یہ خوشی رنج کے ساتھ تبدیل ہو جائے گی۔ اور سخت رسوائی سے آپ کو اس قول سے رجوع کرنا پڑے گا کہ درحقیقت آیات بیّنہ صریحہ وقطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ سے حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی زندگی ثابت ہے۔ اگرچہ آپ درس قرآن وحدیث میں ریش وبروت سفید کر بیٹھے ہیں۔ مگر حقیقت تک آپ کو کسی استاد نے نہیں پہنچایا اور مغز قال اللہ اور قال الرسول سے دور و مہجور و بے نصیب محض ہیں۔ آپ کو شرم کرنی چاہیئے کہ شیخ الکل ہونے کا دعویٰ اور پھر اس فضیحت کی غلطی کہ آپ یقین رکھتے ہیں کہ ایسی آیات صریحۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ موجود ہیں جن سے مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر جانا

ثابت ہوتا ہے۔ شاید ایسی حدیثیں آپ کی کوٹھری میں بند ہوں گی جو اب تک کسی پر ظاہر نہیں ہوئیں۔ اگر آپ کو کچھ شرم ہے تو اب بلا توقف بحث کے لئے میدان میں آجائیں تا سیہ رُو شود ہر کہ در وغش باشد۔ اگر آپ اس مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے نہ آئے اور مفسد طبع ملانوں پر بھروسہ رکھ کر کوٹھری میں چھپ گئے تو یاد رکھو کہ تمام ہندوستان و پنجاب میں ذلت اور بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہو جائیں گے اور شیخ الکل ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ میں متعجب ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ قرائن سے اس بات کا یقین آتا ہے کہ آپ نے ہی ایک بدزبان بٹالوی فطرت کے بگڑے ہوئے شیخ کو در پردہ سمجھا رکھا ہے کہ مساجد اور مجالس میں اور نیز آپ کے مکان پر علانیہ اس عاجز کو گالیاں دیا کرے۔ چنانچہ اس نیک بخت کا یہی کام ہے کہ آپ کو تو ہر جگہ شیخ الکل کہہ کر دوسروں کی ہجو ملیح کرتا ہے اور اس عاجز کو جابجا شیطان دجّال بے ایمان کافر کے نام سے یاد کرتا ہے مگر درحقیقت یہ گالیاں اس کی طرف سے نہیں آپ کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ اگر ذرہ سی بھی دھمکی آپ کی طرف سے ملتی تو وہ دم بخود رہ جاتا۔ بلکہ میں نے سُنا ہے کہ آپ اس شخص کے مخالف نہیں بلکہ ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشتی جو اس تحریر میں استعمال کی گئی ہے وہ درحقیقت آپ ہی کے اس شاگرد رشید کی مہربانی ہے۔ اور پھر بھی میں نے کما تُدِین تُدَان پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ سفہاء کی طرح سبّ و شتم میری فطرت کے مخالف ہے یہ شیوہ آپ اور آپ کے شاگردوں کے لئے ہی موزون ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ جوش نفس سے محفوظ ہوں۔ میرے ہر ایک لفظ کی صحتِ نیّت پر بناء ہے۔ آپ کے جگانے کے لئے کسی قدر بلند آواز کی ضرورت پڑی۔ ورنہ مجھے آپ لوگوں کی گالیوں پر نظر نہیں۔ کُلٌّ یَعمَلُ علٰی شَاکِلَتِہٖ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الھُدٰی ۔

بالآخر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سُن کر اللہ جلّشانہٗ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ یہ

دلائل صحیح نہیں ہیں۔ اور صحیح اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح دلالت سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہیں۔ اور میرا عقیدہ یہی ہے۔ تب میں آپ کی اس گستاخی اور حق پوشی اور بددیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کے لئے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال کروں گا۔ اور چونکہ میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے کہ ادعونی استجب لکم اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقویٰ کا طریق چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے اور آیت لاتقف مالیس لک بہ علم کو نظر انداز کریں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لئے بطور نشان کے ہو جائیگا لہذا مناسب ہوں کہ اگر بحث سے کنارہ ہے تو اسی طور سے فیصلہ کر لیجئے تا وہ لوگ جو نشان نشان کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھا دیوے۔ وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۞

حلفی اقرار دربارہ ادائے پچیس روپیہ عہ فی حدیث اور فی آیت بالآخر مولوی سید نذیر حسین صاحب کو یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں جو حضرت مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت و احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ مجلس مباحثہ میں پیش کر دیں اور جیسا کہ ایک امر کو عقیدہ قرار دینے کے لئے ضروری ہے یقینی اور قطعی ثبوت صعود جسمانی مسیح ابن مریم کا جلسہ عام میں اپنی زبان مبارک سے بیان فرما دیں تو میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ فی آیت و فی حدیث پچیس ۲۵ روپیہ اُن کی نذر کروں گا ۞

النّاصح المشفق المشتہر المعلن مرزا غلام احمد قادیانی

۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء (مطبوعہ مطبع جوہر ہند دہلی)

(یہ اشتہار ۲۲×۱۸ ۲ کے ۲ صفحوں پر ہے)

(۶۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلے علےٰ رسولہ الکریم

تقریر واجب الاعلان متعلق ان حالات و واقعات کے جو مولوی سید نذیر حسین صاحب ملقب بہ شیخ الکل سے جلسہ بحث ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ظہور میں آئی

حضرت شیخ الکل صاحب جلسہ بحث ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر تو ہوئے مگر اپنی خوشی سے نہیں بلکہ اس غیرت دلانے والے اشتہار[ف] کی وجہ سے جو میری طرف سے ۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شایع کیا گیا تھا۔ جس میں بالفاظ دیگر یہ بھی بیان تھا کہ اگر یہ عاجز یا شیخ الکل صاحب یعنی کوئی ہم دونوں میں سے جلسہ بحث میں حاضر ہونے سے تخلف کرے۔ تو اس پر بوجہ حق پوشی و صدّ عن سبیل اللہ و اخفائے شہادت خدائے تعالےٰ کی لعنت ہو۔ سو اس مجبوری سے ان کو بہر حال حاضر ہونا پڑا۔ تا وہ اپنے تئیں اس داغ ملامت سے بچالیں جو در صورت غیر حاضری ان کے چہرہ مشیخت پر لگتا تھا۔ مگر جلسہ بحث کے منصف اور معزز حاضرین خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ شیخ الکل صاحب اس داغ سے بچ نہیں سکے۔ کیونکہ ان کا فقط حاضر ہونا اس داغ سے محفوظ رہنے کے لئے کافی نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی تو ضرور تھا کہ وہ اصل مقصد حاضری کو جو مباحثہ تھا نیک نیتی

ف: یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۲۴۱ پر ہے (المرتب)

کے ساتھ مدنظر رکھ کر بلا توقف اظہاراً للحق مسئلہ وفات و حیات مسیح میں اس عاجز سے بحث کرتے اور حاضرین کو جو شوق سے آئے تھے دکھلاتے کہ حیات مسیح ابن مریم پر کونسے قطعی اور یقینی دلائل ان کے پاس موجود ہیں اور نیز براہین وفات مسیح کے بارے میں کیا کیا تسلی بخش جوابات ان کے پاس ہیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ اس کا یہی باعث تھا کہ وہ تہیدست محض تھا۔ جس حال میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ میں حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے بارے میں ایک ذرہ یقینی اور قطعی ثبوت نہیں ملتا اور وفات مسیح پر اس قدر ثبوت قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں موجود ہیں جو چمکتے ہوئے نُور کی طرح دل کو تسلی اور اطمینان کی روشنی بخشتے ہیں۔ پھر حضرت شیخ الکل صاحب حیات مسیح ابن مریم پر کونسی دلیل لاتے اور کہاں سے لاتے۔ پس یہی وجہ تھی کہ وہ ایسے چُپ ہوئے کہ گویا قالب میں جان نہیں یا جسم میں دم نہیں۔ اس نازک وقت میں جب اُن سے دمبدم یہ مطالبہ ہو رہا تھا کہ اگر آپ یہ عقیدہ مسیح کی حیات جسمانی کا درحقیقت صحیح اور یقینی اور آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کر دیں تو ہم اس ایک ہی ثبوت سے تمام دعویٰ چھوڑ دیتے ہیں۔ آیئے وہ ثبوت پیش کیجئے۔ شیخ الکل کی وہ حالت محسوس ہوتی تھی کہ گویا اس وقت جان کندن کی حالت ان پر طاری تھی۔ اس جلسہ میں تخمیناً پانچ ہزار سے کچھ زیادہ آدمی ہوں گے اور شہر کے معزز اور رئیس بھی موجود تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے امن قایم رکھنے کے لئے ایسا احسن انتظام ہو گیا تھا کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس یورپین مع انسپکٹر صاحب اور ایک کافی جماعت پولیس کے موقعہ جلسہ پر جو جامع مسجد دلی تھی، تشریف لے آئے تھے اور ہر ایک طور اور پہلو سے حفظ امن کے مراتب اپنے ہاتھ میں لے کر اس بات کے منتظر تھے کہ اب فریقین تہذیب اور شائستگی سے بحث شروع کریں۔ اس وقت تاکیداً و اتماماً للحجۃ حضرت شیخ الکل صاحب کی خدمت میں جو ایک گوشہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے یہ رقعہ بھیجا کہ میں موجود ہوں۔ اب آپ جیسا

کہ اشتہار ۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء[۱] میں میری طرف سے شائع ہو چکا ہے، حیات و وفات مسیح کے بارے میں مجھ سے بحث کریں اور اگر بحث سے عاجز ہیں تو حسب منشاء اشتہار مذکورہ بدیں مضمون قسم کھالیں کہ میرے نزدیک مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھایا جانا قرآن اور حدیث کے نصوص صریحہ قطعیہ بیّنہ سے ثابت ہے تو پھر آپ بعد اس قسم کے اگر ایک سال تک اس حلف دروغی کے اثر بد سے محفوظ رہے تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتابیں جلا دُوں گا۔ لیکن شیخ الکل صاحب نے ان دونوں طریقوں میں سے کسی طریق کو منظور نہ کیا۔ ہر چند اس طرف سے بار بار یہی درخواست تھی کہ آپ بحث کیجئے یا حسب شرائط اشتہار قسم ہی کھائیے تا اہل حق کے لئے خدا تعالےٰ کوئی نشان ظاہر کرے۔ مگر شیخ الکل صاحب کی طرف سے گریز تھی اور آخر انہوں نے اس غرق ہونے والے آدمی کی طرح جو بچنے کی طمع خام سے گھاس پات کو ہاتھ مارتا ہے یہ حیلہ و بہانہ بوساطت اپنے بعض وکلاء کے صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں جو اسی کام کے لئے فریقین کے درمیان کھڑے تھے پیش کیا کہ یہ شخص عقائد اسلام سے منحرف ہے۔ معجزات کو نہیں مانتا۔ لیلۃ القدر کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور معراج اور وجود ملائکہ سے منکر ہے۔ اور پھر نبوت کا بھی مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے۔ پس جب تک یہ شخص اپنے عقائد کا ہم سے تصفیہ نہ کرے ہم وفات و حیات مسیح کے بارے میں ہرگز بحث نہ کرینگے یہ تو کافر ہے۔ کیا کافروں سے بحث کریں۔ اس وقت میری طرف سے رُوبرو صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کو یہ جواب ملا کہ یہ سب باتیں سراسر افتراء ہیں۔ مجھے ان تمام عقائد میں سے کسی کا بھی انکار نہیں۔ ہاں اصل عقائد کو مسلم رکھ کر بعض نکات و معارف ارباب کشف کے طور پر کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں لکھے ہیں جو اصل عقائد سے معارض نہیں ہیں۔ اگر فریق مخالف اپنی کوتہ فہمی اور بدنیتی سے انہیں متصوفانہ اسرار اور

---

[۱] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۲۴۱ پر ہے (المرتب)

الہامی نکات و معارف کو خلاف عقائد اہلسنت خیال کرتے ہیں تو یہ خود ان کا قصور فہم ہے۔ میری طرف سے کوئی اختلاف نہیں۔ اور میں یہ وعدہ بھی کرتا ہوں کہ عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ ایک رسالہ مستقلہ ان کی تفہیم و تلقین کی غرض سے اس بارے میں شائع کروں گا تا پبلک خود فیصلہ کر لے کہ کیا ان عقائد میں اہلسنّت والجماعت کے عقائد سے میں نے علیحدگی اختیار کی ہے یا درحقیقت بہت سے لطائف اسرار کے ساتھ وہی عقائد اہلسنّت ہیں۔ کوئی دوسرا امر نہیں۔ صرف معترضین کی آنکھوں پر غبار ہے۔ جو خویش کو اجنبی کی صورت پر دیکھتے ہیں اور موافق کلی کو مغائر کلی خیال کرتے ہیں۔ اور بار بار یہ بھی کہا گیا کہ جس حالت میں مَیں نے اشتہار بھی شائع کر دیا ہے کہ ان عقائد سے انکار کرنا میرا مذہب نہیں ہے بلکہ منکر کو میں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ تو پھر میں ان عقائد مسلّمہ میں بحث کیا کروں۔ بحث تو اختلاف کی حالت میں ہوتی ہے نہ اتفاق کی حالت میں۔ سو تم مسلمات فریقین میں خواہ مخواہ کی گفتگو نہ کرو۔ اس بات میں بحث کرو جس میں مجھے تمہارے عقیدہ موجودہ سے مخالفت ہے۔ یعنی صعود و نزول مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری میں۔ لیکن حضرت شیخ الکل صاحب اپنی اس ضد سے باز نہ آئے اور بحث حیات و وفات مسیح سے صاف صاف انکار کرتے رہے۔ آخر ان کی اس ضد اور اصرار سے فہیم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت کے پاس حیات جسمانی حضرت مسیح ابن مریم پر کوئی دلیل نہیں اور نہ وہ دلائل وفات ابن مریم کو ردّ کر سکتے ہیں۔ اور رعب حق کی وجہ سے حسب شرائط اشتہار قسم کھانے کے لئے بھی جرأت نہیں۔ تب صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس کشمکش سے تنگ آ کر اور لوگوں کی ایک وحشیانہ حالت اور نیز کثرت عوام دیکھ کر خیال کیا کہ اب بہت دیر تک انتظار کرنا اچھا نہیں۔ لہٰذا عوام کی جماعت کو متفرق کرنے کے لئے حکم سُنا دیا گیا کہ چلے جاؤ۔ بحث نہیں ہو گی۔ یہ وہ واقعات ہیں جو صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولس، اور نیز ان کے معزز ماتحت انسپکٹر صاحب خود درمیان

میں کھڑے ہو کر سُن چکے ہیں۔ اس جلسۂ بحث میں خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس و وکیل و آنریری مجسٹریٹ علی گڑھ بھی موجود تھے۔ اور یہ ایک حُسن اتفاق تھا کہ ایسا ثقہ آدمی اس جلسہ میں شامل ہو گیا۔ غرض خواجہ صاحب نے بھی فریق ثانی کے بیہودہ عذرات سُنکر میری طرف توجہ کی اور کہا کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ برخلاف عقیدہ اہلسنت والجماعت لیلۃ القدر اور معجزات اور ملایک اور معراج وغیرہ سے منکر اور نبوت کے مدعی ہیں۔ میں نے کہا یہ سراسر میرے پر افترا ہے۔ میں ان سب باتوں کا قائل ہوں۔ اور ان لوگوں نے میری کتابوں کا منشا نہیں سمجھا۔ اور غلط فہمی سے مجھ کو مُنکر عقاید اہل سنّت کا قرار دے دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ اگر فی الحقیقت یہی بات ہے تو مجھے ایک پرچہ پر یہ سب باتیں لکھ دیں۔ میں ابھی صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اور نیز پبلک کو سُنا دُوں گا۔ اور ایک نقل اس کی علیگڈھ بھی لے جاؤں گا۔ تب میں نے مفصل طور پر اس بارے میں ایک پرچہ لکھ دیا جو بطور نوٹ درج ذیل ہے۔ اور خواجہ صاحب نے وہ تمام مضمون صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلند آواز سُنایا اور تمام معزز حاضرین نے جو نزدیک تھے سُن لیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی

واضح ہو کہ اختلافی مسئلہ جس پر میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ صرف یہی ہے کہ یہ دعویٰ جو حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ میرے نزدیک ثابت نہیں ہے اور نصوص قرآنیہ وحدیثیہ سے ایک بھی آیت صریحۃ الدلالۃ اور قطعیۃ الدلالت یا ایک بھی حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں مل سکتی جس سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہو سکے بلکہ جا بجا قرآن کریم کی آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور میں اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب حیات مسیح علیہ السلام کی آیات صریحۃ الدلالۃ

اور قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کردیں تو میں دوسرے دعویٰ مسیح موعود ہونے سے خود دست بردار ہو جاؤں گا اور مولوی صاحب کے سامنے توبہ کروں گا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتابیں جلادوں گا اور دوسرے الزامات جو میرے پہ لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے۔ جو دیگر اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام سے جو اعتراض نکالے گئے ہیں۔ یہ نکتہ چینیوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ بدفہمی سے بعض کوتہ فہم لوگوں نے سمجھ لیا ہے ان اوہام کے ازالہ کے لئے عنقریب ایک مستقل رسالہ تالیف کر کے شایع کروں گا۔ غرض میری نسبت جو بجز میرے دعویٰ وفات مسیح اور مثیل مسیح ہونے کے اور اعتراض تراشے گئے ہیں وہ سب غلط اور ہیچ اور صرف غلط فہمی کی وجہ سے کئے گئے ہیں ؂

پھر بعد اس کے خواجہ صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ جب کہ ان عقاید میں درحقیقت کوئی نزاع نہیں۔ فریقین بالاتفاق مانتے ہیں تو پھر ان میں بحث کیونکر ہو سکتی ہے۔ بحث کے لایق وہ مسئلہ ہے جس میں فریقین اختلاف رکھتے ہیں۔ یعنی وفات و حیات مسیح کا مسئلہ جس کے طے ہونے سے سارا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بصورت ثبوت حیات مسیح مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سب ساتھ ہی باطل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی بار بار اس عاجز کا نام لے کر کہا کہ انہوں نے خود وعدہ کر لیا ہے کہ اگر نصوص بینہ قطعیہ قرآن و

حدیث سے حیات مسیح ثابت ہو گئی تو میں مسیح موعود کا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔ لیکن باوجود اس کے کہ خواجہ صاحب نے اس بات کے لئے بہت زور لگایا کہ فریق مخالف ضد اور تعصب کو چھوڑ کر مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث شروع کر دیں۔ مگر وہ تمام مغز خراشی بے فائدہ تھی۔* لہٰذا انہوں نے صاف انکار کر دیا اور حاضرین کے دل ٹوٹ گئے۔ میں نے سُنا ہے کہ ایک شخص بڑے درد سے کہہ رہا تھا کہ آج شیخ الکل نے دہلی کی عزت کو خاک میں ملا دیا اور ہمیں خجالت کے دریا میں ڈبو دیا۔ بعض کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا یہ مولوی سچ پر ہوتا تو اس شخص سے ضرور بحث کرتا۔ لیکن جاہل اور نادان لوگ جو دُور کھڑے تھے وہ کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے بلکہ تعصب کی آگ میں جلے جاتے تھے۔ شیخ الکل صاحب کے ان معتقدین کو جو دُور رہنے والے خاص کر جو پنجابی ہیں بڑا تعجب ہو گیا کہ یہ کیا ہوا۔ اور کیوں شیخ الکل نے ایسے ضروری وقت میں بحث سے انکار کر دیا اور بزدلی اختیار کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حق پر نہیں تھے اور قرآن کریم ان کو اپنے پاس آنے سے دھکے دیتا تھا اور احادیث صحیحہ دُور سے کہتی تھیں کہ اس طرف مت دیکھ۔ ہماری خوانِ نعمت میں تیرے لئے کچھ نہیں۔ سو بوجہ اس کے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں تھی۔ اور نہ اس طرف کے دلائل کا ان کے پاس کوئی کافی جواب تھا۔ اس لئے وہ عاجز ہو کر کالمیت ہو گئے۔ اور ان پر یہ خوف غالب آگیا کہ اگر میں بحث کروں گا۔ تو سخت رسوائی میری ہو گی۔ اور تمام رونق شیخ الکل ہونے کی ایک ہی دفعہ جاتی رہے گی اور زندگی مرنے سے بدتر ہو جائے گی۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر فی الحقیقت ایسی ہی حالت تھی تو پھر شیخ الکل نے جلسہ بحث میں صاف صاف کیوں نہ کہدیا کہ میں غلطی پر تھا۔ اب میں نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ اگر حقیقی تقویٰ شامل حال ہوتا اور خدا تعالیٰ کا کچھ خوف ہوتا تو بے شک وہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ اپنی غلطی کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ

* شیخ الکل صاحب کی اس بحث کی طرف آنے سے جان جاتی تھی۔

کو خوش کرتے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے اور ننگ اور ناموس اور پندار اور عُجب اور تکبر کا زنگ اس کے رگ و ریشہ میں رچ جاتا ہے تو پھر صرف حق پوشی کیا۔ بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر افعال ناشائستہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ غرض علماء کے لئے مشہور کردہ رائے سے رجوع کرنا اشد من الموت ہے اور اسی وجہ سے شیخ الکل صاحب شہادت حقہ کے ادا کرنے کے لئے توفیق نہ پاسکے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ شیخ الکل صاحب نے اپنی اس پیرانہ سالی کی عمر میں شہادت حقہ کا اخفاء کرکے اپنی سوء خاتمہ کی ذرہ پرواہ نہ کی۔ ان کا یہ فرض تھا کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اس شہادت کو ادا کر دیتے کہ کیا قرآن اور حدیث کے نصوص بیّنہ سے قطعی اور یقینی طور پر مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت ہوتی ہے یا اس کے مخالف ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی اس شہادت کو جو اُن سے محض للہ طلب کی گئی تھی کیوں چھپایا۔ کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ اللہ جلشانہ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ الآیہ یعنے جو لوگ خدا تعالیٰ کی ان کھُلی کھُلی تعلیمات اور ہدایتوں کو لوگوں پر پوشیدہ رکھتے ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ اُن پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے اور نیز اس کے بندوں کی بھی لعنت +

اب اے ناظرین میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی کا قرآن اور حدیث میں ایک ذرہ نشان نہیں ملتا۔ لیکن ان کی وفات پر کھُلے کھُلے نشان اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ موجود ہیں۔ اور اگر ان کی وفات کی نسبت قرآن اور حدیث میں کچھ ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی اس وجہ سے کہ حیات ثابت نہیں کی گئی ان کی وفات ہی ثابت ہوتی۔ قرآن کریم میں بہتیرے ایسے نبیوں کا ذکر ہے

جن کی وفات کا کچھ حال بیان نہیں کیا گیا کہ آخر وہ مرے یا کیا ہوئے۔ لیکن محض اس خیال سے کہ ان کی وفات کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ہے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ وہ زندہ ہیں۔ وفات انسان اور ہر ایک حیوان کے لئے ایک اصلی اور طبعی امر ہے جس کے ثبوت دینے کے لئے درحقیقت کچھ بھی ضرورت نہیں۔ جو شخص کئی سو برس سے مفقود الخبر ہو۔ وہ قوانین عدالت کی رُو سے مُردوں میں شمار کیا جائے گا گو اس کو مرتے ہوئے کسی نے بھی نہ دیکھا ہو لیکن حیات خارق عادت ایک استدلالی امر ہے جو اپنے ثبوت کے لئے دلیل کا محتاج ہے۔ یعنی جب تک کسی مفقود الخبر غائب از نظر کی ایسی لمبی عمر جو طبعی عمر سے صد ہا گونہ زیادہ ہے۔ دلائل یقینیہ سے ثابت نہ کی جائے تب تک کوئی عدالت اس بیان کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ وہ زندہ ہے۔ اس تقریر سے اس جگہ میری غرض صرف اس قدر ہے کہ جو شخص حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی خارق عادت کا دعویٰ کرتا ہے۔ بار ثبوت اسی پر ہے اور اسی کا یہ فرض ہے کہ آیات قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے منطوق سے اس دعویٰ کو ثابت کرے اور اگر یہ دعویٰ ثابت نہ ہو تو اس کا عدم ثبوت ہی وفات کے لئے کافی دلیل ہے کیونکہ وفات ایک طبعی امر ہے جو عمر طبعی کے بعد ہر ایک متنفس کے لئے ضروری ہے۔ لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان وہموں کی بیخ کنی کرنے کے لئے مسیح ابن مریم کی وفات کو شافی بیان کے ساتھ ظاہر فرما دیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آخری زمانہ کے فتنوں میں سے ایک یہ بھی فتنہ ہوگا کہ ایک عاجز بندہ مسیح ابن مریم اخیر زمانہ تک زندہ رہنے والا قرار دیا جاوے گا۔ سو اُس نے مسیح کی وفات کو ایسے صاف طور سے بیان کیا ہے کہ ہر ایک وہم کی جڑ کاٹ دی۔ ہماری کتاب ازالہ اوہام کو دیکھو اور ان تمام دلائل کو غور سے پڑھو جو مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے میں ہیں ✦

ان تمام واقعات سے جو ہم نے اس اشتہار میں ظاہر کئے ہیں، منصف مزاج لوگ بخوبی مطمئن ہو سکتے ہیں کہ شیخ الکل صاحب نے اس عاجز کے مقابلہ پر وہ طریق اختیار نہیں

کیا جو ایسے موقع پر ایک متقی پارسا طبع کو کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ اپنے زعم میں کل اکابر اور ائمہ کے مقتدا بن کر اور شیخ العرب والعجم کہلا کر پھر اظہار حق سے ایسا منہ چھپایا کہ ایک ادنیٰ طبع کا مومن بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ اور ہرگز نہ چاہا کہ سیدھے ہو کر بحث کریں۔ میں نے اپنے ہر ایک اشتہار میں شیخ الکل صاحب کو مخاطب کیا اور انہیں کی مشیخت آزمانے کے لئے دہلی تک پہنچا۔ اور اپنے وطن کو چھوڑ کر اور تکالیف و مصائب غربت اُٹھا کر اس شہر میں آ ٹھہرا۔ کوئی منصف مجھے سمجھا دے کہ میرے مقابلہ پر شیخ الکل صاحب نے کیا کیا۔ ہاں ایک یکطرفہ جلسہ مقرر کر کے یہ چال تو ضرور چلے کہ ایک طرف ناگہانی طور پر مجھے بلایا۔ اور دوسری طرف دہلی کے سفہاء اور اوباشوں کو بے اصل بہتانوں سے ورغلا کر اسی دن میرے گھر کے گرداگرد جمع کر دیا۔ اور صدہا بدسرشت لوگوں کے دلوں میں جوش ڈال دیا جس سے وہ دلیری سے کوہستانی غازیوں کی طرح مارنے کے لئے مستعد ہو گئے اور مجھے باہر قدم رکھنے کی بھی گنجائش باقی نہ رہنے دی بلکہ زنانہ مکان کے کواڑ توڑنے لگے اور بعض وحشی خونخوار زنانہ مکان میں گھس آئے اور پھر اس مجبوری کی وجہ سے جو میں اس پہلے جلسہ یکطرفہ میں حاضر نہ ہو سکا تو عام طور پر شائع کر دیا کہ ہم نے فتح پائی۔ ناظرین خود سوچ لیں کہ یہ کیسا کام تھا اور کن لوگوں سے ایسے کام ہوا کرتے ہیں۔

پھر دوسری چال یہ چلے کہ جب انہیں خوب معلوم ہو گیا کہ وہ حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی کا ثبوت ہرگز دے نہیں سکتے۔ اور اگر اس بحث کے لئے مقابلہ پر آتے ہیں تو سخت رسوائی ہوتی ہے تو انہوں نے بعض زبان دراز شاگردوں کو جن میں صرف نقالوں کی طرح تمسخر کا مادہ ہے۔ بیہودہ اشتہارات کے جاری کرنے اور وقت کے ٹالنے کے لئے کھڑا کر دیا۔ گویا حضرت نے اس تدبیر سے ان تلامیذ کو اپنا فدیہ دے کر اپنی جان چھڑانے کا ارادہ کیا۔ لیکن منصفین سوچ سکتے ہیں کہ اُن دھوکہ دہ اشتہاروں میں مطلب کی بات کونسی لکھی گئی۔ یا اس بات کا کیا جواب دیا گیا کہ کیوں شیخ الکل صاحب اتنا بڑا موٹا نام

رکھو اگر اس ضروری بحث سے گریز کرتے ہیں اور کونسی ایسی آفت اُن پر نازل ہے جو ان کو بحث کرنے سے روکتی ہے۔ شیخ الکل صاحب کی ان کارروائیوں سے ہر ایک عقلمند ان کی دیانت و امانت و حق پرستی و دینداری و ہمدردی اسلام کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اگر وہ مثلاً اس بیان کے ادا کرنے کے لئے عدالت میں بُلائے جاتے اور حکماً پوچھا جاتا کہ سچ کہو تمہارے پاس حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی حیات اور جسمانی صعود و نزول پر کیا کیا قطعی دلائل قرآن اور حدیث کی رو سے موجود ہیں جو عقیدہ قرار دینے کے لئے کافی ہوں۔ تو کیا شیخ الکل صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوتے اور اپنا بیان نہ لکھواتے؟ پھر خدا تعالےٰ کی عدالت سے کیوں نہ ڈرے۔ ایک دن مرنا ہے یا نہیں؟ غضب کی بات ہے کہ نام شیخ الکل اور کرتوت یہ۔ اے شیخ الکل! بھلا آپ انصافاً فرما دیں کہ آپ اس جُرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں کہ آپ نے کتاب اللہ کے اس حکم کو چھپایا جس کے ظاہر کرنے کے لئے تاکید کی گئی تھی۔ اگر مثلاً عدالت برطانیہ سے اسی امر کے دریافت کے لئے آپ کے نام سمن جاری ہوتا اور درحالت اخفائے شہادت قانونی سزا کی دھمکی بھی دی جاتی تو کیا آپ اپنا بیان لکھوانے سے انکار کرتے یا یہ کہتے کہ میں نہیں جاؤں گا۔ بٹالوی شیخ کو لے جاؤ یا مولوی عبدالمجید کی شہادت قلمبند کر لو۔ آپ کو عدالت ربانی سے کیوں اس قدر استغنا ہے۔ ہم تو آپ کے مُنہ کو دیکھتے دیکھتے تھک بھی گئے۔ آپ ۲۰ ؍اکتوبر کے جلسہ میں بھی آئے تو کیا خاک آئے۔ آتے ہی بحث سے انکار کر دیا اور حسب منشا اشتہار قسم کھانے سے گریز کی اور اخفار شہادت کا کبیرہ گناہ ناحق اپنے ذمہ لے لیا۔ اشتہار ۱۳ ؍ربیع الاول میں جو آپ کی طرف سے جاری ہوا ہے۔ جو اس کی خوب تعریف لکھی ہے کہ بدیں پیرانہ سالی تمام قویٰ نہایت عمدہ ہیں اور ہاتھ پیروں کی قوت اور آنکھوں کی بینائی قابل تعریف ہے۔ ہر ایک مرض سے بفضلہ تعالےٰ امن ہے۔ پھر جس حالت میں ایسی عمدہ صحت ہے اور تمام قویٰ تعریف کے لائق ہیں۔ تو پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ بحث سے گریز کیوں

ہے۔ کیا ناظرین آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں؟ اے شیخ الکل اُس خدائے عزوجل سے ڈر جو تیرے دل کو دیکھ رہا ہے۔ جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماحاک صدرک فھو ذنبک۔ یعنی جو کام تیرے دل پر قبض وارد کرے اور تیرا دل اس کے کرنے سے رُکتا ہو اور وہی کام تو کر بیٹھے تو وہی تیرا گناہ ہے۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انکار وفات مسیح کے بارے میں اگر آپ کے دل میں ایک قبض نہ ہوتی تو آپ ضرور علانیہ بحث کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ لیکن یوں تو آپ نے گھر میں لاف وگزاف کے طور پر بارہا کہا کہ مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ ہے۔ یہی قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ میرے بعض مخلص جو آپ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی آپ کی ان بے اصل لافوں کا ذکر کیا۔ لیکن چونکہ صرف یہ زبان کی فضول باتیں تھیں۔ اور محض دروغ بے فروغ تھا اور دل پر قبض اور نومیدی تھی۔ اس لئے آپ بحث کرنے کے لئے پیشقدمی نہ کر سکے۔ اگر آپ کے ہاتھ میں ثبوت ہوتا تو آپ مجھے کب چھوڑتے۔ میں نے غیرت دلانے والے لفظ بھی سراسر نیک نیتی سے استعمال کئے اور اب بھی کر رہا ہوں مگر آپ کو شرم نہ آئی۔

میں نے یہ بھی لکھ بھیجا کہ حضرت مجھے اجازت دیجئے اور اپنی خاص تحریر سے مجھے اشارہ فرمائیے تو میں آپ ہی کے مکان پر حاضر ہو جاؤں گا اور مسئلہ حیات و وفات مسیح میں تحریری طور پر آپ سے بحث کروں گا۔ اور میں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر میں اپنے اس الہام میں غلطی پر نکلا اور آپ نے نصوص صریحہ بیّنہ قطعیہ سے مسیح ابن مریم کی جسمانی حیات کو ثابت کر دکھایا تو تمام عالم گواہ رہے کہ میں اپنے اس دعویٰ سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ اپنے قول سے رجوع کروں گا۔ اپنے الہام کو اضغاث احلام قرار دے دوں گا اور اپنے اس مضمون کی کتابوں کو جلا دوں گا۔ اور میں نے اللہ جلشانہٗ کی قسم بھی کھائی کہ درحالت ثبوت مل جانے کے میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اے حضرت

شیخ الکل آپ نے میری طرف تو نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں مسافر تھا۔ آپ نے میری تکالیف پر بھی خیال نہ فرمایا۔ میں آپ ہی کے لئے دہلی میں اس مدت تک ٹھیرا رہا۔ آپ نے میری طرف ذرا رُخ نہ کیا۔ عوام کو میری تکفیر کا فتویٰ سُنا کر فتنہ انگیز ملاؤں کی طرح بھڑکا دیا۔ مگر اپنے اسلام اور تقویٰ کا تو کوئی نشان نہ دکھلایا۔ آپ خوب یاد رکھیں کہ ایک دن عدالت کا دن بھی ہے۔ ان تمام حرکات کا اس دن آپ سے مواخذہ ہوگا اگر میں دہلی میں نہ آیا ہوتا اور اس قدر قسمیں دے کر اور عہد پر عہد کر کے آپ سے بحث کا مطالبہ نہ کرتا تو شاید آپ کا اس انکار میں ایسا بڑا گناہ نہ ہوتا۔ لیکن اب تو آپ کے پاس کوئی عذر نہیں۔ اور تمام دہلی کا گناہ آپ ہی کی گردن پر ہے۔ اگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبد المجید نہ ہوتے تو شاید آپ راہ پر آسکتے۔ لیکن آپ کی بدقسمتی سے ہر وقت ان دونوں کی آپ پر نگرانی رہی۔ میں تو مسافر ہوں۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وطن کی طرف جاؤں گا۔ آپ کی برانگیخت سے بہت سے لعن طعن اور گندی گالیاں دہلی والوں سے سُن چکا۔ اور آپ کے اُن دونوں رشید شاگردوں نے کوئی دقیقہ لعن طعن کا اُٹھا نہ رکھا مگر آپ کو یاد رہے کہ آپ نے اپنے خداداد علم پر عمل نہیں کیا اور حق کو چھپایا اور تقویٰ کے طریق کو بالکل چھوڑ دیا۔ انسان اگر تقویٰ کی راہوں کو چھوڑ دے تو وہ چیز ہی کیا ہے۔ مومن کی ساری عظمت اور بزرگی تقویٰ سے ہے۔ شریر آدمی چالاکی سے جو کچھ چاہتا ہے۔ بغیر کسی قطعی ثبوت کے مُنہ پر لاتا ہے۔ مگر عادل حقیقی کہتا ہے کہ اے عمداً کجی کے اختیار کرنے والے آخر مرنے کے بعد تو میری ہی طرف آئے گا اور میں تیرے ساتھ کوئی دوسرا حمایتی نہیں دیکھتا۔ تیری باتوں کا ثبوت تجھ سے پُوچھا جائے گا۔ سو اے شیخ الکل اس دن سے ڈر جس دن ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے۔ اور دل کے خیال مخفی نہیں رہیں گے۔ اے غافل مغرور تو کیوں اپنے ربِّ کریم سے نہیں ڈرتا۔ تیرے پاس مسیح ابن مریم کے بجسدہ العنصری اُٹھائے جانے کا کونسا ثبوت ہے تو کیوں اسے پیش نہیں کرتا۔ ہائے تو اپنے دل کی حالت کو

کیوں چھپاتا ہے۔ اَے شیخ سفر نزدیک ہے۔ میں محض نیک نیّتی سے اور اخلاص سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ کہتا ہوں۔ میرا خدا اس وقت دیکھ رہا ہے اور سُن رہا ہے اور میرے دل پر نظر ڈال رہا ہے۔ بخدا میرے پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے محض مولویانہ ننگ و ناموس کی وجہ سے سچی گواہی نہیں دی اور باطل سے دوستی کی اور حق سے دشمنی۔ اور آپ نے دہلی والوں کو حق پوشی کی وجہ سے بے باک کر دیا۔ یہانتک کہ بعض نے تمسخر اور ٹھٹھے کی راہ سے میرے مقابلہ پر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور چند اشتہار شایع کر دیئے۔ جن میں بعض کے اندر حد سے زیادہ آپ کی تعریف تھی جس پر نظر ڈالنے سے قوی شک گذرتا تھا کہ وہ اشتہارات آپ ہی کے اشارہ سے لکھے گئے ہیں۔ ان اشتہاروں میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ اوباشانہ باتوں سے نوراللہ کو منطفی کر دیا جائے۔ مگر یہ کوشش کچھ نئی نہیں۔ قدیم سے یہ دستور ہے کہ جو لوگ حق کے دشمن ہیں وہ سچائی کے نوروں کو بجھانے کے لئے ہر ایک قسم کے مکر کیا کرتے ہیں۔ آخر حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ کراہت ہی کرتے رہ جاتے ہیں۔ انسان کا اپنا تماشا ہوا کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ ایسی جماعت جلد متفرق ہو جاتی ہے۔ لیکن جو سلسلہ آسمان اور زمین کے بنانے والے کی طرف سے ہوتا ہے۔ کوئی ہے جو اس کو نابود کر سکے؟ سوائے شیخ الکل! تو کیوں تیز تلوار پر ہاتھ مار رہا ہے۔ کیا تجھے اپنے ہاتھ کا اندیشہ نہیں۔ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ تو اُسے نہیں دیکھتا۔ اپنے علم سے بڑھ کر کیوں زیادہ دلیری کرتا ہے۔ کچھ خوف کر لمقت اللہ اکبر من مقتکم۔

اسے ٹھٹھا کرنے والو! اور تمسخر سے افترا کرنے والو! اور بے باکی سے کہنے والو! کہ مسیح موعود تو ہم ہیں کہ ابھی آسمان سے فتحگڈھ کی چھت پر اُترے ہیں۔ اگرچہ تم اپنے اس امن اور صحت اور جوانی اور غفلت کی حالت میں کب ڈرو گے۔ مگر پھر بھی کہتا ہوں کہ اُس خدا سے ڈرو جو ایک دم میں خوشی کرنے والوں کو غمگین بنا سکتا ہے۔ اور رلاتا ہوں

کو رنجوں کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ کیا انسان اُس کے ہاتھ میں نہیں۔ اے دہلی تجھ پر افسوس۔ تو نے اپنا اچھا نمونہ نہیں دکھلایا۔ اے مسلمانوں کی ذریت یاد کرو کہ اسلام کیا شئے ہے۔ ڈرو کہ اللہ جلّشانہٗ بے نیاز ہے یقیناً یاد رکھو کہ جو اس کی طرف سے ٹھہر چکا ہے۔ وہ انسان کے منصوبوں سے باطل نہیں ہو سکتا۔ اے دہلی والو! تم اُس زمین میں رہتے ہو جس میں بہت سے راستباز سوئے ہیں۔ شرم کرو کہ تمہارے اوپر خدا ہے اور تمہارے نیچے راستباز ہیں جو خاک میں ملے پڑے ہیں۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ والسّلام علٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اَلنَّاصِح عَبْدُ اللّٰہِ الصَّمَد

غلام احمد قادیانی۔ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء

از مقام دہلی بازار بلیماراں۔ کوٹھی نواب لوہارو

(مطبوعہ مطبع افتخار دہلی)

ضروری اور مفید اعلان

بیقرار اور منتظر شائقین کو جن کے متواتر استفساری خطوط ہمارے پاس آتے تھے۔ اطلاع دی جاتی ہے کہ ازالہ اوہام تمام و کمال مرتب ہو کر شایع ہو گیا ہے۔ اس میں رب جلیل کے افضال سے علاوہ ان قاطعہ دلائل اور ساطعہ حجج کے جو جناب مسیح علیہ السّلام کی وفات کے ثبوت میں بڑے بسط سے لکھے گئے ہیں۔ کلام الٰہی کے بہت سے دقیق مقامات کے معارف اور حقایق آمیز تفسیریں بھی ثبت کی گئی ہیں۔ مثلاً بہشت میں اللہ جلّشانہٗ کے حساب و کتاب لینے کی حقیقت اعجازات مسیحیہ کی ماہیت وغیرہ صدہا امور ایسے ہیں

جو اللہ جلّشانہ نے اس عاجز پر منکشف کئے ہیں اور جابجا اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ میں نے اتماماً للحجۃ ونصحاً للعباد حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے بارے میں ایسی وسعت سے بحث کی ہے کہ اس کے متعلق قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے کوئی بھی پہلو فروگذاشت نہیں کیا۔ ہر ایک حدیث پر سیر بخش اور کافی اطمینان دہ کلام کیا ہے۔ اور محض حکیم حمید تعالیٰ شانہٗ کی تفہیم و تعلیم سے قرآن کی تیس [۳۰] صریح اور بیّن آیتوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے۔ اور اس زمانہ میں اب تک جس قدر دلائل حیات پر مسیح علیہ السلام کے دیئے گئے اور دیئے جاتے ہیں اُن کو بڑے انصاف اور نیک نیّتی سے بدلائل کتاب وسُنّت توڑا ہے۔ اس کتاب میں ایک کافی حصہ الہامی پیشین گوئیوں کا بھی ہے جو سُنّت اللہ کے موافق صادق اور کاذب کے امتیاز اور شناخت کا سچا اور کامل آلہ اور معیار ہیں۔ اگر لوگ تحمل کریں تو بہت جلد ہمارا صدق اور کذب آفتاب کی طرح ان پر کھل جائے۔ اس عاجز نے وابستگان زنجیر فلسفہ اور منطق کی طرح زمانہ کی بے بنیاد خشک اور بے مغز عقلی فلاسفی سے اس بارے میں کام نہیں لیا۔ اور نہ درحقیقت وہ اس قابل ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وراء الوراء اسرار اور اُس کے کلام کریم کے اعلیٰ معارف کے حل و انکشاف میں مجرّداً بلامدد الہام و وحی اس سے اعانت کی توقع رکھی جاسکے بلکہ ہر قسم کے ثبوت کے پیش کرنے میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کو پڑھ کر ہمارے اس بیان کی بخوبی تصدیق ہوسکتی ہے۔

نیز اس کتاب میں اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دلائل شافیہ اور براھین کافیہ سے دیا ہے۔ جسے پڑھ کر ہر طالب حق اور رموز کلام الٰہی اور انبیاء علیہم السلام کے کلمات کے اسرار کا بصیر پورا اطمینان حاصل کرسکتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ اس کے طبع اور پھر بغور مطالعہ کرنے کے بغیر کوئی شخص اس عاجز کی نسبت

ردو تردید میں جرأت نہ کرے۔ مگر مجہول انسان افسوس ادنیٰ تحریک پر قابو سے نکل جاتا ہے اور پھر جذبات نفسانیہ پر غلبہ پانے کی اس میں مقدرت نہیں رہتی۔ بڑی بڑی بردباری کے دعوے کرنے والے مولویوں اور فقیہوں نے عجلت مزاجی کی راہ سے تیغ زبان اور شمشیر قلم کے جوہر دکھائے جنہیں آخر اس عظیم الشان کتاب نے اپنی کمال قوت دلائل سے پست اور ذلیل کیا۔ وہ لوگ جن میں سچا تقویٰ اور خشیۃ اللہ ہوتا ہے بے جانے بوجھے کسی بھاری بات کی نسبت اپنی زبان نہیں کھولا کرتے۔ انہیں ہمیشہ اس بات کا دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اس گوشت کے ٹکڑے (زبان) کی سب کارروائی کی سخت باز پرس ہوگی۔

اے ناظرین! میں تمہیں ہمدردی اور خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ ایک دفعہ تمام و کمال میری اس کتاب کو پڑھ جاؤ۔ یقین سمجھو کہ تمہیں اس میں نور ہدایت اور حق کا راستہ ملے گا۔ یہ کتاب قریب ساٹھ جزو کے بڑی صفائی سے طبع ہوئی ہے اور دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ جن کی قیمت فقط ۳؎ بلا محصول ڈاک ہے۔ یہ کتاب اس عاجز اور پنجاب پریس سیالکوٹ سے درخواست کرنے پر بصیغہ وی پی منگوائی جا سکتی ہے۔ اس وقت دہلی والوں کو اس کا لینا آسان ہے کیونکہ یہاں میرے پاس کسی قدر نسخے موجود ہیں۔

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۱۶ صفحوں پر ہے)

(۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اشتہار واجب الاظہار جس میں مولوی محمد اسحاق صاحب کو حضرت مسیح ابن مریم کی حیات و وفات کے بارے میں بحث کیلئے دعوت کیگئی ہے

واضح ہو کہ کل ۳۰؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مولوی محمد اسحٰق صاحب اس عاجز کے مکان (فرودگاہ) میں تشریف لائے۔ اور ایک جلسہ عام میں حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے بارہ میں مولوی صاحب موصوف نے گفتگو کی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس قدر تو ہم بھی مانتے ہیں کہ بعض احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم چند گھنٹے کے لئے ضرور فوت ہو گئے تھے۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔ بلکہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کسی وقت زمین پر اُتریں گے اور پینتالیس برس تک زمین پر بسر کر کے پھر دوبارہ مرینگے یعنی دو موتیں ان پر ضرور وارد ہوں گی۔ اس پر مولوی صاحب کو ایک مبسوط تقریر میں سمجھایا گیا کہ حضرت مسیح کی دو موتیں قرآن کریم اور حدیث سے ثابت نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ ایک ہی دفعہ مر کر خدا تعالےٰ کی طرف انتقال کر گئے اور فوت شدہ انبیاء میں جا ملے اور دوبارہ دنیا میں وہ آنہیں سکتے۔ کیونکہ اگر دوبارہ دنیا میں آویں تو پھر یہ دعوےٰ قرآن کریم کے مخالف ہوگا اور کئی دلائل سے اُن کو سمجھایا گیا کہ حضرت عیسٰیؑ حقیقت میں فوت ہو

چکے ہیں۔ اب دوبارہ دنیا میں ان کا آنا تجویز کرنا گویا قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ دینا ہے لیکن مولوی صاحب یا تو اُن دلائل کو سمجھ نہیں سکے یا عمداً حق پوشی کی راہ سے اس کی مخالفت اشاعت کرنا انہوں نے اپنی دنیوی مصلحت قرار دے دیا ہوگا۔ چنانچہ سُنا گیا ہے کہ ان کے بعض دوستوں نے عام طور پر شہر پٹیالہ میں شایع کر دیا کہ گویا مولوی صاحب اپنی اُس تقریر میں جو اس عاجز سے کی تھی فتحیاب ہوئے۔ چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خلاف واقعہ تقریر کا پٹیالہ کے عوام پر بد اثر پڑے گا۔ اور شاید وہ اس مفتریانہ تقریر کو سُنکر یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ درحقیقت مولوی صاحب نے فتح پالی ہے۔ لہذا مولوی محمد اسحٰق صاحب کو مخاطب کر کے اشتہار ہذا شایع کیا جاتا ہے کہ ہر یک خاص وعام کو اطلاع رہے کہ جو بیان مولوی صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے وہ محض غلط ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ۳۰ اکتوبر کی تقریر میں مولوی صاحب ہی مغلوب تھے اور ہمارے شافی وکافی دلائل کا مولوی صاحب ایک ذرہ جواب نہیں دے سکے۔ اگر ہمارا یہ بیان مولوی صاحب کے نزدیک خلاف واقعہ ہے تو مولوی صاحب پر فرض ہے کہ اشتہار کے شائع ہونے کے بعد ایک جلسہ بحث مقرر کر کے اس مسئلہ حیات و وفات مسیح میں اس عاجز سے بحث کر لیں۔ اور اگر بحث نہ کریں تو پھر ہر یک منصف کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ گریز کر گئے۔ شرائط بحث بہ تفصیل ذیل ہوں گے۔

(۱) حیات و وفات مسیح ابن مریم کے بارہ میں بحث ہوگی (۲) بحث تحریری ہوگی یعنی دو کاتب ہماری طرف سے اور دو کاتب مولوی صاحب کی طرف سے اپنی اپنی نوبت پر بیانات قلم بند کرتے جائیں گے۔ اور ہر یک فریق ایک ایک نقل دستخطی اپنے فریق ثانی کو دے دیگا۔ پرچے بحث کے تین ہوں گے۔ مولوی صاحب کی طرف سے بوجہ مدعی حیات ہونے کے پہلا پرچہ ہوگا۔ پھر ہماری طرف سے جواب ہوگا۔ تحریری بحث سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ فریقین کے بیانات محفوظ رہتے ہیں اور دُور دست کے

غائبین کو بھی ان پر رائے لگانے کا موقعہ مل سکتا ہے اور کسی کو یہ یارا نہیں ہوتا۔ کہ خارج از بحث یا رطب و یابس کو زبان پر لا سکے۔ پبلک اس بات کو سُن رکھے کہ ہم اس اشتہار کے بعد ۲؍ نومبر ۱۸۹۱ء کے ۱۲؍ بجے دن تک مولوی صاحب کے جواب اور شروع بحث کا انتظار کریں گے جس طرح دہلی میں مولوی سید نذیر حسین کو اشتہار ۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں قسم دی گئی تھی وہی قسم آپ کو بھی دی جاتی ہے۔ امید ہے کہ آپ بحث سے ہرگز احتراز نہ کریں گے۔

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی واردحال شہر پٹیالہ

مکان شیخ فضل کریم صاحب سررشتہ محکمہ اڈیشنل جج۔ المرقوم ۳۱؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء

واضح ہو کہ میری کتاب ازالہ اوہام یہاں پٹیالہ میں میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس محکمہ نہر سرہند سے مل سکتی ہے۔

(یہ اشتہار ۲۲×۱۸/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۶۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و السلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اشتہار دعوتِ حق[1]

امابعد چونکہ اکثر یہ عاجز سنتا ہے کہ لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ[1] صاحب ۔ مولوی محمد[2] صاحب ۔ مولوی عبدالعزیز[3] صاحب ۔ مولوی مشتاق احمد[4] صاحب ۔ مولوی شاہدین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلّی طور پر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہے اور ایسی اس سے رُوحانی طور پر مناسبت و مشابہت رکھتا ہے کہ گویا وہی ہے ۔ اور اس عاجز نے یہ بھی سُنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے ۔ ہم بحث کے لئے طیار ہیں ۔ لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے اور نیز جس میں کیفیت بحث پر غور کرنے کے لئے ہر یک کو حاضرین و غائبین میں سے کامل طور پر موقع مل سکتا ہے قبول نہیں کرتے ۔ ناچار ایک اور طریق سہل و آسان تجویز کر کے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے ۔

---

[1] یہ اشتہار علیحدہ بڑے سائز پر جس کی بغیر عنوان اور نام حضرت مشتہر ۲۱ سطریں ہیں لودھیانہ سے پہلی بار شائع ہوا۔ پھر اس کی نقل اخبار ریاض ہند امرت سر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۶ پر شائع ہوئی اور یہ اخبار صادق لائبریری قادیان میں موجود ہے (المرتب)

لیکن قبل اس کے کہ ہم وہ طریق لکھیں۔ پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اوّل بحث کرنے کا حق مولوی عبد العزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کو تیار ہیں۔ کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے۔ اور درحقیقت ان سے بحث کرنا نہایت ضروری بھی ہے کیونکہ خاص شہر لودیانہ کی نظر انہیں پر ہے۔ سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لئے بغرض اظہار حق تیار ہے۔ اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لئے آمادہ کریں۔ اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کر لیں گے۔ ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لئے منت کریں۔ اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہوں گے جواب دے دیں۔ تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبد اللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں۔ اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں۔ اور ان سے اس سختی کے وقت میں دستگیری چاہیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر کام نہ آویں تو پھر قریب قریب یقین کے ہے کہ دوم درجہ کے مفتی صاحب یعنی مولوی شاہدین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں خود کام آئیں گے اور ان کو اپنی منطق اور وسعت معلومات کا دعویٰ بھی بہت ہے۔ اور اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہدین صاحب سے درخواست کرا دیں۔ اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لودیانہ

ہیں کہ جو درحقیقت علاوہ کمالات علمی بڑے نیک اخلاق کے آدمی اور نیک نیت اور بردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں۔ ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیئے۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے مقرر کردیں۔ لیکن اس وقت اگر وہ بھی جواب دے دیں تو آیندہ سب کے لئے مناسب ہے کہ غائبانہ طور پر بدزبانی اور غیبت کر کے ناحق اپنے تئیں عند اللہ قابل مواخذہ نہ ٹھیراویں۔

اب بحث کا آسان طریق جس کا اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ ہے جو شرائط ذیل میں مندرج ہے۔

(۱) یہ کہ کسی رئیس کا مکان اس بحث کے لئے تجویز ہو جیسے نواب علی محمد خاں صاحب شہزادہ نادر شاہ صاحب، خواجہ احسن شاہ صاحب۔ اور جلسہ بحث میں کوئی افسر یورپین تشریف لاویں اور چند دیسی پولس مین بھی ہوں۔ اور اگر یورپین افسر نہ ہوں تو کوئی ہندو مجسٹریٹ ہی ہوں تا ایسا شخص کسی کا طرفدار نہ ہو۔

(۲) یہ کہ فریقین کے سوال و جواب لکھنے کے لئے کوئی ہندو منشی تجویز کیا جائے۔ جو خوشخط ہو۔ ایک فریق اول اپنا سوال مفصل طور پر لکھا دیوے۔ پھر دوسرا مفصل طور پر اس کا جواب لکھا دیوے۔ چند سوال میں فریق ثانی سائل ہو اور یہ عاجز مجیب۔ اور پھر چند سوال میں یہ عاجز سائل ہو اور فریق ثانی مجیب ہو۔ اور ہر یک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔ سوال و جواب کی تعداد برابر ہو اور ہمیں وہی تعداد اور اسی قدر وقت منظور ہے جو فریق ثانی منظور کرے۔

(۳) سوال و جواب میں خلط مبحث نہ ہو اور نہ کوئی خارجی نکتہ چینی اور غیر متعلق امر ان میں پایا جائے۔ اگر کوئی ایسی تقریر ہو تو وہ ہرگز نہ لکھی جائے۔ بلکہ اس بیجا بات سے ایسی بات کرنے والا مورد الزام ٹھیرایا جائے۔

(۴) ان سوالات و جوابات کے قلمبند ہونے کے بعد پھر دوبارہ عوام کو وہ سب باتیں سُنا دی جائیں اور وہی لکھنے والا سُنا دیوے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو فریقین میں سے ہر یک شخص اپنے ہاتھ میں پرچہ لے کر سُنا دیوے۔

(۵) ہر ایک فریق ایک ایک نقل اس تحریر کی اپنے دستخط سے اپنے مخالف کو دے دیوے۔

(۶) آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ بحث ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے زیادہ بھی چاہیں تو وہ منظور ہے۔ مگر بہر حال نماز ظہر کے وقت یہ جلسہ ختم ہو جانا چاہیئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اختیار ہے کہ وہ بطور خود اس جلسہ میں تشریف لاویں۔ اور اگر دوسرے ان کی وکالت کو منظور کریں۔ تو وہی بحث کے لئے آگے قدم بڑھا دیں۔ ہمیں بہر حال منظور ہے۔

اور تحریر کی اس لئے ضرورت ہے کہ تا بیانات فریقین تحریف سے محفوظ رہیں۔ اور اس قدر مغز خوری کے بعد اظہار حق کی کوئی سند اپنے پاس ہو۔ ورنہ اگر نری زبانی باتیں ہوں اور پیچھے سے خیانت پیشہ لوگ کچھ کا کچھ بنا دیں تو ان کا منہ بند کرنے کے لئے کونسی حجت یا سند ہمارے پاس ہو گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؁

مکرر واضح ہو کہ یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیئے تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہو سکیں اور دُور سے آنیوالے بھی پہنچ سکیں یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں ؁

المشتھر

خاکسار میرزا غلام احمد | لودیانہ محلہ اقبال گنج

۲۳ مئی ۱۸۹۱ء

(۶۶)

نقل عبارت اقرار نامہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلے

یہ خطؒ جو جماعت مسلمانان لدھیانہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ میں نے اوّل سے آخر تک پڑھا

ؒ حاشیہ۔ جس خط کا یہ ذکر ہے وہ اصل خط بھی ضمیمہ ریاض ہند مورخہ ۲۴ اگست ۱۸۹۱ء سے

ناظرین کے لئے یہاں درج کر دیا جاتا ہے (المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط از طرف اہل اسلام لدھیانہ۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

خط بنام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی و

خواجہ نظام الدین صاحب بریلوی و خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والہ و خواجہ الہ بخش صاحب تونسوی

سنگھڑی از طرف جماعت مسلمانان لودیانہ وغیرہ ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم سب لوگ جن کے نام اس خط کے نیچے درج ہیں۔ آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیاں ضلع گورداسپور ملک پنجاب مصنف کتاب براہین احمدیہ آجکل لودھیانہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اور بڑے زور شور سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام درحقیقت فوت ہوگئے ہیں اور دوسرے مُردوں کی طرح جنود ارواح گذشتہ میں داخل ہیں۔ پھر اس عالم میں کسی طرح سے نہ آئیں گے اور اس زمانہ کے لئے جس مسیح کی روحانی طور پر آنے کی خبر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں دی گئی ہے وہ مسیح موعود میں

ہوں۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت قرآن شریف کی آیتیں بکثرت پیش کرتے ہیں۔ اور اقوال صحابہ اپنے تائید دعوے میں لاتے ہیں۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں تین کتابیں ایک فتح اسلام دوسری توضیح مرام تیسری ازالہ اوہام بڑی شد و مد سے شرح و بسط سے تصنیف کی ہیں اور روز بروز ان کے سلسلہ کو ترقی ہے اور معتبر طور سے معلوم ہے کہ چودہ[سو] عالم فاضل متبحر آج تک ان کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ عجیب انقلاب دیکھ کر حق کے طالب نہایت حیرت میں ہیں۔ کہ ایک طرف تو ان کی جماعت ترقی پر ہے اور دوسری طرف مشاہیر علماء اور اکابر صوفیاء کنارہ کش ہیں۔ اگر کوئی مولویوں میں سے بحث کرنے کے لئے آتا بھی ہے تو مغلوب ہو کر ایک طور سے اَور بھی زیادہ ان کے سلسلہ کو تائید پہنچاتا ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو پنجاب میں مشہور عالم ہیں، بحث کرنے کے لئے آئے جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کمزوری اور گریز کو دیکھ کر اَور بھی کئی شخص ان کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ اور ایک بڑی خجالت کی یہ بات ہوئی کہ مرزا صاحب نے روحانی طور پر بھی ایک تصفیہ کی درخواست کی کہ تم بھی دُعا کرو اور ہم بھی دعا کریں تا مقبول اور اہل حق کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر ہو۔ لیکن مولوی محمد حسین صاحب نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ اب التماس یہ ہے کہ آپ اکابر جلیل القدر صوفیا اَور صاحب عرفان اور صاحب سلسلہ اور فاضل اور مشاہیر علماء سے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر اور کس کا حق ہے کہ دونوں طریق سے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر آپ مرزا غلام احمد صاحب سے مقابلہ اور موازنہ کریں اور دونوں طور سے بحث کرنے کے لئے تشریف لاویں۔ ہم نے مرزا صاحب سے منظور کرا لیا ہے کہ ہم (جن کے نام خط ہے) بلواتے ہیں۔ وہ آپ سے دونوں[ں] طور ظاہری و باطنی سے مقابلہ کریں گے اور وہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے جانے

صاحب گنگوہی یا نظام الدین صاحب بریلوی یا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی یا غلام فرید

اور اب تک زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں نزول از آسمان کرنے پر دلائل قاطعہ اور نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ پیش کریں گے اور نیز باطنی طور پر اپنی کچھ کرامات بھی دکھائیں گے۔ پھر اگر آپ نے (جن کے نام خط ہے) ان سے دونوں طور ظاہری اور باطنی میں مقابلہ نہ کیا اور بھاگ گئے تو ہم سخت مخالف بن کر آپ کی اس ہزیمت کو شہرت دیں گے بلکہ ہم نے مرزا صاحب سے لکھوا لیا ہے جس کی نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اور ہم نے حلف کے طور پر وعدہ کر لیا ہے ضرور وہ صاحب (جن کے نام خط ہے) ان دونوں طور کی بحثوں کے لئے لودھیانہ میں تشریف لے آئیں گے کیونکہ نازک وقت پہنچ گیا تھا۔ اور لوگ جوق در جوق ان کی پیروی اختیار کرتے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر بزرگان دین اور علماء اہل یقین جس میں ہزار ہا مسلمان کا ایمان تلف ہو کام نہ آئے تو کب آئیں گے۔ ہاں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب سے قسم کھا کر یہ بھی وعدہ کر لیا ہے کہ اگر (جن کے نام خط ہے) اس بحث کے لئے تشریف نہ لائے تو پھر یہ بات پنجاب اور ہندوستان کے اخباروں میں چھپوا دیں گے کہ وہ گریز کر گئے اور وہ حق پر نہیں ہیں۔ لہذا ہم سب لوگ ادب سے اور عاجزی سے آپ کی خدمت میں خواستگار ہیں کہ آپ حسبتہً للہ اس کام کے لئے ضرور تشریف لاویں اور مسلمانوں کو فتنہ سے بچاویں۔ ورنہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ناچار ایفاء عہد کے لئے آپ کا گریز کرنا حتی الوسع تمام اخباروں میں شائع کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مرزا غلام احمد صاحب نے گریز کی تو اس سے دس حصہ زیادہ اخباروں کے ذریعہ سے ان کی قلعی کھولی جائے گی۔ اور ہمیں یقینی طور پر امید ہے کہ آپ دونوں طور کی بحث کے لئے ضرور تشریف لے آئیں گے اور قیامت کی باز پرس سے اپنے آپ کو بچائیں گے لہذا ہم نے ایک ایک نقل اسی درخواست کی چند اخباروں میں بھی بھیجدی ہے اور آخری نتیجہ کا مضمون جو کچھ بعد اس کے ہوگا چھپنے کے لئے بھیجا جائے گا۔ آپ جلد تشریف لاویں۔ سب مخلصین منتظر ہیں۔ ہم آپ کے جواب کی آج کی تاریخ سے کہ ۱۸ محرم الحرام مطابق ۲۴ اگست ۱۸۹۱ء

ہے۔ایک ماہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ تک خدانخواستہ آپ تشریف نہ لائیں۔ تو ناچار عہد کے موافق کلمات حقہ آپ کی نسبت شایع کر دیئے جائیں گے۔اور واضح رہے کہ ہم تین فریق کے آدمی ہیں۔ بعض ہم میں سے مرزا صاحب کے مُرید ہیں اور بعض حُسن ظن رکھنے والے اور بعض نہ حُسنِ ظن رکھنے والے اور نہ مُرید ہیں۔ لیکن ہم سب حق کے طالب ہیں۔ الحقُّ حقٌّ۔ والسّلام۔

[1] ابوالمعان سراج الحق جمالی نعمانی سرساوی سرج اللہ بہجہ [2] شیخ نور محمد ہانسوی۔ [3] شیخ عبدالحق لودیانوی۔ [4] قاضی خواجہ علی ٹھیکیدار شکرم۔ [5] محمد خاں ساکن کپورتھلہ۔ [6] حافظ حامد علی لدھیانوی [7] سید عباس علی صوفی۔ [8] مولوی محمود حسن مدرس۔ [9] منشی محمد اروڑا نقشہ نویس ساکن کپورتھلہ۔ [10] منشی فیاض علی۔ [11] منشی ظفر احمد اپیل نویس کپورتھلہ۔ [12] منشی عبدالرحمن اہلمد جرنیلی کپورتھلہ۔ [13] منشی حبیب الرحمن برادر زادہ حاجی ولی محمد صاحب جج مرحوم ساکن کپورتھلہ۔ [14] مستری جان محمد۔ [15] سردار خاں کوٹ دفعدار ساکن کپورتھلہ۔ [16] شیخ سندوری ضلع ہوشیارپور۔ [17] منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے۔ [18] خیرالدین خاں سوار رجمنٹ نمبر ۱۷۔ [19] حکیم عطاء الرحمن ہوسلوی۔ [20] مولوی افتخار احمد ابن سجادہ نشین حضرت منشی احمد جان صاحب نقشبندی لودھیانوی۔ [21] حافظ نور احمد تاجر پشمینہ لودھیانوی۔ [22] سائیں بہادر شاہ لودھیانوی۔ [23] سائیں عبدالرحیم شاہ۔ [24] جیوا تاجر پشمینہ لودھیانوی۔ [25] حافظ محمد بخش تاجر لدھیانہ۔ [26] مولوی محمد حسین ساکن کپورتھلہ۔ [27] قاضی شیخ احمد اللہ ملازم کپورتھلہ۔ [28] منشی الٰہ بخش محرر دفتر لودھیانہ۔ [29] مولوی چراغ الدین مدرس مشن سکول لدھیانہ۔ [30] قاضی عبدالمجید خاں شاہزادہ لودھیانہ۔ [31] مولوی عبدالقادر مدرس جمال پور۔ [32] ماسٹر محمد بخش لودھیانہ۔ [33] مولوی تاج محمد ساکن بھوکڑی علاقہ لودھیانہ۔ [34] مولوی نور محمد ساکن مالگوٹ علاقہ لودھیانہ۔ [35] مولوی عبداللہ مجتہد لودھیانہ۔ [36] مولوی نظام الدین لدھیانہ

زبانی طور پر بحث منظور ہے۔ کچھ عذر نہیں۔ اور باطنی طور پر مقابلہ کرنا خود میرا منشا ہے کیونکہ میں

---

[۳۷] مولوی الٰہ دیا واعظ ردّ نصاریٰ لدھیانوی۔ [۳۸] عبداللہ سنوری پٹواری علاقہ پٹیالہ۔ ماسٹر [۳۹] قادر بخش لدھیانوی۔ مولوی [۴۰] محمد یوسف سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [۴۱] منشی ہاشم علی پٹواری علاقہ پٹیالہ۔ مولوی [۴۲] حشمت علی مدرس پٹیالہ۔ [۴۳] عبدالرحمن سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [۴۴] روشن دین ٹھیکیدار کپورتھلہ۔ [۴۵] شیر محمد خاں لدھیانوی۔ [۴۶] مولوی عبدالکریم سیالکوٹی۔ [۴۷] مولوی غلام قادر فصیح ایڈیٹر و پراپرائٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ۔ [۴۸] سید حامد شاہ سیالکوٹی۔ [۴۹] سید خصلت علی ڈپٹی انسپکٹر ضلع سیالکوٹ [۵۰] مولوی غلام احمد انجنیئر ریاست کشمیر۔ [۵۱] مولوی عبدالغنی عرف غلام نبی خوشابی۔ [۵۲] حکیم فضل الدین بھیروی۔ [۵۳] مولوی مبارک علی سیالکوٹی۔ [۵۴] مفتی محمد صادق مدرس جموں کاشمیر۔ [۵۵] میر عنایت علی لدھیانوی [۵۶] شیخ چراغ علی ساکن گورداسپور۔ [۵۷] شیخ شہاب الدین ساکن تھہ غلام نبی۔ [۵۸] شیخ حافظ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی۔ [۵۹] مولوی غلام حسین پشاوری۔ [۶۰] خواجہ عبدالقادر شاہ لدھیانوی چشتی۔ [۶۱] سید فضل شاہ لاہوری۔ [۶۲] نواب محمد اشرف علی خاں لدھیانوی۔ [۶۳] محمد عبدالحکیم خاں طالب العلم میڈیکل کالج لاہور [۶۴] منشی کرم الٰہی لاہوری۔ [۶۵] مولوی خدا بخش اتالیق۔ [۶۶] اللہ بندہ ہانسوی۔ [۶۷] شیخ فتح محمد ساکن جموں۔ نائب شرف محکمہ جنرل ڈیپارٹمنٹ سرینگر کشمیر۔ [۶۸] مولوی محمد حسن خاں لودھیانوی۔ [۶۹] مولوی خدا بخش بستی شیخ۔ [۷۰] سید عبدالہادی صاحب اوورسیر بیلیلی ملک بلوچستان۔ [۷۱] مرزا یوسف بیگ ساکن سامانہ۔ [۷۲] عبدالکریم خاں ناظر ریاست پٹیالہ۔ [۷۳] نواب عشرت علیخاں لودھیانوی ناظر عدالت سمرالہ [۷۴] نواب محمد حسین خاں خلف نواب محفوظ علیخاں جھجری حال لودھیانہ۔ [۷۵] گلاب خاں دفعدار لدھیانوی۔ [۷۶] عبدالکریم خاں کلرک نہر لودھیانوی۔ [۷۷] مولا بخش ماسٹر لودھیانہ۔ [۷۸] عمر بخش پھیندانوالہ [۷۹] شہاب الدین لودھیانوی۔ [۸۰] امیر خاں سمرالہ۔ [۸۱] مولوی غلام محمد نقل نویس تحصیل سمرالہ۔ شیخ [۸۲] نور محمد مالک و مہتمم ریاض ہند امرتسر۔ [۸۳] الٰہ بخش پاوسل کلرک کپورتھلہ۔ [۸۴] حاجی عبدالرحمن لدھیانوی۔ [۸۵] منشی مخدوم حسین خلف رشید داروغہ۔ [۸۶] محمد قاسم خوشنویس لدھیانوی۔ [۸۷] محمد اسمٰعیل۔ [۸۸] عبدالکریم

یقینی جانتا ہوں کہ خداوند قدیر میرے ساتھ ہے۔ وہ ہر یک راہ میں میری مدد کریگا۔

سیالکوٹی۔ غلام محمد[89] سیالکوٹی۔ مولوی محمد الدین[90] سیالکوٹی۔ مولوی نورالدین[91] ساکن بھوکری ضلع لدھیانہ۔ سید[92] امیر علی شاہ سیالکوٹی سارجنٹ پولیس۔ منشی رحمت اللہ[93] ممبر میونسپل کمیٹی گجرات وتاجر پارچات۔ رحمت[94] سکنہ غوث گڈھ علاقہ پٹیالہ۔ مولوی حکیم سید محی الدین[95] ساکن تنکور علاقہ ریاست میسور۔ الٰہی بخش[96] ساکن غوث گڈھ علاقہ ریاست پٹیالہ۔ علی بخش[97] ساکن چیک علاقہ پٹیالہ۔ میر محمود شاہ[98] سیالکوٹی۔ محبوب عالم[99] درویش ساکن کپورتھلہ۔ مہر علی[100] ساکن تھہ غلام نبی۔ نور محمد[101] نمبردار غوث گڈھ ریاست پٹیالہ۔ عطا الٰہی[102] ساکن غوث گڈھ عمرالدین[103] لدھیانوی۔ امام بخش[104] از خاندان میاں دسوندی شاہ صاحب مرحوم۔ منصب علی[105] محرر۔ غلام ربی لدھیانوی۔

اس کے ساتھ ایک دوسرا خط مسلمانان لاہور نے علماء کے نام مباحثہ کے لئے شایع کیا تھا جو اسی ضمیمہ ریاض ہند کے صفحہ اوّل پر ہے۔ اس کو بھی ناظرین کی واقفیت کے لئے اسی جگہ نقل کر دیا جاتا ہے۔ (المرتب)

دوسرا خط از طرف اہل اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط بنام۔ مولوی[1] محمد صاحب لکھوکے و مولوی[2] عبدالرحمٰن صاحب لکھوکے۔ مولوی عبیداللہ[3] صاحب بنتی۔ مولوی[4] رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی غلام[5] دستگیر صاحب قصوری و مولوی عبدالجبار[6] صاحب غزنوی و مولوی سید[7] نذیر حسین صاحب دہلوی و مولوی عبدالعزیز صاحب لودیانوی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی محمد سعید صاحب بنارسی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی حال وارد بھوپال۔ مولوی نورالدین صاحب حکیم۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی۔

غرض میں بلاعذر ہر طرح حاضر ہوں۔ اور مباحثہ لاہور میں ہو کہ وہ مقام صدر ہے اور رئیس

از طرف اہل اسلام لاہور۔ بالخصوص حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار و خواجہ امیر الدین صاحب۔ و منشی عبد الحق صاحب، و منشی شمس الدین صاحب سکرٹری حمایت اسلام و مرزا صاحب ہمسایہ خواجہ امیر الدین صاحب و منشی کرم الٰہی صاحب وغیرہ وغیرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو دعاوی حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت اور خود مسیح موعود ہونے کی نسبت کئے ہیں۔ آپ سے مخفی نہیں۔ ان کے دعاوی کی اشاعت اور ہمارے آئمہ دین کی خاموشی نے مسلمانوں کو جس تردد اور اضطراب میں ڈال دیا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ اگرچہ جمہور علماء موجودہ کی بلیسو مخالفت اور خود مسلمانوں کے پُرانے عقیدہ نے مرزا صاحب کے دعاوی کا اثر عام طور پر نہیں پھیلنے دیا۔ مگر تاہم اس امر کے بیان کرنے کی بلاخوف تردید جرأت کی جاتی ہے کہ اہل اسلام کے قدیمی اعتقاد نسبت حیات و نزول عیسیٰ بن مریم میں بڑا تزلزل واقع ہو گیا ہے۔ اگر ہمارے پیشوایان دین کا سکوت یا ان کی خارج از مبحث تقریر اور تحریر نے کچھ اور طُول پکڑا تو احتمال کیا بلکہ یقین کامل ہے کہ اہل اسلام علی العموم اپنے پرانے اور مشہور عقیدہ کو خیر باد کہہ دیں گے۔ تو پھر اس صورت اور حالت میں حامیان دین متین کو سخت تر مشکل کا سامنا پڑے گا۔ ہم لوگوں نے جن کی طرف سے یہ درخواست ہے اپنی تسلی کے لئے خصوصاً اور عامہ اہل اسلام کے فائدہ کے لئے عموماً کمال نیک نیتی سے بڑی جد وجہد کے بعد ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مولوی حکیم نور الدین صاحب کے ساتھ (جو مرزا صاحب کے مخلص معتقدین میں سے ہیں) مرزا صاحب کے دعاوی پر گفتگو کرنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ مگر نہایت ہی حیرت ہے یہ کہ ہماری بدقسمتی سے ہمارے منشاء اور مدعا کے خلاف مولوی ابوسعید صاحب نے مرزا صاحب کے دعووں سے جو اصل مضمون بحث تھا قطع نظر کر کے غیر مفید امور میں بحث شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متردین کے شبہات کو اور تقویت ہو گئی اور زیادہ تر

لاہور امن وغیرہ کے ذمہ دار ہو گئے ہیں۔

راقم

میرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود۔ ۲۳ اگست ۱۸۹۱ء مطابق

۱۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ محلہ اقبال گنج۔ لودھیانہ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(منقول از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ ۲۴ اگست ۱۸۹۱ء صہ)

حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے بعد لودھیانہ میں مولوی ابو سعید صاحب کو خود مرزا صاحب سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا۔ تیراں روز گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ بھی ہمارے خیال میں وہی ہوا جو لاہور کی بحث سے ہوا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تر مضر۔ کیونکہ مولوی صاحب اس دفعہ بھی مرزا صاحب کے اصل دعاوی کی طرف ہرگز نہ گئے۔ اگرچہ جیسا کہ سُنا گیا ہے اور پایہ اثبات کو بھی پہنچ گیا ہے۔ مرزا صاحب نے اثنا بحث میں بارہا اپنے دعوؤں کی طرف مولوی صاحب کو متوجہ کرنے کی سعی کی۔ چونکہ علماء وقت کے سکوت اور بعض بیہودہ تقریر و تحریر نے مسلمانوں کو علی العموم بڑی حیرت اور اضطراب میں ڈال رکھا ہے اور اس کے سوا ان کو اور کوئی چارہ نہیں کہ اپنے اماموں دین کی طرف رجوع کریں۔ لہذا ہم سب لوگ آپ کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ اور محض بنظر خیر خواہی برادرانِ اسلام درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس فتنہ و فساد کے وقت میدان میں نکلیں اور اپنے خداداد نعمت علم اور فضل سے کام لیں اور خدا کے واسطے مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعاوی پر بحث کر کے مسلمانوں کو ورطۂ تذبذب سے نکالنے کی سعی فرما کر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ جن کی ذات پر مسلمانوں کو بھروسہ ہے خاص لاہور میں مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعوے میں بالمشافہ تحریری بحث کریں۔ مرزا صاحب سے اُن کے دعویٰ کا ثبوت کتاب اور سُنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔ مرتب)

(۶۷)

اے شک کرنیوالو آسمانی فیصلہ کیطرف آجاؤ

اے بندگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ اٰمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ فاتقوا اللہ ولا تقولوا لست مسلماً و اتقوا الملک الذی الیہ ترجعون ۔ اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے لیا جاوے یا ان کو اس قسم کے دلائل بیّنہ سے توڑا جاوے۔ ہماری رائے میں مسلمانوں کی تسلّی اور رفع تردد کے واسطے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ اگر آپ اس طریق بحث کو منظور فرمادیں (اور امید واثق ہے کہ آپ اپنا ایک اہم منصبی اور مذہبی فرض یقین کرکے محض ابتغاء لوجہ اللہ و بدلائے خلق اللہ ضرور قبول فرمادیں گے) تو اطلاع بخشیں تاکہ مرزا صاحب سے بھی اس بارہ میں تصفیہ کرکے تاریخ مقرر ہوجاوے اور آپ کو لاہور تشریف لانے کی تکلیف دی جاوے۔ تمام انتظام متعلقہ قیام امن وغیرہ ہمارے ذمہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے گی۔ جواب سے جلدی سرفراز فرماویں۔ والسلام ۔

(از ضمیمہ ریاض ہند مورخہ ۲۴ اگست ۱۸۹۱ء صـ۱)

تو آؤ آزما لو۔ خدا کس کے ساتھ ہے۔ اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو اور سجادہ نشینو!!! جو مکفر اور مکذب ہو مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہؤا کرتے ہیں تو خدائے تعالےٰ تمہیں شرمندہ کرے گا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دے گا۔ اور اس وقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے کہ اس آزمایش کے لئے میدان میں آوے۔ اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دے کر ان تعلقات قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے۔ وہ اسی کی مدد کرے گا جس کو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اس سے لڑو گے کیا کوئی متکبرانہ اچھلنے سے درحقیقت اونچا ہو سکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دو گے۔ اس ذات سے ڈرو جس کا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے۔ ومن یأت ربّہٗ مجرمًا فانّ لہ جہنّم لا یموت فیہا ولا یحییٰ۔

الناصح

خاکسار غلام احمد قادیانی از لودیانہ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ اوّل بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرت سر کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

(۶۸)

توفّی کے لفظ کی نسبت نیز الدجال کے بارے میں ہزار روپیہ کا اشتہار

تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بر طبق آیت فیہا تحیون وفیہا تموتون زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کر کے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے۔ بایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بیباکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ رُوح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا ان کا سراسر افترا ہے۔ قرآن کریم کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض رُوح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر یک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ بلکہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کو خدا تعالےٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا

ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض رُوح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجایش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار وقصائد و نظم و نثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض رُوح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کرکے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔ ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا کوئی ان کا ہمخیال یہ ثابت کر دیوے کہ الدّجال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان کے دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرالیں یا تمسک لکھالیں۔ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے غرور اور تکبر کی راہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توفی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے پورا لینے کے ہیں یعنی جسم اور رُوح کو بہیئت کذائی زندہ ہی اُٹھا لینا۔ اور وجود مرکب جسم اور رُوح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا۔ سو اسی معنے سے انکار کرکے یہ شرطی اشتہار ہے۔ ایسا ہی محض نفسانیت اور عدم واقفیت کی راہ سے مولوی محمد حسین صاحب نے الدجال کے لفظ کی نسبت جو بخاری اور مسلم میں جابجا دجال معہود کا ایک نام ٹھہرایا گیا ہے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ الدجال دجال معہود کا خاص طور پر نام نہیں۔ بلکہ ان کتابوں میں یہ لفظ دوسرے دجالوں کے لئے بھی مستعمل ہے اور اس دعوے کے وقت اپنی حدیث دانی کا بھی ایک لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس وسیع معنے الدجال سے انکار کرکے اور یہ دعویٰ کرکے کہ یہ لفظ

الدجال کا صرف دجال معہود کے لئے آیا ہے اور بطور علم کے اس کے لئے مقرر ہوگیا ہے یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال علماء نے لفظ توفی اور الدجال کی نسبت اپنے دعویٰ متذکرہ بالا کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھیریں گے اور نیز عام طور پر یہ عاجز یہ اقرار بھی چند اخباروں میں شایع کر دے گا کہ درحقیقت مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال فاضل اور واقعی طور پر محدث اور مفسر اور رموز اور دقایق قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے سمجھنے والے ہیں۔ اگر ثابت نہ کر سکے تو پھر یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ دقایق و حقایق بلکہ سطحی معنوں قرآن اور حدیث کے سمجھنے سے بھی قاصر اور سراسر غبی اور بلید ہیں۔ اور درپردہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں کہ محض الحاد کی راہ سے واقعی اور حقیقی معنوں کو ترک کر کے اپنے گھر کے ایک نئے معنے گھڑتے ہیں۔ ایسا ہی اگر کوئی یہ ثابت کر دکھاوے کہ قرآن کریم کی وہ آئتیں اور احادیث جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کوئی مُردہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا قطعیۃ الدلالت نہیں اور نیز بجائے لفظ موت اور اماتت کے جو متعدد المعنے ہے اور نیند اور بیہوشی اور کفر اور ضلالت اور قریب الموت ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے توفی کا لفظ کہیں دکھلاوے مثلاً یہ کہ توفاہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ تو ایسے شخص کو بھی بلا توقف ہزار روپیہ نقد دیا جائے گا۔٭

المشتہر

خاکسار غلام احمد از لودھیانہ۔ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرت سر کے صفحہ ۹۱۷ پر ہے)

٭نوٹ موت کے بعد زندہ کرنے کے متعلق جس قدر قرآن کریم میں آئتیں ہیں کوئی ان میں سے حقیقی موت پر محمول نہیں ہے۔ اور حقیقی موت کے ماننے سے نہ صرف اس جگہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ آئتیں قرآن کریم کی اُن سولہ آیتوں اور تمام حدیثوں سے مخالف ٹھہرتی ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد پھر دنیا میں نہیں بھیجا جاتا بلکہ علاوہ اس کے یہ فساد بھی لازم آتا ہے کہ جان کندن

(۶۹)
عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش

چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہو گئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ لہذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں۔ جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہیں وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں جس قدر ان کو خریدنے کی خداداد مقدرت حاصل ہے۔ اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے۔ خدا تعالےٰ اُن کو جزائے خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سو روپیہ اور بھیجدیا۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل دین صاحب اپنے مخدوم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین ہو گئے ہیں کہ نہایت اولی العزمی سے ایثار کے طور پر اُن سے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ سو روپیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حساب قبر اور رفع الی السماء جو صرف ایک دفعہ ہونا چاہیئے تھا دو دفعہ ماننا پڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اب شخص فوت شدہ حساب قبر کے بعد قیامت میں اُٹھیگا کذب صریح ٹھہرتا ہے۔ اور اگر ان آیتوں میں حقیقی موت مُراد نہ لیں تو کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ خدا تعالےٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ موت کے مشابہ ایک مدت تک کسی پر کوئی حالت بے ہوشی وارد کر کے پھر اس کو زندہ کر دیوے۔ مگر وہ حقیقی موت نہ ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی جاندار پر حقیقی موت وارد نہ کرے وہ مر نہیں سکتا اگرچہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے الم تعلم ان اللہ علےٰ کل شیء قدیر۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔ منہ

بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللہ بھیجا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

اس جگہ اخویم مولوی مردان علی صاحب صدر محاسب دفتر سرکار نظام حیدر آباد دکن بھی ذکر کے لائق ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے درخواست کی ہے کہ میرا نام سلسلہ بیعت کنندوں میں داخل کیا جاوے۔ چنانچہ داخل کیا گیا۔ ان کی تحریرات سے نہایت محبت و اخلاص پایا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر میں سے آپ کے نام لگا دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ میری عمر میں سے کاٹ کر آپ کی عمر میں شامل کر دے۔ سو خدا تعالیٰ اس ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔ انہوں نے اور اخویم مولوی ظہور علی صاحب اور مولوی غضنفر علی صاحب نے نہایت اخلاص سے دس دس روپیہ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے اور بہتّر روپیہ امداد کے لئے بھیجے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع عباد اللہ الصالحین۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودیانہ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۹۴۴ پر ہے)

---

(۷۰)

اشتہار

نور الابصار صداقت آثار عیسائی صاحبوں کی ہدایت کیلئے

یا ایّہا المتنصّرون ما کان عیسٰی الّا عبدٌ من عباد اللہ قد مات ودخل فی الموتیٰ فلا تحسبوہ حیًّا بل ہو میّتٌ ولا تعبدوا میّتًا وانتم تعلمون

اے حضرات عیسائی صاحبان آپ لوگ اگر غور سے اس کتاب ازالہ اوہام کو پڑھیں گے

تو آپ پر نہایت واضح دلائل کے ساتھ کھل جائے گا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں بلکہ وہ فوت ہو چکے اور اپنے فوت شدہ بزرگوں میں جا ملے۔ ہاں وہ روحانی زندگی جو ابراہیمؑ کو ملی، اسحٰقؑ کو ملی، یعقوبؑ کو ملی، اسمٰعیلؑ کو ملی اور بلحاظ رفع سب سے بڑھکر ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ وہی زندگی بلا تفاوت حضرت عیسیٰ کو بھی ملی۔ اس بات پر بائبل سے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ مسیح ابن مریم کو کوئی انوکھی زندگی ملی۔ بلکہ اس زندگی کے لوازم میں تمام انبیاء شریک مساوی ہیں ہاں باعتبار رفع کے اقرب الی اللہ مقام ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سو اے حضرات عیسائی صاحبان آپ لوگ اب ناحق کی ضد نہ کریں۔ مسیح ایک عاجز بندہ تھا جو فوت ہو گیا اور فوت شدہ لوگوں میں جا ملا۔ آپ لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور ایک عاجز مخلوق کو خدا کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ آپ لوگ ذرہ سوچیں کہ مسیح اس دوسرے عالم میں اوروں سے کس بات میں زیادہ ہے۔ کیا انجیل اس بات کی گواہی نہیں دیتی کہ ابراہیمؑ زندہ ہے؟ بلکہ لعاذر بھی؟ پھر مسیح لعاذر سے اپنی زندگی میں کس بات میں زیادہ ہے۔ اگر آپ لوگ تحقیق سے نوشتوں کو دیکھیں تو آپ کو اقرار کرنا پڑیگا کہ کسی بات میں زیادہ نہیں۔ اگر آپ لوگ اس بارہ میں میرے ساتھ بحث کرنا چاہیں تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بحث میں مغلوب ہونے کی حالت میں حتی الوسع اپنے ہر یک تاوان کو جو آپ لوگ تجویز کریں دینے کو طیار ہوں بلکہ اپنی جان بھی اس راہ میں فدا کرنے کو حاضر ہوں۔ خداوند کریم نے میرے پر کھول دیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ بن مریم **فوت** ہو گیا اور اب فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ سو آؤ **دین اسلام** اختیار کرو۔ وہ دین اختیار کرو جس میں **حی لایموت کی** پرستش ہو رہی ہے نہ کسی مُردہ کی۔ جس پر کامل طور پر چلنے سے ہر ایک مُحبّ صادق خود مسیح ابن مریم بن سکتا ہے۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

المشتھر

غلام احمد قادیانی

۲ ستمبر ۱۸۹۱ء

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۹۲۶ پر ہے)

(۷۱)

ہمارے مخالف الرائے مولوی صاحبوں کا حوصلہ

خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوۂ قدرت دکھلانے کے لئے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی جن کی طاقت فہمی جن کی طلاقت لسانی جن کی فصاحت بیانی شہرۂ پنجاب و ہندوستان ہے۔ اور خدائے حکیم و علیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اُٹھا نہیں رکھا۔ تا اس کا وہ امر خارق عادت ظاہر ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے۔ مولوی صاحب نور اللہ کے بجھانے کے لئے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں دیکھئے اب سچ مچ وہ نور بجھ جاتا ہے یا کچھ اور کرشمۂ قدرت ظہور میں آتا ہے۔ ۹ اپریل ۱۸۹۱ء کے خط میں جو انہوں نے میرے ایک دوست مولوی سید محمد احسن صاحب کے نام بھوپال میں بھیجا تھا۔ عجیب طور کے فقرات تحقیر کے استعمال کئے ہیں۔ آپ سید صاحب موصوف کو لکھتے ہیں کہ آپ اس شخص پر جلدی سے کیوں ایمان لے آئے اس کو ایک دفعہ دیکھ تو لیا ہوتا۔ مولوی صاحب نے اس فقرہ اور نیز ایک عربی کے فقرہ سے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ شخص محض نالائق اور علمی اور عملی لیاقتوں سے بکلی بے بہرہ ہے اور کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر تم دیکھو تو اس سے نفرت کرو۔ مگر بخدا یہ سچ اور بالکل سچ ہے اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ درحقیقت مجھ میں کوئی علمی اور عملی خوبی ذہانت اور دانشمندی کی لیاقت نہیں۔ اور میں کچھ بھی نہیں۔ ایک غیب میں ہاتھ ہے جو مجھے تھام رہا ہے اور ایک پوشیدہ روشنی ہے جو مجھے منور کر رہی ہے اور ایک آسمانی رُوح ہے جو مجھے طاقت دے رہی ہے۔ پس جس نے نفرت کرنا ہے کرے تا مولوی صاحب خوش ہو جائیں۔ بخدا میری

نظر ایک ہی پر ہے جو میرے ساتھ ہے اور غیر اللہ ایک مری ہوئی کیڑی کے برابر بھی میری نظر میں نہیں۔ کیا میرے لئے وہ کافی نہیں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اس تبلیغ کو ضائع نہیں کرے گا جس کو لیکر میں آیا ہوں۔ مولوی صاحب جہانتک ممکن ہو لوگوں کو نفرت دلانے کے لئے زور لگالیں اور کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہ رکھیں۔ اور جیسا کہ وہ اپنے خطوط میں اور اپنے رسالہ میں اور اپنی تقریروں میں بار بار ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ شخص نادان ہے جاہل ہے۔ گمراہ ہے۔ مفتری ہے۔ دوکاندار ہے۔ بیدین ہے۔ کافر ہے۔ ایسا ہی کرتے رہیں اور مجھے ذرہ مُہلت نہ دیں۔ مجھے بھی اس ذات کی عجیب قدرتوں کے دیکھنے کا شوق ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ لیکن اگر کچھ تعجب ہے تو اس بات پر ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ عاجز مولوی صاحب کی نظر میں جاہل ہے بلکہ خط مذکورہ بالا میں یقینی طور پر مولوی صاحب نے لکھ دیا ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں یعنے مفتری ہے اور یہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے مولویصاحب کی نظر میں بدیہی البطلان ہے جس کا قرآن و حدیث میں کوئی اثر و نشان نہیں پایا جاتا۔ پھر مولوی صاحب پر ڈر اس قدر غالب ہے کہ آپ ہی بحث کے لئے بلاتے اور آپ ہی کنارہ کر جاتے ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب نے ایک بڑے کر وفر سے ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء کو تار بھیج کر اس عاجز کو بحث کے لئے بلایا کہ جلد آؤ اور آکر بحث کرو۔ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ اس وقت بڑی خوشی ہوئی کہ مولوی صاحب نے اس طرف رُخ تو کیا اور شوق ہوا کہ اب دیکھیں کہ مولوی صاحب حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ مع الجسد اٹھائے جانے کا کونسا ثبوت پیش کرتے ہیں یا بعد موت کے پھر زندہ ہو جانے کا کوئی ثبوت قرآن کریم یا حدیث صحیح سے نکالتے ہیں۔ چنانچہ لدھیانہ میں ایک عام چرچا ہو گیا کہ مولوی صاحب نے بحث کے لئے بلایا ہے اور سیالکوٹ میں بھی مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے خط بھیجے کہ ہم نے تار کے ذریعہ سے بلایا ہے۔ لیکن جب اس عاجز کی طرف سے بحث کے لئے تیاری ہوئی اور مولوی صاحب کو پیغام بھیجا گیا تو آپ نے بحث کرنے سے کنارہ کیا اور یہ عذر پیش کر دیا کہ جب

تک ازالہ اوہام چھپ نہ جائے ہم بحث نہیں کریں گے۔ آپ کو اس وقت یہ خیال نہ آیا کہ ہم نے تو بلانے کے لئے تار بھیجی تھی اور یہ بھی ایک خط میں لکھا تھا کہ ہمیں ازالہ اوہام کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی بار بار ظاہر کر دیا تھا کہ یہ شخص باطل پر ہے۔ اب ازالہ اوہام کی ضرورت کیوں پڑ گئی۔ تار کے ذریعہ سے یہ پیغام پہنچانا کہ آؤ ورنہ شکست یا فتہ سمجھے جاؤ گے۔ اور حبی فی اللہ اخویم حکیم نور دین صاحب پر ناحق یہ الزام لگانا کہ وہ ہمارے مقابلہ سے بھاگ گئے اور پھر درخواست بحث پر ازالہ اوہام یاد آجانا عجیب انصاف ہے۔ مولوی صاحب دعویٰ اس عاجز کا سن چکے تھے۔ فتح اسلام اور توضیح مرام کو دیکھ چکے تھے۔ اب صرف قرآن اور حدیث کے ذریعہ سے بحث تھی جس کو مولوی صاحب نے وعدہ کر کے پھر ٹال دیا۔

(یہ اشتہار ضمیمہ ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۱ پر ہے)

---

(۷۲)

اطلاع

بعض دوستوں کے خط پہنچے کہ جیسے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی بعد مباحثہ شہر لودیانہ سے حکماً نکالے گئے ہیں۔ یہی حکم اس عاجز کی نسبت ہوا ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ افواہ سراسر غلط ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کئے گئے۔ لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم اخراج صادر نہیں ہوا۔ چنانچہ ذیل میں نقل مراسلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ لکھی جاتی ہے۔

از پیشگاہ مسٹر ڈبلیو چیوس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لودھیانہ

میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان سلامت۔ چٹھی آپ کی مورخہ دیروزہ موصول ملاحظہ و

سماعت ہو کو بجوابش تحریر ہے کہ آپ کو بمتابعت وملحوظیت قانون سرکاری لودھیانہ میں ٹھہرنے کے لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر رعایا تابع قانون سرکار انگریزی کو حاصل ہیں۔ المرقوم ۶ر اگست ۱۸۹۱ء۔

دستخط

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائٹل کے صفحہ آخر پر ہے)

---

(۷۳)

میر عباس علی صاحب لُدھانوی

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است　　سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

یہ میر صاحب وہی حضرت ہیں جن کا ذکر بالخیر میں نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۹۰ میں بیعت کرنے والوں کی جماعت میں لکھا ہے۔ افسوس کہ وہ بعض موسوسین کے وسوسہ اندازی سے سخت لغزش میں آ گئے بلکہ جماعت اعداء میں داخل ہو گئے۔ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ ان کی نسبت تو الہام ہوا تھا کہ اصلہا ثابتٌ و فرعہا فی السماء۔ اس کا یہ جواب ہے کہ الہام کے صرف اس قدر معنی ہیں کہ اصل اس کا ثابت ہے اور آسمان میں اس کی شاخ ہے اس میں تصریح نہیں ہے کہ وہ باعتبار اپنی اصل فطرت کے کس بات پر ثابت ہیں۔ بلاشبہ یہ بات ماننے کے لائق ہے کہ انسان میں کوئی نہ کوئی فطرتی خوبی ہوتی ہے جس پر وہ ہمیشہ ثابت اور مستقل رہتا ہے۔ اور اگر ایک کافر کفر سے اسلام کی طرف انتقال کرے تو وہ فطرتی خوبی ساتھ ہی لاتا ہے اور اگر پھر اسلام سے کفر کی طرف انتقال کرے تو اس خوبی کو ساتھ

ہی اُسے جاتا ہے کیونکہ فطرت اللہ اور خلق اللہ میں تبدل اور تغیر نہیں۔ افراد نوع انسان مختلف طور کی کانوں کی طرح ہیں۔ کوئی سونے کی کان، کوئی چاندی کی کان، کوئی پیتل کی کان۔ پس اگر اس الہام میں میر صاحب کی کسی فطرتی خوبی کا ذکر ہو جو غیر متبدل ہو تو کچھ عجب نہیں اور نہ کچھ اعتراض کی بات ہے۔ بلاشبہ یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہیں۔ کفار میں بھی بعض فطرتی خوبیاں ہوتی ہیں اور بعض اخلاق فطرتاً ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے مجسم ظلمت اور سراسر تاریکی میں کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ کوئی فطرتی خوبی بجز حصول صراط مستقیم کے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ موجب نجات اخروی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اعلےٰ درجہ کی خوبی ایمان اور خداشناسی اور راست روی اور خدا ترسی ہے۔ اگر وہی نہ ہوئی تو دوسری خوبیاں ہیچ ہیں۔ علاوہ اس کے یہ الہام اس زمانہ کا ہے کہ جب میر صاحب میں ثابت قدمی موجود تھی۔ زبردست طاقت اخلاص کی پائی جاتی تھی۔ اور اپنے دل میں وہ بھی یہی خیال رکھتے تھے کہ میں ایسا ہی ثابت رہوں گا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی اس وقت کی حالت موجودہ کی خبر دے دی۔ یہ بات خدا تعالےٰ کی تعلیمات وحی میں شائع متعارف ہے کہ وہ موجودہ حالت کے مطابق خبر دیتا ہے۔ کسی کے کافر ہونے کی حالت میں اس کا نام کافر ہی رکھتا ہے اور اس کے مومن اور ثابت قدم ہونے کی حالت میں اس کا نام مومن اور مخلص اور ثابت قدم ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں اس کے نمونے بہت ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ انہوں نے بیعت کی بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انہوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن دو سو کے قریب اب بھی ایسے خطوط ان کے موجود ہوں گے جن میں انہوں

نے انتہائی درجہ کی عجز اور انکسار سے اپنے اخلاص اور ارادت کا بیان کیا ہے۔ بلکہ بعض خطوط میں اپنی وہ خوابیں لکھی ہیں جن میں گویا روحانی طور پر ان کو تصدیق ہوئی ہے کہ یہ عاجز منجانب اللہ ہے اور اس عاجز کے مخالف باطل پر ہیں۔ اور نیز وہ اپنی خوابوں کی بناء پر اپنی معیت دائمی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا وہ اس جہان اور اس جہان میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ایسا ہی لوگوں میں بکثرت انہوں نے یہ خوابیں مشہور کی ہیں اور اپنے مریدوں اور مخلصوں کو بتلائیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص نے اس قدر جوش سے اپنا اخلاص ظاہر کیا ایسے شخص کی حالت موجودہ کی نسبت اگر خدا تعالیٰ کا الہام ہو کہ یہ شخص اس وقت ثابت قدم ہے متزلزل نہیں تو کیا اس الہام کو خلاف واقعہ کہا جائے گا بہت سے الہامات صرف موجودہ حالات کے آئینہ ہوتے ہیں۔ عواقب امور سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اور نیز یہ بات بھی ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے اس کے سوء خاتمہ پر حکم نہیں کر سکتے کیونکہ انسان کا دل اللہ جلشانہ کے قبضہ میں ہے۔ میر صاحب تو میر صاحب ہیں۔ اگر وہ چاہے تو دنیا کے ایک بڑے سنگدل اور مختوم القلب آدمی کو ایک دم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔ غرض یہ الہام حال پر دلالت کرتا ہے۔ مآل پر ضروری طور پر اس کی دلالت نہیں ہے اور مآل ابھی ظاہر بھی نہیں ہے۔ بہتوں نے راست بازوں کو چھوڑ دیا۔ اور پکے دشمن بن گئے۔ مگر بعد میں پھر کوئی کرشمہ قدرت دیکھ کر پشیمان ہوئے اور زار زار روئے۔ اور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور رجوع لائے۔ انسان کا دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس حکیم مطلق کی آزمائشیں ہمیشہ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ سو میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلا کے اثر سے جوش ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی اور پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت اور ارادہ تحقیر و استخفاف و توہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم یا خیال میں تھا

کہ میر عباس علی کا یہ حال ہوگا۔ مالک الملک جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میرے دوستوں کو چاہیئے کہ ان کے حق میں دعا کریں اور اپنے بھائی فرو ماندہ اور درگذشتہ کو اپنی ہمدردی سے محروم نہ رکھیں اور میں بھی انشاء اللہ الکریم دعا کروں گا۔ میں چاہتا تھا کہ ان کے چند خطوط بطور نمونہ اس رسالہ میں نقل کرکے لوگوں پر ظاہر کروں کہ میر عباس علی کا اخلاص کس درجہ پر پہنچا تھا اور کس طور کی خوابیں وہ ہمیشہ ظاہر کیا کرتے تھے اور کن انکساری الفاظ اور تعظیم کے الفاظ سے وہ خط لکھتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اس مختصر رسالہ میں گنجایش نہیں۔ انشاء اللہ القدیر کسی دوسرے وقت میں حسب ضرورت ظاہر کیا جائے گا۔ یہ انسان کے تغیرات کا ایک نمونہ ہے کہ وہ شخص جس کے دل پر ہر وقت عظمت اور ہیبت سچی ارادت کی طاری رہتی تھی اور اپنے خطوط میں اس عاجز کی نسبت خلیفۃ اللہ فی الارض لکھا کرتا تھا، آج اس کی کیا حالت ہے پس خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور ہمیشہ دعا کرتے رہو کہ وہ محض اپنے فضل سے تمہارے دلوں کو حق پر قایم رکھے اور لغزش سے بچاوے۔ اپنی استقامتوں پر بھروسہ مت کرو۔ کیا استقامت میں فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی بڑھ کر ہوگا جن کو ایک ساعت کے لئے ابتلاءٔ پیش آگیا تھا اور اگر خدا تعالےٰ کا ہاتھ ان کو نہ تھامتا تو خدا جانے کیا حالت ہو جاتی مجھے اگرچہ میر عباس علی صاحب کی لغزش سے رنج بہت ہوا۔ لیکن پھر میں دیکھتا ہوں کہ جب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نمونہ پر آیا ہوں تو یہ بھی ضرور تھا کہ میرے بعض مدعیان اخلاص کے واقعات میں بھی وہ نمونہ ظاہر ہوتا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض خاص دوست جو ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے جن کی تعریف میں وحی الٰہی بھی نازل ہو گئی تھی۔ آخر حضرت مسیح سے منحرف ہو گئے تھے۔ یہودا اسکریوطی کیسا گہرا دوست حضرت مسیح کا تھا جو اکثر ایک ہی پیالہ میں حضرت مسیح کے ساتھ کھاتا اور بڑے پیار کا دم مارتا تھا جس کو بہشت کے بارھویں تخت کی خوشخبری بھی دی گئی تھی۔ اور میاں پطرس کیسے بزرگ حواری تھے جن کی نسبت حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آسمان کی کنجیاں

اُن کے ہاتھ میں ہیں جن کو چاہیں بہشت میں داخل کریں اور جن کو چاہیں نہ کریں۔ لیکن آخر میاں صاحب موصوف نے جو کرتوت دکھلائی وہ انجیل پڑھنے والوں پر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے سامنے کھڑے ہو کر اور ان کی طرف اشارہ کر کے نعوذ باللہ بلند آواز سے کہا کہ میں اس شخص پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میر صاحب ابھی اس حد تک کہاں پہنچے ہیں۔ کل کی کس کو خبر ہے کہ کیا ہو۔ میر صاحب کی قسمت میں اگرچہ یہ لغزش مقدر تھی اور اصلہا ثابتٌ کی ضمیر تانیث بھی اس کی طرف ایک اشارہ کر رہی تھی۔ لیکن بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے اور بھی میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ آدمی ہیں جن کو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں۔ حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا کہ یہ دیکھو فلاں کلمہ عقیدہ اسلام کے برخلاف اور فلاں لفظ بے ادبی کا لفظ ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ شیخ بٹالوی اس عاجز کے مخلصوں کی نسبت قسم کھا چکے ہیں کہ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْن اور اس قدر غلو ہے کہ شیخ نجدی کا استثنا بھی ان کی کلام میں نہیں پایا جاتا تا صالحین کو باہر رکھ لیتے۔ اگرچہ وہ بعض روگردان ارادتمندوں کی وجہ سے بہت خوش ہیں۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ٹہنی کے خشک ہو جانے سے سارا باغ برباد نہیں ہو سکتا۔ جس ٹہنی کو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے خشک کر دیتا اور کاٹ دیتا ہے اور اس کی جگہ اور ٹہنیاں پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی پیدا کر دیتا ہے۔ بٹالوی صاحب یاد رکھیں کہ اگر اس جماعت سے ایک نکل جائے گا تو خدا تعالےٰ اس کی جگہ بیس لائے گا۔ اور اس آیت پر غور کریں فسوف یاتی اللّٰہ بقومٍ یحبّھم ویحبونہ اذلّۃ علی المومنین اعزّۃ علی الکٰفرین۔

بالآخر ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ میر عباس علی صاحب نے ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء میں مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شایع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ سو ان الفاظ سے تو ہمیں کچھ غرض نہیں۔ جب دل بگڑتا ہے تو زبان ساتھ ہی بگڑ جاتی ہے لیکن اس اشتہار کی تین باتوں کا جواب دینا ضروری ہے :-

اوّل یہ کہ میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔ سو اس وسوسہ کے دُور کرنے کے لئے میرا یہی اشتہار کافی ہے۔ بشرطیکہ میر صاحب اس کو غور سے پڑھیں۔

دوم یہ کہ میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں کہ معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدّعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا۔ سو ان اوہام کے دُور کرنے کے لئے میں وعدہ کر چکا ہوں کہ عنقریب میری طرف سے اس بارہ رسالہ مستقلہ شایع ہوگا۔ اگر میر صاحب توجہ سے اس رسالہ کو دیکھیں گے تو بشرط توفیق ازلی اپنی بے بنیاد اور بے اصل بدظنیوں سے سخت ندامت اٹھائیں گے۔

سوئم یہ کہ میر صاحب نے اپنے اس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ گویا ان کو رسول نمائی کی طاقت ہے۔ چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا کہ ہم دونو کسی ایک مسجد میں بیٹھ جائیں اور پھر یا تو مجھ کو رسُول اکریم کی زیارت کرا کر اپنے دعاوی کی تصدیق کرا دی جائے اور یا میں زیارت کرا کر اس بارہ میں فیصلہ کرا دوں گا۔ میر صاحب کی اس تحریر نے نہ صرف مجھے ہی تعجب میں ڈالا بلکہ ہر ایک واقف حال سخت متعجب ہو رہا ہے کہ اگر میر صاحب میں یہ قدرت اور کمال حاصل تھا کہ جب چاہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں اور باتیں پُوچھ لیں بلکہ دوسروں کو بھی دکھلا دیں تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدوں تصدیق نبوی کے کیوں بیعت کر لی اور کیوں دس سال تک برابر خلوص نماؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجب کہ ایک دفعہ بھی رسُول کریم ان کی خواب میں نہ آئے اور ان پر ظاہر نہ کیا کہ اس کذاب اور مکار اور بیدین سے کیوں بیعت کرتا ہے اور کیوں اپنے تئیں گمراہی میں پھنساتا ہے۔ کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص کو یہ اقتدار حاصل ہے کہ بات بات میں رسُول اللہ

علیہ وسلم کی حضوری میں چلا جاوے اور ان کے فرمودہ کے مطابق کاربند ہو اور اُن سے صلاح مشورہ لے لے وہ دس برس تک برابر ایک کذاب اور فریبی کے پنجہ میں پھنسا رہے اور ایسے شخص کا مُرید ہو جاوے جو اللہ اور رسُول کا دشمن اور آنحضرت کی تحقیر کرنے والا اور تحت الثریٰ میں گرنے والا ہو۔ زیادہ تر تعجب کا مقام یہ ہے کہ میر صاحب کے بعض دوست بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض خوابیں ہمارے پاس بیان کی تھیں اور کہا تھا کہ میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرتؐ نے اس عاجز کی نسبت فرمایا کہ وہ شخص واقعی طور پر خلیفۃ اللہ اور مجدد دین ہے۔ اور اسی قسم کے بعض خط جن میں خوابوں کا بیان اور تصدیق اس عاجز کے دعوے کی تھی۔ میر صاحب نے اس عاجز کو بھی لکھے۔ اب ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر میر صاحب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ سکتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے پہلے دیکھا وہ بہرحال اعتبار کے لائق ہوگا اور اگر وہ خوابیں اُن کے اعتبار کے لائق نہیں اور اضغاث احلام میں داخل ہیں تو ایسی خوابیں آئندہ بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہر سکتیں۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں اور رسُول نمائی کا قادرانہ دعویٰ کس قدر فضول بات ہے۔ حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ تمثل شیطان سے وہی خواب رسول بینی کی مبرّا ہو سکتی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے حُلیہ پر دیکھا گیا ہو ورنہ شیطان کا تمثل انبیاء کے پیرایہ میں نہ صرف جائز بلکہ واقعات میں سے ہے اور شیطان لعین تو خدا تعالےٰ کا تمثل اور اس کے عرش کی تجلی دکھلا دیتا ہے۔ پھر انبیاء کا تمثل اُس پر کیا مشکل ہے۔ اب جبکہ یہ بات ہے تو فرض کے طور پر اگر مان لیں کہ کسی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو اس بات پر کیونکر مطمئن ہوں کہ وہ زیارت درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک حُلیہ نبوی پر اطلاع نہیں اور غیر حُلیہ پر تمثل شیطان جائز ہے۔ پس اس زمانہ کے لوگوں کے لئے زیارت حقہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اس زیارت کے ساتھ بعض ایسے

خوارق اور علامات خاصہ بھی ہوں جن کی وجہ سے اس رؤیا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ مثلاً رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض بشارتیں پیش از وقوع بتلاویں یا بعض قضاء و قدر کے نزول کی باتیں پیش از وقوع مطلع کر دیں یا بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت اطلاع دے دیں یا قرآن کریم کی بعض آیات کے ایسے حقایق و معارف بتلاویں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے تو بلاشبہ ایسی خواب صحیح سمجھی جاوے گی۔ ورنہ اگر ایک شخص دعویٰ کرے جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری خواب میں آئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ فلاں شخص بیشک کافر اور دجّال ہے۔ اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ یہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا قول ہے یا شیطان کا یا خود اس خواب بین نے چالاکی کی راہ سے یہ خواب اپنی طرف سے بنالی ہے۔ سو اگر میر صاحب میں درحقیقت یہ قدرت حاصل ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی خواب میں آجاتے ہیں تو ہم میر صاحب کو یہ تکلیف دینا نہیں چاہتے کہ وہ ضرور ہمیں دکھا دیں۔ بلکہ وہ اگر اپنا ہی دیکھنا ثابت کر دیں اور علامات اربعہ کے ذریعہ سے اس بات کو بپایہ ثبوت پہنچا دیں کہ درحقیقت انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو ہم قبول کرلیں گے۔ اور اگر انہیں مقابلہ کا ہی شوق ہے تو اس سیدھے طور سے مقابلہ کریں جس کا ہم نے اس اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ ہمیں بالفعل ان کی رسُول بینی میں ہی کلام ہے چہ جائیکہ ان کی رسُول نمائی کے دعویٰ کو قبول کیا جائے۔ پہلا مرتبہ آزمایش کا تو یہی ہے کہ آیا میر صاحب رسول بینی کے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب؟ اگر صادق ہیں تو پھر اپنی کوئی خواب یا کشف شائع کریں جس میں یہ بیان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہوئی اور آپ نے اپنی زیارت کی علامت فلاں فلاں پیشگوئی اور قبولیّت دُعا اور انکشاف حقایق و معارف کو بیان فرمایا۔ پھر بعد اس کے رسُول نمائی کی دعوت کریں اور یہ عاجز حق کی تائید کی غرض سے اس بات کے لئے بھی حاضر ہے کہ میر صاحب رسُول نمائی کا اعجوبہ بھی دکھلاویں۔ قادیان میں آجائیں۔ مسجد موجود ہے۔ ان کے آنے جانے اور خوراک کا

تمام خرچ اس عاجز کے ذمہ ہوگا۔ اور یہ عاجز تمام ناظرین پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ صرف لاف و گزاف ہے اور کچھ نہیں دکھلا سکتے۔ اگر آئیں گے تو اپنی پردہ دری کرائیں گے۔ عقلمند سوچ سکتے ہیں کہ جس شخص نے بیعت کی۔ مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوا۔ اور مدت دس سال سے اس عاجز کو خلیفۃ اللہ اور امام اور مجدّد کہتا رہا اور اپنی خوابیں بتلاتا رہا کہ وہ اس دعوے میں صادق ہے۔ میر صاحب کی حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے۔ پیشگوئیوں کے منتظر رہیں جو ظاہر ہونگی۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۵۵ کو دیکھیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۳۵ اور ۳۹۶ کو بغور مطالعہ کریں۔ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیشگوئی کا انتظار کریں جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے:۔

ویستئلونک احق ھو قل ای وربّی انّہ لحق وما انتم بمعجزین زوجنا کھا لا مبدل لکلماتی وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے۔

۲۸ - ۲۷ - ۱۴ - ۲ - ۲۷ - ۲ - ۲۶ - ۲ - ۲۸ - ۱ - ۲۳ - ۱۵ - ۱۱ -

۱ - ۲ - ۲۷ - ۱۴ - ۱۰ - ۱ - ۲۸ - ۲۷ - ۴۷ - ۱۶ - ۱۱ - ۳۴ - ۱۴ - ۱۱ -

۷ - ۱ - ۵ - ۳۴ - ۲۳ - ۴۴ - ۱۱ - ۱۴ - ۷ - ۲۳ - ۱۴ - ۱ - ۱ - ۱

۱۴ - ۵ - ۲۸ - ۷ - ۳۴ - ۱ - ۷ - ۳۴ - ۱۱ - ۱۶ - ۱ - ۱۴ - ۷ - ۲ - ۱ - ۷ - ۵ - ۱ - ۱۴ -

۱۴ - ۲ - ۲۸ - ۱ - ۷ - والسلام علیٰ من فہم اسرارنا واتبع الہدیٰ

الناصح المشفق خاکسار غلام احمدؐ قادیانی۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء

(یہ اشتہار آسمانی فیصلہ بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر تقطیع کلاں ٹائٹل کے آخری دو صفحوں پر ہے)

(۷۴)

اطلاع

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسُول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور کرنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں۔ جس میں تمام مخلصین اگر خدا چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے

بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء سے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کے سُننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے **حقایق اور معارف** کے سُنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالےٰ اپنی طرف ان کو کھینچے۔ اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہو گا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو رُوحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس رُوحانی سلسلہ میں اور بھی کئی رُوحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کیلئے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجا دے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہو گا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تا کہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں۔ بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا حد اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور اب جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ پر

جس قدر احباب محض للہ تکلیف سفر اُٹھا کر حاضر ہوئے۔ خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

اعلان

ہمارے پاس کچھ جلدیں رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام موجود ہیں جن کی قیمت ایک روپیہ[عہ] ہے اور کچھ جلدیں کتاب ازالہ اوہام موجود ہیں جن کی قیمت فی جلد تین روپیہ ہے۔ محصولڈاک علاوہ ہے۔ جو صاحب خرید کرنا چاہیں منگوالیں۔ پتہ یہ ہے۔ **قادیان** ضلع گورداسپور بنام راقم رسالہ ہذا یا اگر چاہیں تو بمقام پٹیالہ میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر سے لے سکتے ہیں اور نیز یہ کتابیں پنجاب پریس سیالکوٹ میں مولوی غلام قادر صاحب فصیح مالک مطبع کے پاس بھی موجود ہیں۔ وہاں سے بھی منگوا سکتے ہیں۔

(یہ اشتہار آسمانی فیصلہ بار اوّل تقطیع کلاں مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

---

(۷۵)

ڈاکٹر جگن ناتھ صاحب[1] ملازم ریاست جموں

کو

آسمانی نشانوں کی طرف دعوت

میرے مخلص دوست اور للّٰہی رفیق اخویم حضرت مولوی حکیم نوردین صاحب فانی

---

[1] چونکہ یہ اشتہار حضرت اقدس علیہ السلام نے جلی لکھا تھا اس لئے جلی نقل کیا گیا۔ (المرتب)

فی ابتغاء مرضات ربانی ملازم و معالج ریاست جموں نے ایک عنایت نامہ[*] مورخہ ۷؍ جنوری ۱۸۹۲ء اس عاجز کی طرف بھیجا ہے جس کی عبارت کسی قدر نیچے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔

خاکسار نابکار نور الدین بحضور خدام والا مقام حضرت مسیح الزمان سلمہ الرحمٰن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسکے بعد بکمال ادب عرض پرداز ہے غریب نواز پرپرسوں ایک عرضی خدمت میں روانہ کی۔ اس کے بعد یہاں جموں میں ایک عجیب طوفان بے تمیزی کی خبر پہنچی جس کو بضرورت تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ازالہ اوہام[1] میں حضور والا نے ڈاکٹر جگناتھ کی نسبت ارقام فرمایا ہے کہ وہ گریز کر گئے

---

[*] نوٹ: حضرت مولوی صاحب کے محبت نامہ مؤخرہ کے چند فقرہ لکھتا ہوں غور سے پڑھنا چاہیئے تا معلوم ہو کہ کہاں تک رحمانی فضل سے ان کو انشراح صدر و صدق قدم و یقین کامل عطا کیا گیا ہے اور وہ فقرات یہ ہیں:۔ ”عالی جناب میرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو۔ اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جس طرح وہ راضی ہوسکے تیار ہوں۔ اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی ضرور ہے تو یہ نابکار (مگر محب انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں کام آوے۔ تم کلامہ جزاہ اللہ۔ حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال و عزت اور جانفشانی میں فانی ہیں۔ وہ خود نہیں بولتے بلکہ ان کی روح بول رہی ہے۔ درحقیقت ہم اسی وقت سچے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خداوند منعم نے ہمیں دیا ہم اس کو واپس دیں یا واپس دینے کے لئے تیار ہوجائیں۔ ہماری جان اس کی امانت ہے اور وہ فرماتا ہے ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔

سر کہ نہ در پائے عزیزش رود   بار گراں است کشیدن بدوش

منہ

---

[1] یہ ذکر ازالہ اوہام حصہ دوم ایڈیشن اول کے صفحہ ۷۷۹ پر ہے۔ (المرتب)

اب ڈاکٹر صاحب نے بہت سے ایسے لوگوں کو جو اس معاملہ سے آگاہ تھے کہا ہے۔

سیاہی سے یہ بات لکھی گئی ہے سُرخی سے اس پر قلم پھیر دو۔ میں نے ہرگز گریز نہیں کیا اور نہ کسی نشان کی تخصیص چاہی۔ مُردہ کا زندہ کرنا میں نہیں چاہتا اور نہ خشک درخت کا ہرا ہونا۔ یعنی بلا تخصیص کوئی نشان چاہتا ہوں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

اب ناظرین پر واضح ہو کہ پہلے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایک خط میں نشانوں کو تخصیص کے ساتھ طلب کیا تھا جیسے مُردہ زندہ کرنا وغیرہ۔ اس پر اُن کی خدمت میں خط لکھا گیا کہ تخصیص ناجائز ہے۔ خدائے تعالیٰ اپنے ارادہ اور اپنے مصالح کے موافق نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جبکہ نشان کہتے ہی اس کو ہیں کہ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو پھر تخصیص کی کیا حاجت ہے۔ کسی نشان کے آزمانے کے لئے یہی طریق کافی ہے کہ انسانی طاقتیں اس کی نظیر پیدا نہ کر سکیں اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے کوئی نہیں دیا تھا۔ اب پھر ڈاکٹر صاحب نے نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور مہربانی فرما کر اپنی اس پہلی قید کو اٹھا لیا ہے اور صرف نشان چاہتے ہیں۔ کوئی نشان ہو مگر انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔ لہذا آج ہی کی تاریخ یعنے ۱۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو بروز دوشنبہ ڈاکٹر صاحب

کی خدمت میں مکرر دعوت حق کے طور پر ایک خط رجسٹری شدہ بھیجا گیا ہے۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ اگر آپ بلاتخصیص کسی نشان کے دیکھنے پر سچے دل سے مسلمان ہونے کے لئے تیار ہیں تو اخبارات* مندرجہ حاشیہ میں حلفایہ اقرار اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ میں جو فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں ریاست جموں میں برعہدہ ڈاکٹری متعین ہوں۔ اس وقت حلفاً اقرار صحیح سراسر نیک نیتی اور حق طلبی اور خلوص دل سے کرتا ہوں کہ اگر میں اسلام کی تائید میں کوئی نشان دیکھوں جس کی نظیر مشاہدہ کرانے سے میں عاجز آجاؤں اور انسانی طاقتوں میں اس کا کوئی نمونہ انہیں تمام لوازم کے ساتھ دکھلا نہ سکوں تو بلا توقف مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس اشاعت اور اس اقرار کی اس لئے ضرورت ہے کہ خدائے قیوم و قدوس بازی اور کھیل کی طرح کوئی نشان دکھلانا نہیں چاہتا۔ جب تک کوئی انسان پورے انکسار اور ہدایت یابی کی غرض سے اس کی طرف رجوع نہ کرے تب تک وہ بنظر رحمت رجوع نہیں کرتا۔ اور اشاعت سے خلوص اور پختہ ارادہ ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ کے اعلام سے ایسے نشانوں کے

---

* پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور اور ناظم الہند لاہور اور اخبار عام لاہور اور نور افشاں لدھیانہ ۔

ظہور کے لئے ایک سال کے وعدہ پر اشتہار دیا ہے۔ سو وہی میعاد ڈاکٹر صاحب کے لئے قائم رہے گی۔ طالب حق کے لئے یہ کوئی بڑی میعاد نہیں۔ اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو سزا اور تاوان میری مقدرت کے موافق میرے لئے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب ہونے کی حالت میں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں۔

ہماں بہ کہ جاں در رہ او فشانم　　جہاں راچہ نقصاں اگر من نمانم

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المعلن المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

یازدہم جنوری ۱۸۹۲ء

(منقول از رسالہ آسمانی فیصلہ صفحہ ۱۷ تقطیع کلاں۔ ایڈیشن اول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(۷۶)

منصفین کے غور کے لائق ہے

یہ بات بالکل سچ ہے کہ جب دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں تو جسمانی آنکھیں بلکہ سارے حواس ساتھ ہی بند ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سُنتا ہوا نہیں سُنتا اور سمجھتا ہوا نہیں سمجھتا۔ اور زبان پر حق جاری نہیں ہو سکتا۔ دیکھو ہمارے محجوب مولوی کیسے دانا کہلا کر تعصب کی وجہ سے نادانی میں ڈوب گئے۔ دینی دشمنوں کی طرح آخر افتراؤں پر آ گئے۔ ایک صاحب اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ ایک اپنے لڑکے کی نسبت الہام سے خبر دی تھی کہ یہ باکمال ہو گا حالانکہ وہ صرف چند مہینہ جی کر مر گیا۔ مجھے تعجب ہے کہ ان جلد باز مولویوں کو ایسی باتوں کے کہنے کے وقت کیوں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی آیت یاد نہیں رہتی۔ اور کیوں یک دفعہ اپنے باطنی جذام اور عداوت اسلام کو دکھلانے لگتے ہیں۔ اگر کچھ حیا ہو تو اب اس بات کا ثبوت دیں کہ اس عاجز کے کس الہام میں لکھا گیا ہے کہ وہی لڑکا جو فوت ہو گیا درحقیقت وہی موعود لڑکا ہے۔ الہام الٰہی میں صرف اجمالی طور پر خبر ہے کہ ایسا لڑکا پیدا ہو گا اور خدا تعالیٰ کے پاک الہام نے کسی کو اشارہ کر کے مورد اس پیشگوئی کا نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اشتہار فروری ۱۸۸۶ء میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ بعض لڑکے صغر سن میں فوت بھی ہوں گے۔ پھر اس بچے کے فوت ہونے سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا کوئی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اب فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اجتہاد سے کسی اپنے بچہ پر یہ خیال بھی کر لیں کہ شاید یہ وہی پسر موعود ہے اور ہمارا اجتہاد خطا جائے تو اس میں الہام الٰہی کا کیا قصور ہو گا۔ کیا نبیوں کے اجتہادات میں اس کا کوئی نمونہ نہیں۔ اگر ہم نے وفات یافتہ لڑکے کی نسبت کوئی قطعی الدلالت الہام کسی اپنی کتاب میں لکھا ہے تو وہ پیش کریں۔ جھوٹ

بولنا اور نجاست کھانا ایک برابر ہے۔ تعجب کہ ان لوگوں کو نجاست خوری کا کیوں شوق ہو گیا۔ آجتک صدہا الہامی پیشگوئیاں سچائی سے ظہور میں آئیں جو ایک دُنیا میں مشہور کی گئیں مگر ان مولویوں نے ہمدردی اسلام کی راہ سے کسی ایک کا بھی ذکر نہ کیا۔ دلیپ سنگھ کا ارادہ سیر ہندوستان و پنجاب سے ناکام رہنا صدہا لوگوں کو پیش از وقوع سُنایا گیا تھا۔ بعض ہندوؤں کو پنڈت دیانند کی موت کی خبر چند مہینے اس کے مرنے سے پہلے بتلائی گئی تھی۔ اور یہ لڑکا بشیر الدین محمود جو پہلے لڑکے کے بعد پیدا ہوا، ایک اشتہار میں اس کی پیدائش کی قبل از تولّد خبر دی گئی تھی۔ سردار محمد حیات خاں کی معطلی کے زمانہ میں ان کی دوبارہ بحالی کی لوگوں کو خبر سُنا دی گئی تھی۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور پر مصیبت کا آنا پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا اور پھر ان کی بریّت کی خبر نہ صرف ان کو پیش از وقت پہنچائی گئی تھی بلکہ صدہا آدمیوں میں مشہور کی گئی تھی۔ ایسا ہی صدہا نشان ہیں جن کے گواہ موجود ہیں کیا ان دیندار مولویوں نے کبھی ان نشانوں کا بھی نام لیا۔ جس کے دل پر خدا تعالےٰ مُہر کرے اُس کے دل کو کون کھولے۔ اب بھی یہ لوگ یاد رکھیں کہ ان کی عداوت سے اسلام کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جائیں گے مگر اسلام کا نُور دن بدن ترقی کرے گا۔ خدا تعالےٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نُور دُنیا میں پھیلاوے۔ اسلام کی برکتیں اب ان مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رُک نہیں سکتیں۔ خدا تعالےٰ نے مجھے مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔ انا الفتّاح افتح لک۔ تریٰ نصرًا عجیبًا و یخرّون علی المساجد۔ ربّنا اغفر لنا انّا کنّا خاطئین۔ جلابیب الصدق۔ فاستقم کما اُمرت۔ الخوارق تحت منتہیٰ صدق الاقدام۔ کن للّٰہ جمیعًا و مع اللّٰہ جمیعًا۔ عسیٰ ان یبعثک ربّک مقامًا محمودًا۔ یعنی میں فتاح ہوں۔ تجھے فتح دوں گا۔ ایک عجیب مدد تو دیکھے گا اور منکر یعنی بعض اُن کے جن کی قسمت میں ہدایت مقدر ہے اپنے سجدہ گاہوں پر گریں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش۔

ہم خطا پر تھے۔ یہ صدق کے جلابیب ہیں جو ظاہر ہوں گے۔ سو جیسا کہ تجھے حکم کیا گیا ہے استقامت اختیار کر۔ خوارق یعنی کرامات اس محل پر ظاہر ہوتی ہیں جو انتہائی درجہ صدق اقدام کا ہے۔ تُو سارا خدا کے لئے ہو جا۔ تُو سارا خدا کے ساتھ ہو جا! خدا تجھے اس مقام پر اُٹھائے گا جس میں تُو تعریف کیا جائے گا۔ اور ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف کے ساتھ فرمایا کہ میں تجھے عزّت دُوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا۔ یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو! اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ۔ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ۔ اور کوئی فریب اُٹھا نہ رکھو۔ پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی ؎

المُنبّہ النّاصح۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ جنوری ۱۸۹۲ء

یہ اشتہار علیحدہ بھی شائع ہوا۔ اور رسالہ فیصلہ آسمانی تقطیع کلاں بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱۹ پر بھی ہے

---

(۷۷)

عام اطلاعؔ :-

اس عاجز نے عوام کے اوہام اور وساوس دُور کرنے کے لئے یہ بات قرین مصلحت سمجھی ہے کہ ایک جلسہ عام میں ان الزامات کا شافی جواب سنایا جاوے جو علماء اس عاجز پر لگاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کواکب کو ملائک قرار دیا ہے۔ معجزات

لے یہ اشتہار شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم سے لے کر نقل کیا گیا ہے (المرتب)

اور لیلۃ القدر سے انکار ہے وغیرہ وغیرہ۔ سوان بیجا الزامات کے رفع دفع کے لئے یہ تقریر سُنائی جاوے گی۔ اور تمام صاحبوں پر واضح رہے کہ اس جلسہ میں کوئی بحث نہیں ہوگی۔ بحث اور سوالات کے جواب دوسرے وقتوں میں ہو سکتے ہیں۔ اس جلسہ میں صرف اپنی تقریر سُنائی جائے گی۔ لہذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب اس شرط سے تشریف لانا چاہیں کہ صرف اس عاجز کی تقریر کو سُنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ مُنہ سے نہ نکالیں وہ اس تقریر کے سُننے کے لئے چونی منڈی کوٹھی منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر میں بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء بروز یک شنبہ بوقت ڈیڑھ بجے دن کے تشریف لاویں۔ اور واضح رہے کہ اس جلسہ میں کسی قدر اس طریق فیصلہ کے بارے میں تقریر ہوگی۔ جو انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سچوں کی تائید میں خود آسمان سے اس فیصلہ کو ظاہر کرتا ہے تا جھوٹے چالاک زبان دراز کو ملزم اور ساکت اور ذلیل کرے۔ فقط۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المطلع میرزا غلام احمد عفی عنہ قادیانی مقام لاہور

مورخہ ۲۸ جنوری ۱۸۹۲ء

(مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور)

---

(۷۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعویٰ نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جا رہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی

عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہو گیا جو عبارت درج ذیل ہے۔

المرقوم ۳؍ فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳؍ رجب ۱۳۰۹ھ

العبد	العبد	العبد	العبد
برکت علی وکیل چیفکورٹ پنجاب	محی الدین المعروف صوفی	خاکسار رحیم بخش	فضل دین
العبد	العبد	العبد	العبد
(دستخط انگریزی)	رحیم اللہ	ابو یوسف محمد مبارک علی	حبیب اللہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین۔ اما بعد تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ **فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام** میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوۃ ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا و کلّا۔ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے **سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم** خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جلّ شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مُراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدّث مُراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُکلّم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا

انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴۔ باب مناقب عمرؓ۔ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اُس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرما لیں۔ اور نیز عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقلہ نکالنے والا ہے۔ جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط سے تشریح کی جائے گی جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہلسنّت والجماعت خیال کرتے ہیں۔ سو میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لئے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دوں گا اور مطابق اہل سُنّت والجماعت کے بیان کر دوں گا۔

راقم

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی مؤلف رسالہ توضیح مرام و ازالۃ الاوہام

[illegible] ۳ فروری ۱۸۹۲ء

[illegible] (محمدی پریس لاہور)

[illegible] غلام نبی سنگ ساز و کاتب

---

(۷۹)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اس عاجز کے ایک مخلص دوست جو سلسلہ مبایعین میں داخل ہیں اور خاص مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں۔ جوان صالح اور پرہیزگار جس کا کسی قدر ذکر خیر رسالہ ازالہ اوہام میں

موجود ہے۔ بعض مالی حوادث کی وجہ سے اس ملک ہند میں تشریف لائے تھے اور مدت چار سال سے اس انتظار میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فتوح غیب میسر آوے تا کسی قدر باسامان ہو کر اپنے وطن مقدس کی طرف مراجعت فرما دیں۔ لیکن اللہ جلّ شانہٗ کی مشیت سے اُج تک ایسا اتفاق نہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے حق ہمدردی کا پُورا نہ کیا۔ اس عرصہ میں صاحب موصوف ہماری جماعت میں داخل ہوئے اور ایک مدت سے میری صحبت میں ہیں۔ اور میں دن رات نظر تعمق سے اُن کے حالات کو دیکھتا اور جانچتا ہوں۔ فی الواقعہ وہ صالح اور تفرقہ زدہ اور قابل رحم ہیں۔ اور اس قدر حالت عُسر اور تنگدستی میں مبتلا ہیں کہ دس کوس چلنے کے لئے ان کے پاس زاد راہ نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اپنے وطن مانوس میں پہنچ سکیں یا اپنے مافات کا تدارک کر سکیں۔ لہذا میں محض للہ اپنے تمام بھائیوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ جیسا اللہ جلّشانہٗ نے فرمایا ہے تعاونوا علی البرّ والتقویٰ اور نیز فرماتا ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالمرحمہ۔ اپنے اس غریب بھائی اور مسافر اور تفرقہ زدہ اور ہموطن ہمارے سید و مولیٰ رسُول اللہ ﷺ کی اپنی مقدرت اور وسعت کے موافق ہمدردی اور خدمت کریں اور اس خدمت کی بجاآوری میں کوئی فوق الطاقت امر مقصود نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص ایک پیسہ دینے کی توفیق رکھتا ہے وہ پیسہ دیوے۔ اور جو شخص ایک روپیہ دے سکتا ہے وہ روپیہ ادا کرے۔ بلکہ توفیق پر کچھ موقوف نہیں ہے۔ اپنے انشراح صدر کے لحاظ سے کم و بیش چندہ میں شریک ہو جائیں یعنی اگر کوئی اپنی خوشی خاطر اور پوری پوری انشراح سے زیادہ دینے پر قادر ہو وہ زیادہ دیوے۔ اور کچھ گرانی ہو تو ایک پیسہ یا ایک کوڑی کافی ہے۔ ہماری طرف سے تاکید یہ ہے کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے بکلی ثواب سے محروم نہ رہے۔ اور اس ناجائز حیا اور شرم کی وجہ سے کہ بہت دینے کو دل نہیں چاہتا اور ایک پیسہ یا ایک پائی دینا اپنی مقدرت سے کمتر ہے امر صالح کو نہ چھوڑے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں کوئی ایسا شخص مصیبت زدہ

نہیں کہ وہ ایک پیسہ دینے پر بھی قادر نہ ہو سکے اور اس چندہ کے لئے میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ اس روپیہ کے تحویل دار منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے پنجاب لاہور مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر ایک صاحب جو چندہ دینا چاہیں وہ براہ راست منشی صاحب موصوف کی خدمت میں بھیج دیں۔ اور میرے نزدیک مناسب ہے کہ جس شہر کی جماعت کو اس چندہ پر اطلاع ہو وہ الگ الگ اپنا چندہ ارسال نہ کریں۔ بلکہ تمام صاحبوں کا جو اس شہر میں رہتے ہوں ایک جگہ چندہ جمع کر کے وہ رقم اکھٹی منشی صاحب کی خدمت میں بھیجی جاوے اور اس میں تاخیر اور توقف جائز نہیں۔ بہت جلد اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور اس جگہ قرین مصلحت سمجھ کر چند خاص دوستوں کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں جنہوں نے آج ۱۷ مارچ سنہ ۹۲ کو چندہ دیا۔ فہرست چندہ دہندگان

مرزا غلام احمد (صاحب) صہ/ مولوی محمد احسن صاحب ۸/ حاجی عبدالمجید خاں صاحب لدھانوی ۸/ محمد خاں صاحب کپورتھلہ ۸/ ظفر احمد صاحب کپورتھلہ ۸/ مولوی محمد حسین صاحب سلطان پور ۴/ چودھری امیر الدین صاحب گڑھ شنکر ۴/ رحمت اللہ صاحب لدھانوی۔ انگشتری۔ شیخ عبدالرحمٰن لدھانوی سہ پائی۔ شیخ برکت علی گورداسپور ۴/ نجم الدین صاحب ۴/ رستم علی ڈپٹی انسپکٹر عـــہ ۱/

المشتہر

خاکسار **مرزا غلام احمد از جالندھر** ۱۷ مارچ سنہ ۹۲

(مطبوعہ مطبع منشی فخر الدین لاہور)

(۸۰)

آسمانی فیصلہ کے متعلق خط و کتابت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از جانب عباس علی۔ بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ عرض ہے کہ جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنۃ صفحہ ۵۱ جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے وعدے کے کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں۔ بھیج کر التماس ہے کہ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرمادیں کہ اس کے موافق عملدرآمد کیا جاوے۔ اور مضمون صفحہ ۵۱ بغور ملاحظہ ہو کہ فریق ثانی آپ کے عاجز ہونے پر کام شروع کرے گا۔

الراقم عباس علی از لودھیانہ ۶؍ مئی ۱۸۹۲ء

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذی اصطفٰی

امابعد بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا رقعہ پہنچا۔ آپ لکھتے ہیں جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے دعوے کے اشاعت السنۃ میں کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرمادیں۔ فقط۔ اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر درحقیقت کوئی صوفی صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اٹھے ہیں اور جو کچھ فیصلہ آسمانی میں اس عاجز نے لکھا ہے اس کو قبول کر کے تصفیہ حق

اور باطل کا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ وہ چوروں کی طرح کارروائی نہ کریں پردہ سے اپنا موںھ باہر نکالیں اور مرد میدان بن کر ایک اشتہار دیں۔ اسی اشتہار میں بتصریح اپنا نام لکھیں اور اپنا دعویٰ بالمقابل ظاہر فرمائیں اور پھر اس طرز پر چلیں جس طرز پر اس عاجز نے فیصلہ آسمانی میں تصفیہ چاہا ہے۔ اور اگر وہ طرز منظور نہ ہو تو فریقین میں ثالث مقرر ہو جائیں۔ جو کچھ وہ ثالث حسب ہدایت اللہ اور رسُول کے رُوحانی آزمایش کا طریق پیش کریں وہی منظور کیا جائے۔ چوروں اور نامردوں اور مخنثوں کی طرح کارروائی کرنا کسی صوفی صافی کا کام نہیں ہے جبکہ اس عاجز نے علانیہ اپنی طرف سے دو ہزار جلد فیصلہ آسمانی کی چھپوا کر اسی غرض سے تقسیم کی ہے تا اگر اس فرقہ مکفرہ میں کوئی صوفی اور اہل صلاح موجود ہے تو میدان میں باہر آجائے۔ تو پھر بُرقع کے اندر بولنا کس بات پر دلالت کر رہا ہے۔ کیا یہ شخص مرد ہے یا عورت جو اپنے تئیں صُوفی کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔ کیا اس عاجز نے بھی اپنا نام لکھنے سے کنارہ کیا ہے۔ پھر جس حالت میں میری طرف سے مردانہ کارروائی ہے اور کھُلے کھُلے طور سے اپنا نام لکھا ہے تو یہ صوفی کیوں چھپتا پھرتا ہے۔ مناسب ہے کہ اُسی طرح مقابل پر اپنا نام لکھیں کہ میں ہوں فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو منصف لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ کارروائی ان لوگوں کی دیانت اور انصاف اور حق طلبی سے بعید ہے۔ اب بالفعل اس سے زیادہ لکھنا ضرورت نہیں۔ جس وقت اس صوفی محجوب پردہ نشین کا چھپا ہوا اشتہار میری نظر سے گذرے گا اس وقت اس کی درخواست کا مفصّل جواب دُوں گا۔ ابھی تک میرے خیال میں ایسے صُوفی اور عنقا میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ فقط۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

الراقم خاکسار غلام احمد ۷ مئی سنہ ۹۲ء

مکرر یہ کہ ایک نقل اس کی چھپنے کیلئے اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ میں بھیجی گئی تا کہ یہ کارروائی

مخفی نہ رہے۔ بالآخر یاد رہے کہ اگر اس رقعہ کے چھپنے اور شائع ہونے کے بعد کوئی صوفی صاحب میدان میں نہ آئے اور بالمقابل کھڑے نہ ہوئے اور مرد میدان بن کر بتصریح اپنے نام کے اشتہار شائع نہ کئے تو سمجھا جائے گا کہ دراصل کوئی صوفی نہیں۔ صرف شیخ بٹالوی کی ایک مفتریانہ کارروائی ہے۔ فقط۔

جواب الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ بخدمت میرزا غلام احمد صاحب۔ سلام مسنون۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷؍ مئی میرے نیاز نامہ کے جواب میں وارد ہوا۔ اُسے اول سے آخر تک پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے دانستہ ٹلانے کے واسطے سوال از آسمان جواب از ریسمان کے موافق عمل کر کے بچنا چاہا ہے۔ اصل مطلب تو آپ نے چھوڑ دیا یعنی آزمائش کے واسطے وقت اور مقام مقرر نہیں کیا بلکہ پھر آپ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ جناب من! جس طرح آپ نے فیصلہ آسمانی میں چھاپا تھا۔ اسی طرح اشاعۃ السنۃ میں ان صوفی صاحب نے جواب تُرکی بہ تُرکی شایع کر دیا ہے۔ آپ کو تو غیرت کر کے بلاتحریک دیگرے خود ہی طیار ہو جانا چاہیئے تھا۔ برعکس اس کے تحریک کرنے پر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں اور ٹلاتے ہیں۔ صوفی صاحب نے خود قصداً اپنا نام پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی مصلحت سے ظاہر نہیں کیا۔ ناحق آپ نے کلمات گستاخانہ صوفی صاحب کی نسبت لکھ کر ارتکاب عصیان کیا۔ سو آپ کو اس سے کیا بحث ہے۔ آپ کو تو اپنے دعویٰ کے موافق تیار ہونا چاہیئے۔ مولوی محمد حسین صاحب خود ذمہ دار ہیں فوراً مقابلہ پر موجود کر دیں گے۔ لہذا اب آپ ٹلائیں نہیں۔ مرد میدان بنیں اور صاف لکھیں کہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر موجود ہو کر سلسلہ آزمائش و اظہار کرامت متدعویہ

شروع کیا جائے گا۔ یہ عاجز بعد عجز و نیاز عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے دعویٰ میں اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ میدان میں آؤ۔ دیکھو یا دکھاؤ۔ صاف باطن لوگ دغل باز نہیں ہوتے۔ حیلہ بہانہ نہیں کیا کرتے۔ برکات آسمانی والے کمیٹیاں مقرر کیا کرتے ہیں۔ رجسٹر کھلوایا کرتے ہیں۔ اس قسم کی کارروائی صرف دھوکہ دینا اور دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ افسوس صد افسوس۔ اللہ سے ڈرو۔ قیامت پیش نظر رکھو۔ ایسی مریدی پیری پر خاک ڈالو جس مطبع میں آپ اپنا مضمون چھاپنے کے لئے بھیجیں اس عاجز کے مضمون کو بھی زیر قدم چھاپ دیں۔

عریضہ نیاز۔ میر عباس علی از لدھیانہ۔ روز دوشنبہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۲ء

جواب جواب الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

بعد ہذا بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا جواب الجواب مجھ کو ملا جس کے پڑھنے سے بہت ہی افسوس ہوا۔ آپ مجھ کو لکھتے ہیں کہ صوفی صاحب کے مقابلہ پر مرد میدان بنیں۔ اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ آپ کی اس تحریر پر مجھ کو رونا آتا ہے۔ صاحب میں نے کب اور کس وقت حیلہ بہانہ کیا۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صوفی صاحب جن کے نام کا بھی اب تک کچھ پتہ ونشان نہیں میدان میں کھڑے ہیں۔ میں نے آپ کو ایک صاف اور سیدھی بات لکھی تھی کہ جب تک کوئی مقابل پر نہ آوے اپنا نام نہ بتاوے۔ اپنا اشتہار شائع نہ کرے کس سے مقابلہ کیا جائے۔ میں کیونکر اور کن وجوہ سے اس بات پر تسلی پذیر ہو جاؤں کہ آپ یا شیخ بٹالوی اس صوفی گمنام کی طرف سے وکیل بن گئے ہیں۔ کوئی وکالت نامہ نہ آپ نے پیش کیا اور نہ بٹالوی نے۔ اور ابتک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس صوفی پردہ نشین کو وکیلوں کی ضرورت کیوں پڑی۔ کیا وہ خود ستر میں ہے یا دیوانہ یا نابالغ۔ بجز اس کے

کیا سمجھنا چاہیئے کہ اگر فرض کے طور پر کوئی صوفی ہی ہے تو کوئی فضول گو اور مفتری آدمی ہے جو بوجہ اپنی مفلسی اور بے سرمایگی کے اپنی شکل دکھانی نہیں چاہتا۔ میں متعجب ہوں۔ یہ سیدھی بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ یہ کس قسم کی بات ہے کہ صوفی تو عورتوں کی طرح چھپتا پھرے اور مرد میدان بن کر میرے مقابلہ پر نہ آوے اور الزام اس عاجز پر ہو کہ کیوں صوفی کے مقابل پر کھڑے نہیں ہوتے۔ صاحب من! میں تو بحکم اللہ جلشانہٗ کھڑا ہوں اور خدا تعالےٰ کے یقین دلانے سے قطعی طور پر جانتا ہوں کہ اگر کوئی صوفی وغیرہ میرے مقابل آئے گا۔ تو خدا تعالےٰ اس کو سخت ذلیل کرے گا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ اس واحد لاشریک عزاسمہٗ نے مجھ کو خبر دی ہے جس پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ ایسے صوفیوں کی مَیں کس سے مثال دوں وہ ان عورتوں کی مانند ہیں جو گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھیں اور پھر کہیں کہ ہم نے مردوں پر فتح پائی۔ ہمارے مقابل پر کوئی نہ آیا۔ میں پھر مکرر کہتا ہوں کہ بٹالوی کی تحریر سے مجھ کو سخت شُبہ ہے اور اس کے ہر روزہ افتراء پر خیال کر کے میرے دل میں یہی جما ہوا ہے کہ یہ صوفی کا تذکرہ محض فرضی طور پر اس نے اپنی اشاعت السنّہ میں لکھ دیا ہے ورنہ مقابلہ کا دم مارنا اور پھر پردہ میں رہنا کیا راست باز آدمیوں کا کام ہے۔ اس صوفی کو چاہیئے کہ میری طرح کھُلے اشتہار دے کہ میں حسب دعوت فیصلہ آسمانی تمہارے مقابل پر آیا ہوں۔ اور میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ اگر اس اشتہار کے شائع ہونے اور میرے پاس پہنچائے جانے کے بعد میں خاموش رہا تو جس قدر آپ نے اپنے اس خط میں ایسے الفاظ لکھے ہیں کہ "حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ صاف باطن دغل باز نہیں ہوتے" یہ سارے الفاظ آپ کے میری نسبت صحیح ٹھہریں گے ورنہ دشنام دہی سے زیادہ نہیں۔ جب انسان کی آنکھ بند ہو جاتی ہے تو اس کو روز روشن بھی رات ہی معلوم ہوتی ہے۔ اگر آپ کی آنکھ میں ایک ذرّہ بھی نور باقی ہوتا تو آپ سمجھ لیتے کہ حیلہ بہانہ کون کرتا ہے۔ کیا وہ شخص جس نے صاف طور پر دو ہزار اشتہار تقسیم کر کے ایک دنیا پر ظاہر کر دیا کہ میں میدان میں کھڑا ہوں۔ کوئی میرے

مقابل پر آوے، یا وہ شخص کر چوروں کی طرح غار کے اندر بول رہا ہے۔ جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں خدا تعالیٰ کی ان پر لعنت ہے۔ پس اگر یہ صوفی درحقیقت کوئی انسان ہے تو محمد حسین کی ناجائز وکالتوں کے برقع میں مخفی نہ رہے اور خدا تعالیٰ کی لعنت سے ڈرے۔ اگر اس کے پاس حق ہے تو حق کو لے کر میدان میں آجائے۔ جبکہ مجھ کو کوئی معین شخص سامنے نظر نہیں آتا تو میں کس سے مقابلہ کروں۔ کیا مُردہ سے یا ایک فرضی نام سے۔ اور آپ کو یاد رہے کہ اگر میری نظر میں یہ صوفی ایک خارجی وجود رکھتا تو میں جیسا کہ میرے پر ظاہر ہوتا اس کے مرتبہ کے لحاظ سے باخلاق اس سے کلام کرتا۔ مگر جبکہ میری نظر میں صرف یہ ایک فرضی نام ہے جس کا میرے خیال میں خارج میں وجود ہی نہیں تو اس کے حق میں سخت گوئی محض ایک فرضی نام کے حق میں سخت گوئی ہے۔ ہاں سخت گوئی آپ نے کی ہے سو میں آپ کے اس ترک ادب اور لعن طعن اور سب اور شتم کو خدا تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔ فقط ٭

راقم مرزا غلام احمد

مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا۔ آئندہ ہماری طرف ایسی پُر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔ جب یہ تحریریں چھپ جائیں گی منصف لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ کس کی بات انصاف پر مبنی ہے اور کس کی سراسر ظلم اور تعصب سے بھری ہوئی ہے۔

مرزا غلام احمد۔ ۹ مئی ۱۸۹۲ء۔ ۱۱ عید الفطر ۱۳۰۹ھ

(مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

یہ اشتہار $\frac{20\times26}{4}$ کے دو صفحوں پر ہے جو ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۹۲ء میں طبع ہوا ہے۔ (المرتب)

(۸۱)

ضروری اشتہار

اس عاجز کا ارادہ ہے کہ اشاعت دین اسلام کے لئے ایسا احسن انتظام کیا جائے کہ ممالک ہند میں ہر جگہ ہماری طرف سے واعظ و مناظر مقرر ہوں اور بندگان خدا کو دعوۃ حق کریں تا حجّت اسلام روئے زمین پر پوری ہو۔ لیکن اس ضعف اور قلت جماعت کی حالت میں ابھی یہ ارادہ کامل طور پر انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ بالفعل یہ تجویز کیا ہے کہ اگر حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو ایک فاضل جلیل اور امین اور متقی اور خدمت اسلام میں بدل و جان فدا شدہ ہیں قبول کریں تو کسی قدر جہانتک ممکن ہو یہ خدمت ان کے سپرد کی جائے۔ مولوی صاحب موصوف بچوں کی تعلیم اور درس قرآن و حدیث اور وعظ و نصیحت اور مباحثہ اور مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے اگر وہ اس کام میں لگ جائیں۔ لیکن چونکہ انسان کو حالت عیالداری میں وجوہ معیشت سے چارہ نہیں اس لئے یہ فکر سب سے مقدم ہے کہ مولوی صاحب کے کافی گذارہ کیلئے کوئی احسن تجویز ہو جائے یعنی یہ کہ ہر ایک ذی مقدرت صاحب ہماری جماعت میں سے دائمی طور پر جب تک خدا تعالیٰ چاہے ان کے گذارہ کے لئے حسب استطاعت اپنے کوئی چندہ مقرر کریں اور پھر جو کچھ مقرر ہو بلا توقف ان کی خدمت میں بھیج دیا کریں۔ دنیا چند روزہ مسافر خانہ ہے۔ آخرت کیلئے نیک کاموں کے ساتھ تیاری کرنی چاہیئے مبارک وہ شخص جو ذخیرہ آخرت کے اکٹھا کرنے کے لئے دن رات لگا ہوا ہے۔ اس اشتہار کے پڑھنے پر جو صاحب چندہ کے لئے تیار ہوں وہ اس عاجز کو اطلاع دیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۶ ؍ مئی ۱۸۹۲ء

(منقول از نشان آسمانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل صفحہ ج)

(۸۲)

ضروری گذارش

اُن باہمت دوستوں کی خدمت میں جو کسی قدر امداد

امور دین کے لئے مقدرت رکھتے ھیں

اے مردان بکوشید برائے حق بجوشید

اگرچہ پہلے ہی سے میرے مخلص احباب للہی خدمت میں اس قدر مصروف ہیں کہ میں شکر ادا نہیں کرسکتا اور دعا کرتا ہوں کہ خداوندکریم ان کو ان تمام خدمات کا دونوں جہانوں میں زیادہ سے زیادہ اجر بخشے۔ لیکن اس وقت خاص طور پر توجہ دلانے کے لئے یہ امر پیش آیا ہے کہ آگے تو ہمارے صرف بیرونی مخالف تھے اور فقط بیرونی مخالفت کی ہمیں فکر تھی اور اب وہ لوگ بھی جو مسلمان ہونے کا دعوے کرتے ہیں بلکہ مولوی اور فقیہ کہلاتے ہیں، سخت مخالف ہوگئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عوام کو ہماری کتابوں کے خریدنے بلکہ پڑھنے سے منع کرتے اور روکتے ہیں۔ اسی لئے ایسی دقتیں پیش آگئی ہیں جو بظاہر ہیبت ناک معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ہماری جماعت سُست نہ ہو جائے تو عنقریب یہ سب دقتیں دُور ہو جائیں گی۔ اس وقت ہم پر فرض ہوگیا ہے کہ بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کی خرابیوں کی اصلاح کرنے کے لئے بدل وجان کوشش کریں اور اپنی زندگی کو اسی راہ میں فدا کردیں۔ اور وہ صدق قدم دکھلاویں جس سے خدا تعالےٰ جو پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والا اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہے راضی ہوجائے۔ اسی بنا پر میں نے قصد کیا ہے کہ اب قلم اُٹھا کر پھر اس کو اُس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک کہ خدا تعالےٰ اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر کامل طور پر حجت پُوری کر کے حقیقت علسویہ کے حربہ سے حقیقت دجّالیہ کو پاش پاش نہ کرے۔ لیکن کوئی قصد بجز توفیق وفضل و امدادِ

رحمت الٰہی انجام پذیر نہیں ہوسکتا اور خدا تعالیٰ کی بشارات پر نظر کرکے جو بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ اس عاجز کو بھی امید ہے کہ وہ اپنے اس بندہ کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنے دین کو اس خطرناک پراگندگی میں نہیں چھوڑے گا جو اب اس کے لاحق حال ہے۔ مگر برعایت ظاہری جو طریق مسنون ہے۔ من انصاری الی اللہ بھی کہنا پڑتا ہے۔ سو بھائیو جیسا کہ میں ابھی بیان کرچکا ہوں سلسلہ تالیفات کو بلافصل جاری رکھنے کے لئے میرا پختہ ارادہ ہے اور یہ خواہش ہے کہ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد جس کا نام **نشان آسمانی** ہے رسالہ **دافع الوساوس** طبع کراکر شائع کیا جاوے اور بعد اس کے بلاتوقف رسالہ **حیات النبی و ممات المسیح** جو یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جائے گا شائع ہو اور بعد اس کے بلاتوقف حصہ پنجم براہین احمدیہ جس کا دوسرا نام **ضرورت قرآن** رکھا گیا ہے ایک مستقل کتاب کے طور پر چھپنا شروع ہو۔ لیکن میں اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے یہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے ذی مقدرت دوست اس کی خریداری سے مجھ کو بدل و جان مدد دیں۔ اس طرح پر کہ حسب مقدرت اپنے ایک نسخہ یا چند نسخے اس کے خرید لیں۔ جن رسائل کی قیمت تین آنہ یا چار آنہ یا اس کے قریب ہو۔ ان کو ذی مقدرت احباب اپنے مقدور کے موافق ایک مناسب تعداد تک لے سکتے ہیں۔ اور پھر وہی قیمت دوسرے رسالہ کے طبع میں کام آسکتی ہے۔ اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک و اموال و زیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بیکس کوئی بھی نہیں۔ اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض عین ہے جو اسی راہ میں **اعانت اسلام** میں زکوٰۃ دی جاوے زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔ اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں جیسے رسالہ احکام القرآن اور اربعین فی

علامات المقربین اور سراج منیر اور تفسیر کتاب عزیز۔ لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام ازبس ضروری ہے۔ اس لئے بشرط فرصت کوشش کی جائے گی کہ یہ رسائل بھی درمیان میں طبع ہو کر شائع ہو جائیں۔ آیندہ ہر ایک امر اللہ جلّ شانہ کے اختیار میں ہے۔ یفعل ما یشاء وھو علیٰ کل شئ قدیر ٭

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۲۸ مئی ۱۸۹۲ء

(منقول از نشان آسمانی بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ﻟ۔ب)

---

(۸۳)

تبلیغ روحانی

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اگر خود آدمی کاہل نباشد در تلاش حق   خدا خود راہ بنماید طلب گار حقیقت را

یہ بات قرآن کریم اور حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ مومن رؤیا صالحہ مبشرہ دیکھتا ہے اور اس کے لئے دکھائی بھی جاتی ہیں۔ بالخصوص جبکہ مومن لوگوں کی نظر میں مطرود اور مخذول اور ملعون اور مردود اور کافر اور دجّال بلکہ اکفر اور شر البریّۃ ہو۔ اس کو فتت اور شکست خاطر کے وقت میں کچھ مکالمات پُر از لطف و احسان خدا تعالیٰ کی طرف سے مومن کے ساتھ واقع ہوتے ہیں اس کو کون جانتا ہے۔

رحمت خالق کہ حرز اولیا ست   ہست پنہاں زیر لعنت ہائے خلق

یہ عاجز خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس تکفیر کے وقت میں کہ ہر یک طرف سے اس زمانہ کے علماء کی آوازیں آرہی ہیں کہ لست مومنا۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ ندا ہے کہ قل انّی امرت و انا اول المومنین۔ ایک طرف حضرات مولوی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کی بیخکنی کرو اور ایک طرف الہام ہوتا ہے۔ یتربّصون علیک الدوائر علیھم دائرۃ السوء۔ اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس شخص کو سخت ذلیل اور رسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے کہ انّی مھینٌ من اراد اھانتک۔ اللہ اجرک۔ اللہ یعطیک جلالک۔ اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے الہام پر بتواتر زور دے رہا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ غرض یہ تمام مولوی صاحبان خدا تعالےٰ سے لڑ رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔

بالآخر واضح ہو کہ اس وقت میرا مدعا اس تحریر سے یہ ہے کہ بعض صاحبوں نے پنجاب اور ہندوستان سے اکثر خوابیں متعلق زیارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور نیز الہامات بھی اس عاجز کے بارہ میں لکھ کر بھیجے ہیں جن کا مضمون قریباً اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور یا بذریعہ الہام کے خدا تعالےٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص یعنے یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے، اس کو قبول کرو۔ چنانچہ بعض نے ایسی خوابیں بھی بیان کیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہایت غضب کی حالت میں نظر آئے اور معلوم ہوا کہ گویا آنحضرتؐ روضہ مقدسہ سے باہر تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمام ایسے لوگ جو اس شخص یعنے اس عاجز کو عمداً ستا رہے ہیں۔ قریب ہے جو ان پر غضب الٰہی نازل ہو۔ اوّل اوّل اس عاجز نے ان خوابوں کی طرف التفات نہیں کی۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ کثرت سے

دُنیا میں یہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہانتک کہ بعض لوگ محض خوابوں کے ہی ذریعہ سے عناد اور کینہ کو ترک کرکے کامل مخلصین میں داخل ہو گئے اور اسی بنا پر اپنے مالوں سے امداد کرنے لگے۔ سو مجھے اس وقت یاد آیا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ الہام درج ہے جس کو دس برس کا عرصہ گذر گیا اور وہ یہ ہے ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء۔ یعنے ایسے لوگ تیری مدد کریں گے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کرینگے سو وہ وقت آگیا۔ اس لئے میرے نزدیک قرین مصلحت ہے کہ جب ایک معقول اندازہ ان خوابوں اور الہاموں کا ہو جائے تو ان کو ایک رسالہ مستقلہ کی صورت میں طبع کرکے شائع کیا جائے کیونکہ یہ بھی ایک شہادت آسمانی اور نعمت الٰہی ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ واما بنعمۃ ربک فحدّث۔ لیکن پہلے اس سے ضروری طور پر یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ آئندہ ہر ایک صاحب جو کوئی خواب یا الہام اس عاجز کی نسبت دیکھ کر بذریعہ خط اس سے مطلع کرنا چاہیں تو اُن پر واجب ہے کہ خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر اپنے خط کے ذریعہ سے اس بات کو ظاہر کریں کہ ہم نے واقعی اور یقینی طور پر خواب دیکھی ہے اور اگر ہم نے کچھ اس میں ملایا ہے تو ہم پر اسی دُنیا اور آخرت میں لعنت اور عذاب الٰہی نازل ہو۔ اور جو صاحب پہلے قسم کھا کر اپنی خوابیں بیان کر چکے ہیں۔ ان کو دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ تمام صاحب جنہوں نے خوابیں یا الہامات تو لکھ کر بھیجے تھے لیکن وہ بیانات ان کے مؤکد بقسم نہیں تھے ان پر واجب ہے کہ پھر دوبارہ ان خوابوں یا الہامات کو قسم کے ساتھ مؤکد کرکے ارسال فرماویں اور یاد رہے کہ بغیر قسم کے کوئی خواب یا الہام یا کشف کسی کا نہیں لکھا جاوے گا۔ اور قسم بھی اس طرز کی چاہیئے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے۔

اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مؤاخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے

جیسا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعوے جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۂ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص ہو۔ اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رویا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی برا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے

تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کریگا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دُخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو۔ ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آیندہ تمہیں اختیار ہے

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؛

المبلّغ غلام احمد۔ عفی عنہ

(منقول از نشان آسمانی ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ۳۸ تا ۴۱)

---

(۸۴)

شیخ بٹالوی صاحب کے فتوائے تکفیر کی کیفیت

اس فتوے کو میں نے اوّل سے آخر تک دیکھا جن الزامات کی بنار پر یہ فتویٰ لکھا ہے انشاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلاف واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے جس کا نام دافع الوساوس ہے۔ بایںہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن طعن پہ کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ۔ بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور ملعون اور دجال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے وہ بخارات نکال لئے جو دیانت اور امانت

اور تقویٰ کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے اور جس قدر میری اتمام حجت اور میری سچائی کی تلخی سے ان حضرات کو زخم پر زخم پہنچا۔ اس صدمہ عظیمہ کا غم غلط کرنے کے لئے کوئی اور طریق بھی تو نہیں تھا بجز اس کے کہ لعنتوں پر آجاتے۔ مجھے اس بات کو سوچ کر بھی خوشی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں اور مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح علیہ السلام کو تحفہ دیا تھا۔ وہ بھی تو یہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہلِ کتاب کی تاریخ اور ہر چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثیل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سُنکر بہت ہی خوش ہونا چاہیئے کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو حقیقت دجالیہ کے ہلاک اور فانی کرنے کے لئے حقیقت عیسویہ سے متصف کیا۔ ایسا ہی اس نے اس حقیقت کے متعلق جو جو نوازل و آفات تھے ان سے بھی خالی نہ رکھا۔ لیکن اگر کچھ افسوس ہے تو صرف یہ کہ بٹالوی صاحب کو اس فتوے کے طیار کرنے میں یہودیوں کے فقیہوں سے بھی زیادہ خیانت کرنی پڑی۔ اور وہ خیانت تین قسم کی ہے۔

اوّل یہ کہ بعض لوگ جو مولویت اور فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتے۔ وہ صرف مکفّرین کی تعداد بڑھانے کے لئے مفتی قرار دیئے گئے۔ **دوسری** یہ کہ بعض ایسے لوگ جو علم سے خالی اور علانیہ فسق و فجور بلکہ نہایت بدکاریوں میں مبتلا تھے وہ بڑے عالم متشرّع متصور ہو کر اُن کی مُہریں لگائی گئیں۔ **تیسرے** ایسے لوگ جو علم اور دیانت رکھتے تھے۔ مگر واقعی طور پر اس فتوے پر انہوں نے مُہر نہیں لگائی۔ بلکہ بٹالوی صاحب نے سراسر چالاکی اور افترا سے خود بخود اُن کا نام اس میں جڑ دیا۔ ان تینوں قسم کے لوگوں کے بارے میں ہمارے پاس تحریری ثبوت ہیں۔ اگر بٹالوی صاحب یا کسی اور صاحب کو اس میں شک ہو تو وہ لاہور میں ایک جلسہ منعقد کر کے ہم سے ثبوت مانگیں۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد یوں تو تکفیر کوئی نئی بات نہیں۔ ان مولویوں کا آبائی طریق یہی چلا آتا ہے کہ یہ لوگ ایک باریک بات سُن کر فی الفور اپنے کپڑوں سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ

عقل تو ان کو دی ہی نہیں کہ بات کی تہہ تک پہنچیں اور اسرار غامضہ کی گہری حقیقت کو دریافت کر سکیں۔ اس لئے اپنی نافہمی کی حالت میں تکفیر کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور اولیار کرام میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ ان کی تکفیر سے باہر رہا ہو۔ یہاں تک کہ اپنے مُونہہ سے کہتے ہیں کہ جب مہدی موعود آئے گا تو اس کی بھی مولوی لوگ تکفیر کریں گے۔ اور ایسا ہی حضرت عیسےٰ جب اُتریںگے تو ان کی بھی تکفیر ہو گی۔ ان باتوں کا جواب یہی ہے کہ اے حضرات آپ لوگوں سے خدا کی پناہ۔ اوسبحانہٗ خود اپنے برگزیدہ بندوں کو آپ لوگوں کے شر سے بچاتا آیا ہے۔ ورنہ آپ لوگوں نے تو ڈائن کی طرح امت محمدیہ کے تمام اولیار کرام کو کھا جانا چاہا تھا اور اپنی بدزبانی سے نہ پہلوں کو چھوڑا نہ پچھلوں کو اور اپنے ہاتھ سے اُن نشانیوں کو پوری کر رہے ہیں جو آپ ہی بتلا رہے ہیں۔ تعجب کہ یہ لوگ آپس میں بھی تو نیک ظن نہیں رکھتے۔ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ موحدین کی بے دینی پہ مدار الحق میں شاید تین سو کے قریب مُہر لگی تھی۔ پھر جبکہ تکفیر ایسی سستی ہے تو پھر ان کی تکفیروں سے کوئی کیونکر ڈرے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جعلسازی سے بہت کام لیا ہے۔ اور طرح طرح کے افترار کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے۔

(منقول از رسالہ "نشان آسمانی" بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ۴۲-۴۴)

---

(۸۵)

طبِّ رُوحانی

یہ کتاب حضرت حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم کی تالیفات میں سے ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے اس کتاب میں اس علم مخفی سلب امراض اور توجہ کو مبسوط طور پر بیان

کیا ہے جس کو حال کے مشائخ اور پیرزادے اور سجادہ نشین پوشیدہ طور پر اپنے خاص خلیفوں کو سکھلایا کرتے تھے اور ایک عظیم الشان کرامت خیال کی جاتی تھی اور جس کی طلب میں اب بھی بعض مولوی صاحبان دُور دُور کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے محض للہ عام و خاص کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کو منگوا کر ضرور ہی مطالعہ کریں کہ یہ بھی منجملہ ان علوم کے ہے جو انبیاء پر فائض ہوئے تھے بلکہ حضرت مسیح کے معجزات تو اسی علم کے سرچشمہ میں سے تھے۔

کتاب کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ صاحبزادہ افتخار احمد صاحب جو لدھیانہ محلہ جدید میں رہتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں خط و کتابت کرنے سے قیمتاً مل سکتی ہے۔

(منقول از نشان آسمانی ایڈیشن اوّل صفحہ د۔ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

---

(۸۶)

آئینہ کمالاتِ اسلام

یہ کتاب جس کا نام عنوان میں درج ہے میں نے بڑی محنت اور تحقیق اور تفتیش سے صرف اس غرض اور نیت سے تالیف کی ہے کہ تا اسلام کے کمالات اور قرآن کریم کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کروں اور مخالفین کو دکھلاؤں کہ قرآن حمید کن اغراض کے پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور انسان کے لئے اس کا کیا مقصد ہے۔ اور وہ اس مقصد میں کس قدر دوسرے مذاہب سے امتیاز اور فضیلت رکھتا ہے اور بایں ہمہ اس کتاب میں ان تمام اوہام اور وساوس کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ جو کوتاہ نظر لوگ مدعیان اسلام

ہو کر پھر ایسی باتیں مونہہ پر لاتے ہیں جو درحقیقت اللہ اور رسُول اور قرآن کریم کی ان میں اہانت ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کا دوسرا نام **دافع الوساوس** بھی رکھا گیا ہے۔ لیکن ہر مقام اور ہر محل میں زور کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا ایک دین اسلام ہی ہے جس کو **دین اللہ** کہنا چاہیئے۔ جو سچائی کو سکھلاتا اور نجات کی حقیقی راہیں اس کے طالبوں کے لئے پیش کرتا ہے اور اُخروی رستگاری کے لئے کسی بیگناہ کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ اور نہ انسان کو بخشایش الہٰی سے ایسا نومید کرتا ہے کہ جب تک ایسا گنہگار انسان کروڑہا کیڑوں مکوڑوں وغیرہ حیوانات کی جُون میں نہ پڑے تب تک کوئی سبیل اور کوئی چارہ اور کوئی علاج اس کے گناہ بخشے جانے کا نہیں۔ گویا اس دنیوی زندگی میں ایک صغیرہ گناہ کرنے سے بھی تمام دروازے رحمت کے بند ہو جاتے ہیں۔ اور آخر انسان ایک لاعلاج بیماری سے بڑے درد اور دُکھ کے ساتھ اور سخت نومیدی کی حالت میں دوسرے عالم کی طرف کوچ کرتا ہے بلکہ قرآن کریم میں نجات کی وہ صاف اور سیدھی اور پاک راہیں بتلائی گئی ہیں کہ جن سے نہ تو انسان کو خدا تعالیٰ سے نومیدی پیدا ہوتی ہے اور نہ خدائے تعالےٰ کو کوئی ایسا نالایق کام کرنا پڑتا ہے کہ گناہ تو کوئی کرے اور سزا دوسرے کو دی جاوے۔ غرض یہ کتاب ان نادر اور نہایت لطیف تحقیقاتوں پر مشتمل ہے جو مسلمانوں کی ذرّیت کے لئے نہایت مفید اور آج کل روحانی ہیضہ سے بچنے کے لئے جو اپنے زہرناک مادہ سے ایک عالم کو ہلاک کرتا جاتا ہے نہایت مجرّب اور شفا بخش شربت ہے۔ اور چونکہ یہ کتاب بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کے فسادوں کی اصلاح پر مشتمل ہے اور جہانتک میرا خیال ہے میں یقین کرتا ہوں کہ **یہ کتاب اسلام اور فرقان کریم اور حضرت سیدنا و مولانا خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم** کی برکات دُنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور مبارک ذریعہ ہے۔ اس لئے میں نے

اللہ جلشانہ پر توکل کر کے چودہ سو ۱۴۰۰ کاپی چھپوانی شروع کر دی ہے اور امید ہے کہ ڈیڑھ ماہ یا غایت دو ماہ تک یہ کام بخیر وخوبی ختم ہو جائیگا اور چونکہ میں نے بغرض اہتمام بلیغ صحت وخوشخطی و دیگر مراتب پریس کو اپنے مسکن قادیان میں معہ اس کے تمام عملہ و اسباب وسامان کے منگوالیا ہے اور کاغذ بھی بہت عمدہ لگایا گیا ہے۔ اس لئے مجھ کو اس کتاب کے اہتمام طبع میں معمولی صورتوں سے دو چند خرچ کرنا پڑا۔ اور اگرچہ میری نظر میں یہ یقینی امر ہے کہ کتاب کی ضخامت اس قدر بڑھ جائے گی کہ شاید اصل قیمت اس کی بنظر تمام مصارف اور حرجوں کے دو روپیہ یا اس سے بھی زیادہ ہو۔ مگر چونکہ یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ بعض لوگ بباعث نابینائی اور نہایت کم توجہی کے دین اور دینی کتابوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور حقایق اور معارف کے موتیوں کو کوڑیوں کے مول پر بھی لینا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہر یک نقصان اور حرج قبول کر کے صرف ایک روپیہ اس کتاب کی قیمت مقرر کی گئی ہے۔ مگر محصول علاوہ ہے اس مقام میں اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب اور اخویم حکیم فضل دین صاحب اور اخویم نواب محمد علیخاں صاحب اور اخویم مولوی سیّد تفضل حسین صاحب اور احباب سیالکوٹ اور کپورتھلہ کی ہمدردی کا شکر قابل اظہار ہے کہ انہوں نے میری پہلی کتابوں کی خریداری میں بہت مدد دی۔ جس کا ذکر انشاء اللہ محض ترغیباً للمسلمین اس کتاب کے آخر میں معہ ذکر دیگر احباب کیا جائے گا۔ خدا تعالے سب کو ہمدردی اسلام کے لئے جگاوے۔ اور اس خدمت کے لئے آپ ان کے دلوں میں الہام کرے۔ اگرچہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں جان دینے کو بھی حاضر ہیں اور اگر ہماری جانفشانی سے کچھ بن سکتا ہے تو ہم اپنا خون بہانے کو بھی طیار ہیں۔

؎ کہ نہ در پائے عزیزش روز	بارِ گران است کشیدن بدوش

مگر اس وقت مال کا کام ہے جو ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ جمہوری کام جمہور کی توجہ سے ہوتے ہیں۔ بھائیو! تم دیکھتے ہو کہ اسلام کے باغ پر کس قدر ہر طرف سے تیشے رکھے گئے ہیں اور اسلام کی نسبت کیا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور ہمارے پیارے نبی ہمارے محبوب رسُول افضل الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کچھ افترار کئے جاتے ہیں اور کس قدر ذریعے خلق اللہ کے بہکانے کیلئے استعمال کئے گئے ہیں۔ بھائیو آج وہ دن ہے کہ فقرار کی دُعا اور علمار کی علمیت اور اغنیار کی دولت اسلام کی عزت اور نبی کریمؐ کے جلال اور شوکت ظاہر کرنے کیلئے اس زور شور سے خرچ ہو کہ جیسے ایک سفلہ دنیا پرست کور باطن اپنے کسی عزیز فرزند کی شادی کے لئے دل کھول کر اپنا مال عزیز خرچ کرتا ہے یا ایک جاہل امیر اپنی شان و شوکت کی عمارت بنانے کے لئے ایک خزانہ کھول دیتا ہے۔ سو اٹھو اور کچھ خدمت کر لو کہ دنیا روزے چند اور آخر کار با خداوند۔ اگرچہ اس عاجز کا ذرہ ذرہ اس جوش میں ہے کہ اس پُر ظلمت زمانہ میں اللہ جلّشانہ اور اس کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور صداقت ظاہر کرے تا اسلام کی روشنی کے دن دوبارہ آویں۔ لیکن جو باتیں مصارف مالی پر موقوف ہیں وہاں کیا ہو سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ آپ پر رحم کرے۔

اگر اس وقت اور اس زمانہ میں کوئی دولت مند خواب غفلت سے بیدار ہو جائے تو مولیٰ کریم اور اس کے رسُول سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے راضی کرنے کے لئے کیسا عمدہ اور مبارک وقت ہے۔

بیدار شو گر عاقلی دریاب گر اہلِ دلی ❊ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمدؐ از مقام قادیان ضلع گورداسپور

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان ضلع گورداسپور — دہم اگست ۱۸۹۲ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر ہے)

(۸۷)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست ٭ در پریشاں حالی و درماندگی

اس وقت میں ضروری طور پر اپنے دوستوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اخویم مکرم حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب جو اس وقت بمقام بھوپال محلہ چوبدار پورہ میں نوکری سے علیحدہ ہو کر بخانہ نشین ہیں۔ بوجہ تکالیف عُسر ہمدردی کے لائق ہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف بڑے صابر اور متوکل اور خدا تعالیٰ پر اپنے کاروبار چھوڑنے والے ہیں۔ لیکن ہمیں خود موقعہ ثواب کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ حضرت مکرم مولوی حکیم نور دین صاحب ایسے للّٰہی کاروبار اور نوائب الحق میں سب سے پہلے قدم رکھتے تھے۔ مگر اس وقت برادر موصوف اپنے تعلق ملازمت ریاست جموں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہر یک بھائی کی اپنے اپنے مقدرت کے موافق توجہ درکار ہے۔ پہلے اکثر صاحب اس رائے کی طرف مائل تھے کہ جس وقت حضرت مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے لئے ایک رقم معقول چندہ ماہواری کی جو چالیس روپیہ ماہواری سے کم نہ ہو، قرار پا جائے تو اس وقت مولوی صاحب کو پنجاب میں بُلا لیا جائے اور جس وقت وہ تشریف لے آویں اسی تاریخ سے ماہواری چندہ ادا کرنا لازم سمجھا جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کو اس تفرقہ اور پریشانی میں ڈالنا ضروری نہیں۔ خدمت دین کا کام وہ بھوپال میں رہ کر بھی کر سکتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہر یک صاحب جو چندہ دینے کو طیار ہیں یکم اگست ۱۸۹۲ء سے اپنے ذمہ چندہ واجب الادا قرار دیں اور دو ماہ کا چندہ یعنے بابت اگست اور ستمبر ۱۸۹۲ء بلا توقف مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ اور آئندہ

ماہ بماہ یا دو ماہ کے بعد یا غایت تین ماہ کے بعد جس طرز سے سہولیّت دیکھیں براہ راست اپنا اپنا چندہ مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں ارسال فرما دیا کریں۔ اور میری معرفت چندہ بھیجنا کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس میں حرج متصور ہے۔ چاہیئے کہ براہ راست بھوپال دارالریاست میں چوبدار پورہ کے محلہ میں چندہ بھیجدیا کریں۔ اور اب تک جن جن صاحبوں نے حضرت مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے لئے چندہ دینا تجویز کیا ہے ان کے نام نامی معہ تعداد چندہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ معہ پتہ سکونت	تعداد چندہ
۱	منشی ہاشم علی صاحب پٹواری برنالہ علاقہ ریاست پٹیالہ	۴ر
۲	شہزادہ عبد المجید صاحب لُدھیانہ کھڈ محلہ	۲ر
۳	منشی رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر ریلوے	عار
۴	منشی فیاض علی صاحب دارالریاست کپور تھلہ	۴ر
۵	منشی عبد الرحمٰن صاحب کپور تھلہ	۴ر
۶	شیخ رحمت اللہ صاحب گجرات پنجاب	عہ ر
۷	دولت خاں ملازم مقام کالکا اسٹیشن کالکا	۴ر
۸	مفتی محمد صادق مدرس جموّں متوطن بھیرہ	۴ر
۹	حکیم فضل الدین صاحب بھیروی	عار
۱۰	بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک انبالہ چھاؤنی	عہ ر
۱۱	خلیفہ نور دین صاحب تاجر کتب جموّں	عہ ر
۱۲	حضرت مولوی حکیم نورالدّین صاحب	صہ ر
۱۳	سید حمید شاہ صاحب زبانی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب	۸ر

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ معہ پتہ سکونت	تعداد چندہ
۱۴	مولوی غلام قسادر فصیح صاحب سیالکوٹ	عار
۱۵	میاں محمد علی صاحب لاہور معرفت بابو نبی بخش صاحب کلرک دفتر اگزیمینر ریلوے	۴ر
۱۶	میاں مظفر دین صاحب لاہور معرفت ″ ″ ″ ″	۴ر
۱۷	میاں عبدالرحمن صاحب لاہور ″ ″ ″ ″	۴ر
۱۸	حافظ فضل احمد صاحب لاہور ″ ″ ″ ″	۴ر
۱۹	منشی مولا بخش صاحب لاہور ″ ″ ″ ″	۴ر
۲۰	بابو نبی بخش کلرک دفتر اگزیمنر صاحب لاہور ریلوے	۸ر
۲۱	سید امیر علیشاہ صاحب سارجنٹ ضلع سیالکوٹ	عہ ر
۲۲	سید خصیلت علیشاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر کڑیانوالہ۔ گجرات	عہ ر

ان تمام حضرات کی خدمت میں مکرر عرض ہے کہ اگر کوئی مجبوری بشریت یا کوئی پریشانی مانع نہ ہو تو ضرور اس اشتہار کے پہنچنے کے ساتھ ہی دو ماہہ چندہ یعنی بابت اگست ستمبر ۹۲ء حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں بلا توقف ارسال فرماویں۔ پتہ وہی بھوپال محلہ چوبدار پورہ۔ لیکن جو حضرات کسی پریشانی یا تبدل حال کی وجہ سے بالفعل مجبور ہوں وہ اس عرضداشت سے مستثنیٰ ہیں۔

اطلاع اور خوشخبری

کتاب آئینہ کمالات اسلام پانچ جزو تک چھپ چکی ہے۔ لیکن پہلے جو ارادہ کیا گیا تھا اس سے کتاب کی ضخامت بڑھ گئی ہے۔ شاید دو چند یا اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے دو حصے کئے جائیں۔ ہر یک حصہ قیمت مناسب کے ساتھ شائع ہوگا اور شاید ایک ماہ تک پہلا حصہ شائع ہو جائے۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء بروز دوشنبہ

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان ضلع گورداسپور

اطلاع } ہمارے یہاں قادیان میں شیخ نور احمد صاحب کا پریس آ گیا ہے۔ اگر ہمارے دوستوں میں سے یا دوستوں کے دوستوں میں سے اس پریس میں کچھ چھپانا چاہیں تو پریس کی امداد اور قادیان میں اس کے قایم رہنے کا موجب ہو سکتا ہے۔

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۸۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ہذا بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے محبوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہوگا۔ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ

اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں چنانچہ انہیں دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں۔ اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم۔ کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادراہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت او صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے۔ اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتدا سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان

سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جاتی ہے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالےٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دُور فرما دے۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین ؎

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ۔ عفی اللہ عنہ

(۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحہ پر ہے) (مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

---

(۸۹)

مُباہلہ کے لئے اشتہار

اُن تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں۔ عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا تعالیٰ سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔ اس طرح

پر کہ اوّل آپ کو مجلس مُباہلہ میں اپنے عقاید کے دلائل از روئے قرآن اور حدیث کے سُناؤں اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مُباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بطالوی۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے تمام وہ مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مُہلت دیتا ہوں۔ اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا اور نہ کافر کہنے سے باز آئے تو پھر اللہ تعالےٰ کی حُجّت اُن پر پوری ہوگی۔ میں اوّل یہ چاہتا تھا کہ وہ تمام بے جا الزامات جو میری نسبت ان لوگوں نے قائم کر کے موجب کُفر قرار دیئے ہیں اس رسالہ میں ان کا جواب شائع کروں۔ لیکن بباعث بیمار ہو جانے کاتب اور حرج واقع ہونے کے ابھی تک وہ حصہ طبع نہیں ہو سکا۔ سو میں مباہلہ کی مجلس میں وہ مضمون بہرحال سُنا دوں گا۔ اگر اس وقت طبع ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ لیکن یاد رہے کہ ہماری طرف سے یہ شرط ضروری ہے کہ تکفیر کا فتویٰ لکھنے والوں نے جو کچھ سمجھا ہے اوّل اس تحریر کی غلطی ظاہر کی جائے۔ اور اپنی طرف سے دلائل شافیہ کے ساتھ اتمام حجت کیا جائے اور پھر اگر باز نہ آویں تو اُسی مجلس میں مباہلہ کیا جائے۔ اور مباہلہ کی اجازت کے بارے میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا۔ وہ یہ ہے :-

نظر اللہ الیک معطرًا۔ وقالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا۔ قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ قالوا کتاب ممتلئ من الکفر والکذب۔ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم

ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین ؎

یعنے خدا تعالیٰ نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قایم کردے گا کہ جو دنیا میں فساد پھیلادے۔ تو خدا تعالیٰ نے اُن کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے۔ سو ان کو کہدے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں۔ پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔

یہ وہ اجازت مباہلہ ہے جو اس عاجز کو دی گئی۔ لیکن ساتھ اس کے جو بطور تبشیر کے اور الہامات ہوئے ان میں سے بھی کسی قدر لکھتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔ یوم یجیٔ الحق ویکشف الصدق ویخسر الخاسرون۔ انت معی وانا معك ولا یعلمها الا المسترشدون۔ نرد الیك الکرّۃ الثانیه ونبدلنك من بعد خوفك امنًا۔ یأتی قمر الانبیاء وامرك یتأتی۔ یسر اللّٰہ وجهك وینیر برهانك۔ سیولد لك الولد ویدنیٰ منك الفضل۔ ان نوری قریبٌ وقالوا انّٰی لك ھذا قل ھو اللّٰہ عجیب۔ ولا تیئس من روح اللّٰہ۔ انظر الی یوسف واقباله۔ قد جاء وقت الفتح والفتح اقرب۔ یخرّون علی المساجد ربنا اغفر لنا انا کنا خاطئین۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ اردت ان استخلف فخلقت اٰدم نجی الاسرار انا خلقنا الانسان فی یوم موعود۔ یعنی اس دن حق آئے گا اور صدق کھل جائے گا اور جو لوگ خسارہ میں ہیں وہ خسارہ میں پڑیں گے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں

ہم پھر تجھ کو غالب کریں گے۔ اور خوف کے بعد امن کی حالت عطا کر دیں گے۔ نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا۔ اور تیرے برہان کو روشن کر دیگا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہو گا۔ اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مراتب تجھ کو کہاں۔ ان کو کہہ کہ وہ خدا عجیب خدا ہے۔ اس کے ایسے ہی کام ہیں۔ جس کو چاہتا ہے اپنے مقربوں میں جگہ دیتا ہے۔ اور میرے فضل سے نومید مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو۔ فتح کا وقت آرہا ہے اور فتح قریب ہے۔ مخالف یعنی جن کے لئے توبہ مقدر ہے اپنے سجدہ گاہوں میں گرینگے کہ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ خدا تمہیں بخش دیگا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک اپنا خلیفہ زمین پر مقرر کروں تو میں نے آدم کو پیدا کیا جو نجی الاسرار ہے۔ ہم نے ایسے دن اس کو پیدا کیا جو وعدہ کا دن تھا یعنے جو پہلے سے پاک نبی کے واسطہ سے ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ فلاں زمانہ میں پیدا ہو گا۔ اور جس وقت پیدا ہو گا فلاں قوم دُنیا میں اپنی سلطنت اور طاقت میں غالب ہو گی اور فلاں قسم کی مخلوق پرستی روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہو گی۔ اسی زمانہ میں وہ موعود پیدا ہوا۔ اور وہ صلیب کا زمانہ اور عیسٰی پرستی کا زمانہ ہے۔ جو شخص کہ سمجھ سکتا ہے چاہیئے کہ ہلاک ہونے سے پہلے سمجھ لے۔ یکسر الصلیب پر غور کرے یقتل الخنزیر کو سوچے۔ یضع الجزیۃ کو نظر تدبر سے دیکھے جو یہ سب امور اہل کتاب کے حق میں اور ان کی شان میں صادق آسکتے ہیں نہ کسی اور کے حق میں۔ پھر جب تسلیم کیا گیا کہ اس زمانہ میں اعلیٰ طاقت عیسائی مذہب کی طاقت اور عیسائی گورنمنٹوں کی طاقت ہو گی جیسا کہ قرآن کریم بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے تو پھر ان طاقتوں کے ساتھ ایک فرضی اور خیالی اور وہمی دجال کی گنجائش کہاں۔ یہی لوگ تو ہیں جو تمام زمین پر محیط ہو گئے ہیں۔ پھر اگر ان کے مقابل پر کوئی اور دجال خارج ہو تو وہ باوجود ان کے کیونکر زمین پر محیط ہو۔ ایک میان میں دو تلواریں تو سما نہیں سکتیں۔ جب ساری زمین پر دجال کی بادشاہت

ہوگی تو پھر انگریز کہاں ہوں گے اور روس کہاں اور جرمن اور فرانس وغیرہ یورپ کی بادشاہتیں کہاں جائیں گی۔ حالانکہ مسیح موعود کا عیسائی سلطنتوں کے وقت ظاہر ہونا ضروری ہے۔ اور جب مسیح موعودؑ کے لئے یہی ضروری ہے کہ دنیا میں عیسائی طاقتوں کو ہی دنیا پر غالب پاوے اور تمام مفاسد کی کُنجیاں انہیں کے ہاتھ میں دیکھے انہیں کی صلیبوں کو توڑے اور انہیں کے خنزیروں کو قتل کرے اور انہیں کو اسلام میں داخل کر کے جزیہ کا قصہ تمام کرے۔ تو پھر سوچو کہ فرضی دجّال کی سلطنت باوجود عیسائی سلطنت کے کیونکر ممکن ہے۔ مگر یہ غلط ہے کہ مسیح موعود ظاہری تلوار کے ساتھ آئے گا۔ تعجب کہ یہ علماء یضع الحرب کے کلمہ کو کیوں نہیں سوچتے اور حدیث الائمۃ من القریش کو کیوں نہیں پڑھتے پس جبکہ ظاہری سلطنت اور خلافت اور امامت بجز قریش کے کسی کے لئے رہا ہی نہیں تو پھر مسیح موعود جو قریش میں سے نہیں ہے۔ کیونکر ظاہری خلیفہ ہو سکتا ہے اور یہ کہنا کہ وہ مہدی سے بیعت کرے گا اور اس کا تابع ہوگا اور نوکروں کی طرح اس کے کہنے سے تلوار اُٹھائے گا۔ عجب بیہودہ باتیں ہیں۔ نہیں حضرات خدا تعالےٰ آپ لوگوں کو ہدایت دے۔ مسیح موعود کی روحانی خلافت ہے۔ دنیا کی بادشاہتوں سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔ اس کو آسمانی بادشاہت دی گئی ہے۔ اور آج کل یہ زمانہ بھی نہیں کہ تلوار سے لوگ سچا ایمان لا سکیں۔ آجکل تو پہلی تلوار پر ہی نادان لوگ اعتراض کر رہے ہیں۔ چہ جائیکہ نئے سر سے ان کو تلواروں سے قتل کیا جائے۔ ہاں روحانی تلوار کی سخت حاجت ہے سو وہ چلے گی اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

اب ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔ لیکن ذیل میں ایک روحانی تلوار مخالفوں پر چلا دیتے ہیں اور وہ یہ ہے[1]:۔

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۱۶۱ سے صفحہ ۲۷۱ تک ہے)

---

[1] یہ اشارہ اس اشتہار کی طرف ہے جو آگے نمبر ۹۰ پر درج ہے (مرتب)

(۹۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(اللہ اکبر خربت الذلۃ علی کل مخالف)

اشتہار

بنام جملہ پادری صاحبان وہندو صاحبان وآریہ صاحبان وبرہمو صاحبان وسکھ صاحبان ودہری صاحبان ونیچری صاحبان وغیرہ صاحبان

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر رسلہ وافضل انبیائہ وسلالۃ اصفیائہ محمد ن المصطفیٰ الذی یصلے علیہ اللہ وملائکتہ والمؤمنون المقربون۔ امابعد چونکہ اس زمانہ میں مذاہب مندرجہ عنوان تعلیم قرآن کے سخت مخالف ہیں اور اکثر ان کے ہمارے سیّد ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے اور قرآن شریف کو ربّانی کلام تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے رسُول کریمؐ کو مفتری اور ہمارے صحیفہ پاک کتاب اللہ کو مجموعہ افترار قرار دیتے ہیں۔ اور ایک زمانہ دراز ہم میں اور ان میں مباحثات میں گذر گیا۔ اور کامل طور پر ان کے تمام الزامات کا جواب دے دیا گیا۔ اور جو ان کے مذاہب اور کتب پر الزامات عاید ہوتے

ہیں وہ شرطیں باندھ باندھ کر اُن کو سُنائے گئے اور ظاہر کر دیا گیا کہ ان کے مذہبی اصول اور عقائد اور قوانین جو اسلام کے مخالف ہیں۔ کیسے دُور از صداقت اور جائے ننگ و عار ہیں۔ مگر پھر بھی ان صاحبوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور نہ ہی اپنی شوخی اور بدزبانی کو چھوڑا۔ آخر ہم نے پورے پورے اتمام حجّت کی غرض سے یہ اشتہار آج لکھا ہے۔ جس کا مختصر مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

صاحبو! تمام اہلِ مذاہب جو سزا جزا کو مانتے ہیں اور بقاء رُوح اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اگرچہ صدہا باتوں میں مختلف ہیں مگر اس کلمہ پر سب اتفاق رکھتے ہیں **جو خدا موجود ہے**۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسی خدا نے ہمیں یہ مذہب دیا ہے اور اسی کی یہ ہدایت ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کی مرضی پر چلنے والے اور اس کے پیارے بندے صرف ہم لوگ ہیں اور باقی سب موردِ غضب اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالےٰ سخت ناراض ہے۔ پس جبکہ ہر یک کا دعویٰ ہے کہ میری راہ خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہے۔ اور مدارِ نجات اور قبولیّت فقط یہی راہ ہے وبس۔ اور اسی راہ پر قدم مارنے سے خدا تعالےٰ راضی ہوتا ہے اور ایسوں سے ہی وہ پیار کرتا ہے اور ایسوں کی ہی وہ اکثر اور اغلب طور پر باتیں مانتا ہے اور دُعائیں قبول کرتا ہے۔ تو پھر فیصلہ نہایت آسان ہے۔ اور ہم اس کلمہ مذکورہ میں ہر یک صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی یہ سچ ہے کہ سچے اور جھوٹے میں اسی دنیا میں کوئی ایسا مابہ الامتیاز قائم ہونا چاہیئے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہو۔ یُوں تو کوئی اپنی قوم کو دوسری قوموں سے خدا ترسی اور پرہیزگاری اور توحید اور عدل اور انصاف اور دیگر اعمالِ صالحہ میں کم نہیں سمجھے گا۔ پھر اس طور سے فیصلہ ہونا محال ہے۔ اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں وہ قابلِ تعریف باتیں ایک بے نظیر کمالی کے ساتھ پائی جاتی ہیں جن سے اسلام کی خصوصیّت ثابت ہوتی ہے

مثلاً جیسے اسلام کی توحید، اسلام کا تقوےٰ، اسلام کے قواعد، حفظانِ عفت، حفظانِ حقوق جو عملاً و اعتقاداً کروڑہا افراد میں موجود ہیں۔ اور اس کے مقابل پر جو کچھ ہمارے مخالفوں کی اعتقادی اور عملی حالت ہے۔ وہ ایسی شے ہے جو کسی منصف سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جبکہ تعصب درمیان ہے تو اسلام کی ان خوبیوں کو کون قبول کر سکتا ہے اور کون سُن سکتا ہے۔ سو یہ طریق نظری ہے اور نہایت بدیہی طریق جو دیہات کے ہل چلانے والے اور جنگلوں کے خانہ بدوش بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں یہ ہے کہ اس جنگ وجدل کے وقت میں جو تمام مذاہب میں ہو رہا ہے اور اب کمال کو پہنچ گیا ہے، اسی سے مدد طلب کریں جس کی راہ میں یہ جنگ وجدل ہے۔ جبکہ خدا تعالےٰ موجود ہے اور درحقیقت اسی کے بارے میں یہ سب لڑائیاں ہیں۔ تو بہتر ہے کہ اسی سے فیصلہ چاہیں۔ اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پُتلا خیال کرتا ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبّت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دُعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اَور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مل نہیں سکتا اور وہ کلام الٰہی جو دوسرے ظنّی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سُن رہا ہوں۔ اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ ببرکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔ اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اَور ہے۔ اس کے لئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ

امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دُعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی، اس کے حوالہ کر دوں گا۔ یا جس طور سے اس کی تسلّی ہوسکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلّی دُوں گا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل وجان روا رکھتا ہوں۔ میں دل سے یہ کہتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے۔ میں اس کو قبول کر لوں گا۔ میں ہرگز عذر نہیں کروں گا۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو بہتر ہے کہ کسی سخت سزا سے ہلاک ہو جاؤں اور اگر میں سچا ہوں تو چاہتا ہوں کہ کوئی ہلاک شدہ میرے ہاتھ سے بچ جائے۔ اے حضرات پادری صاحبان جو اپنی قوم میں معزز اور ممتاز ہو۔ آپ لوگوں کو اللہ جلشانہ کی قسم ہے جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ اس عاجز انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسٰی مسیح ہے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ آپ کو اُس خدا کی قسم ہے جس نے مسیح کو مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا کیا۔ جس نے انجیل نازل کی جس نے مسیح کو وفات دے کر پھر مُردوں میں نہیں رکھا۔ بلکہ اپنی زندہ جماعت ابراھیم اور موسٰی اور یحییٰ اور دوسرے نبیوں کے ساتھ شامل کیا اور زندہ کر کے انہیں کے پاس آسمان پر بُلا لیا جو پہلے اس سے زندہ کئے گئے تھے۔ کہ آپ لوگ میرے مقابلہ کے لئے ضرور کھڑے ہو جائیں۔ اگر حق تمہارے ہی ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہی ہے تو پھر تمہاری فتح ہے۔ اور اگر وہ خدا نہیں ہے اور ایک عاجز اور ناتواں انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالےٰ میری سُنے گا اور میرے ہاتھ پر وہ امر ظاہر کر دے گا جس پر آپ لوگ قادر نہیں ہوسکیں گے اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور نہ ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں

موجود ہیں تو آؤ اسلام لانے کی شرط پر یکطرفہ خدا تعالیٰ کے کام دیکھو اور چاہیئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیشرد اور اپنی قوم میں معزز شمار کئے جاتے ہیں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل پر آوے۔ اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کر کے کہ میں کوئی ایسا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا، ایمان لے آؤں گا اور اسلام قبول کر لوں گا۔ مجھ سے کسی نشان کے دیکھنے کی درخواست کریں۔ اور چاہیئے کہ اپنے وعدہ کو بہ ثبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنی چار عیسائی اور چار مسلمان اور چار ہندو مؤکد بہ قسم کر کے بطور اشتہار کے چھپوا دیں۔ اور ایک اشتہار مجھ کو بھی بھیجدیں۔ اور اگر خدا تعالےٰ کوئی اعجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو بلا توقف اسلام کو قبول کر لیویں۔ اور اگر قبول نہ کریں تو پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ میں اپنے خدا تعالیٰ سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبال نازل کرے۔ جیسے جذام یا نابینائی یا موت۔ اور اگر یہ دعا منظور نہ ہو تو پھر بھی میں ہر یک تاوان کا جو تجویز کی جائے سزاوار ہوں گا۔ یہی شرط حضرات آریہ صاحبوں کی خدمت میں بھی ہے۔ اگر وہ اپنے وید کو خدا تعالےٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور ہماری پاک کتاب کلام اللہ کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں تو وہ مقابل پر آویں اور یاد رکھیں کہ وہ مقابلہ کے وقت نہایت رسوا ہوں گے۔ ان میں دہریت اور بے قیدی کی چالاکی سب سے زیادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ان پر ثابت کر دے گا کہ میں ہوں۔ اور اگر مقابلہ نہ کریں تو یکطرفہ نشان بغیر کسی بے ہودہ شرط کے مجھ سے دیکھیں اور میرے نشان کے منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اگر ایسا آریہ جس نے کوئی نشان دیکھا ہو، بلا توقف مسلمان نہ ہو جائے تو میں اس پر بددعا کروں گا۔ پس اگر وہ ایک سال تک جذام یا نابینائی یا موت کی بلا میں مبتلا نہ ہو تو ہر یک سزا اٹھانے کے لئے میں طیار ہوں۔ اور باقی صاحبوں کے لئے بھی یہی شرائط ہیں۔ اور اگر اب

بھی میری طرف مُنہ نہ کریں تو ان پر خدا تعالےٰ کی حجت پوری ہو چکی ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمدؐ۔ قادیان ضلع گورداسپورہ

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۲۷۲ سے صفحہ ۲۷۸ تک ہے)

---

(۹۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قیامت کی نشانی

قرب قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ایک بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے لائے ہیں اور وہ یہ ہے۔ یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا۔ یعنے بباعث فوت ہو جانے علماء کے علم فوت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں ملے گا۔ تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا، اور سردار قرار دے دیں گے اور مسائل دینی کی دریافت کے لئے ان کی طرف رجوع کریں گے۔ تب وہ لوگ بباعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق وصواب فتویٰ دیں گے۔ پس آپ بھی گمراہ ہوں گے

اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنی مولوی اور محدث اور فقیہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔ پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اُترے گا۔ یعنی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ مگر اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اُوپر لکھ چکے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ آجکل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قرب قیامت کا پتہ لگتا ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلاءِ کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں۔ اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں۔ اور بباعث ایام سرما یہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں۔ چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔ اب ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء[1] کو اسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا۔ جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں

---

[1] دیکھئے اشتہار نمبر ۸۷، جلد ہذا صفحہ ۔ (المرتب)

اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اب سُنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ نے ہمت کر کے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتار پیش کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے جلسہ پر روز معین پر دُور سے سفر کر کے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کے لئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے۔ استفتار میں یہ آخری خبر اس لئے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سُنا ہوگا جو حبی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لئے اپنے صرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا، قادیان میں ایک مکان بنوایا۔ جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اس استفتار کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شدرحال کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیّت ہے۔ اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب اور سُنت میں کوئی شہادت نہیں۔ اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اب منصف مزاج لوگ ایمانا کہیں کہ ایسے مولویوں اور مفتیوں کا اسلام میں موجود ہونا قیامت کی نشانی ہے یا نہیں۔ اے بھلے مانس۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ علم دین کے لئے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اس کو فرض ٹھہرا دیا ہے۔ جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پر اصرار بعض صورتوں میں کفر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة اور فرمایا گیا ہے کہ اطلبوا العلم ولو کان فی الصین۔ یعنی علم طلب کرنا ہر یک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا

پڑے۔ اب سوچو کہ جس حالت میں یہ عاجز اپنے صریح صریح اور ظاہر ظاہر الفاظ سے اشتہار میں لکھ چکا کہ یہ سفر ہر یک مخلص کا طلب علم کی نیت سے ہوگا۔ پھر یہ فتوی دینا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔ کس قدر دیانت اور امانت اور انصاف اور تقویٰ اور طہارت سے دُور ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک تاریخ مقررہ پر تمام بھائیوں کا جمع ہونا تو یہ صرف انتظام ہے اور انتظام سے کوئی کام کرنا اسلام میں کوئی مذموم امر اور بدعت نہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ بدظنی کے مادہ فاسد کو ذرا دُور کر کے دیکھو کہ ایک تاریخ پر آنے میں کونسی بدعت ہے جب کہ ۲۷ دسمبر کو ہر یک مخلص بآسانی ہمیں مل سکتا ہے اور اس کے ضمن میں ان کی باہم ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ تو اس سہل طریق سے فائدہ اٹھانا کیوں حرام ہے۔ تعجب کہ مولوی صاحب نے اس عاجز کا نام مردود تو رکھ دیا مگر آپ کو وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں طلب علم کے لئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نسبت ترغیب دی ہے اور جن میں ایک بھائی مسلمان کی ملاقات کیلئے جانا موجب خوشنودی خدائے عزوجل قرار دیا ہے اور جن میں سفر کر کے زیارت صالحین کرنا موجب مغفرت اور کفارہ گناہاں لکھا ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ شدّ رحال کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبوی یا بیت المقدس اور تمام سفر قطعی حرام ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مختلف اغراض کے لئے سفر کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی سفر طلب علم ہی کیلئے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار یا بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کے لئے۔ یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کے لئے یا والدین کا اپنی لڑکیوں کی ملاقات کے لئے۔ اور کبھی مرد اپنی شادی کے لئے اور کبھی تلاش معاش کے لئے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کے لئے سفر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی کے ملنے کے لئے سفر کیا تھا۔ اور کبھی سفر جہاد کے لئے بھی ہوتا ہے۔ خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیّت مباہلہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مُرشد کے ملنے کے لئے جیسا کہ ہمیشہ اولیا، کبار جن میں سے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور حضرت بایزید بسطامی اور حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدّد الف ثانی بھی ہیں۔ اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفر نامے اکثر اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی سفر فتویٰ پوچھنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور امام بخاری کے سفر طلب علم حدیث کے لئے مشہور ہیں۔ شاید میاں رحیم بخش کو خبر نہیں ہوگی۔ اور کبھی سفر عجائبات دُنیا کے دیکھنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جس کی طرف آیت کریمہ قل سیروا فی الارض اشارت فرما رہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین ہدایت فرماتی ہے۔ اور کبھی سفر عیادت کے لئے بلکہ اتباع جنازہ کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی بیمار یا بیمار دار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا ہے۔ اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے۔ اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے رُو سے جائز ہیں بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ حث و ترغیب پائی جاتی ہے۔ اگر اس وقت وہ تمام حدیثیں لکھی جائیں تو ایک کتاب بنتی ہے۔ ایسے فتویٰ لکھانے والے اور لکھنے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو بھی تو اکثر اس قسم کے سفر پیش آجاتے ہیں۔ پس اگر بجز تین مسجدوں کے اور تمام سفر کرنے حرام ہیں تو چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے تمام رشتے ناطے اور عزیز اقارب چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور کبھی اُن کی ملاقات یا ان کی غم خواری یا ان کی بیمار پُرسی کے لئے بھی سفر نہ کریں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ بجز ایسے آدمی کے جس کو تعصب اور جہالت نے اندھا کر دیا ہو۔ وہ ان تمام سفروں کے جواز میں متامل ہو سکے۔ صحیح بخاری کا صفحہ ۱۶ کھول کر

دیکھو کہ سفر طلب علم کے لئے کس قدر بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ من سلک طریقًا یطلب بہ علمًا سھل اللہ لہ طریق الجنۃ یعنے جو شخص طلب علم کے لئے سفر کرے اور کسی راہ پر چلے تو خدا تعالےٰ بہشت کی راہ اس پر آسان کر دیتا ہے۔ اب اے ظالم مولوی ذرا انصاف کر کہ تو نے اپنے بھائی کا نام جو تیری طرح کلمہ گو اہل قبلہ اور اللہ رسولؐ پر ایمان لاتا ہے، مردود رکھا اور خدا تعالےٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بکلی محروم قرار دیا اور اس صحیح حدیث بخاری کی بھی کچھ پرواہ نہ کی کہ اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الٰہ الا اللہ خالصًا من قلبہ او نفسہ۔ اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتویٰ میں وجہ یہ ٹھہرائی کہ ایسا اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بلانے کے لئے کیوں دعوت کی۔ اے ناخدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کا کیا مضمون ہے۔ کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کے لئے بلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ تماشا اور راگ اور سرود کا ذکر ہے۔ اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو! تم اللہ جل شانہٗ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر یک مؤاخذہ تم کو معاف ہے۔ حق بات کو سنکر اور اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں۔ بلکہ مقدمہ باز لوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ آؤ کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کا رد چھاپیں۔ تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو کچھ جواب نہ آیا۔ اس قدر دلیری اور بد دیانتی اور یہ بخل اور بغض کس عمر کے لئے۔ آپ کو فتویٰ لکھنے کے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کیلئے اور اپنے شبہات دور کرنے کے لئے اور اپنے دینی بھائیوں اور عزیزوں کو ملنے کے لئے سفر کرنے کو موجب ثواب کثیر و اجر عظیم قرار دیا ہے۔ بلکہ زیارت صالحین کے لئے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالح چلی آئی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب

قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مؤاخذہ میں ہوگا تو اللہ جل شانہٗ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لئے کبھی تو گیا تھا تو وہ کہے گا۔ بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خدا تعالےٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرا نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کے لئے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی ایسا فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کے لئے اپنی فرصت کے وقتوں میں آیا کرتے تھے اور بعض خاص خاص مہینوں میں ان کے گروہ فرصت پاکر حاضر خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے۔ اور صحیح بخاری میں ابی جمرہ سے روایت ہے۔ قال ان وفد عبد القیس اتوا النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم قالوا انا ناتیک من شقۃ بعیدۃ ولا نستطیع ان ناتیک الا فی شہر حرام۔ یعنی ایک گروہ قبیلہ عبد القیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آئے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ ہم لوگ دور سے سفر کر کے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت نہیں ہو سکتے۔ اور ان کے قول کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں کیا اور قبول کیا۔ پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کے لئے کسی اپنے مقتداء کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجائش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کر سکتے ہیں۔ جس تاریخ میں وہ بآسانی اور بلاحرج حاضر ہو سکیں۔ اور یہی صورت ۲۷ دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے۔ کیونکہ وہ دن تعطیلوں کے ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ بسہولت اُن دنوں میں آسکتے ہیں۔ اور

خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اس دین میں کوئی حرج کی بات نہیں رکھی گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مثلاً کسی تدبیر یا انتظام سے ایک کام جو دراصل جائز اور روا ہے، سہل اور آسان ہو سکتا ہے تو وہی تدبیر اختیار کر لو۔ کچھ مضائقہ نہیں ان باتوں کا نام بدعت رکھنا ان اندھوں کا کام ہے جن کو نہ دین کی عقل دی گئی نہ دنیا کی۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی دینی تعلیم کی مجلس پر تاریخ مقرر کرنے کے لئے ایک خاص باب منعقد کیا ہے جس کا یہ عنوان ہے۔ من جعل لاھل العلم ایاماً معلومۃ۔ یعنی علم کے طالبوں کے ۔ ۔ ۔ افادہ کے لئے خاص دنوں کو مقرر کرنا بعض صحابہ کی سُنّت ہے۔ اس ثبوت کے لئے امام موصوف اپنی صحیح میں ابی وائل سے یہ روایت کرتے ہیں۔ کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس یعنی عبد اللہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا اور جمعرات میں ہی اس کے وعظ پر لوگ حاضر ہوتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کے لئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو احسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کے لئے ہم قرین مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونے کے لئے مفید خیال کریں وہی بجا لاویں۔ جیسا کہ وہ عزاسمہٗ فرماتا ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ۔ یعنی دینی دشمنوں کے لئے ہر یک قسم کی تیاری جو کر سکتے ہو۔ کرو۔ اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو تدبیریں خدمت اسلام کے لئے کارگر ہوں سب بجا لاؤ۔ اور تمام قوت اپنے فکر کی اپنے بازو کی۔ اپنی مالی طاقت کی۔ اپنے احسن انتظام کی۔ اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو تا تم فتح پاؤ۔ اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس ضرورت قوت اور حکمت عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں۔ اس وقت کے یہ لوگ عالم کہلاتے ہیں

جن کو قرآن کریم کی بھی خبر نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اس آیت موصوفہ بالا پر غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ برطبق حدیث نبوی انما الاعمال بالنیات کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کے لئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے۔ جیسے جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی صورتیں مشکلات کی پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔ پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے۔ بدعات سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔ اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں۔ مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ وجدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہوگئے اور نئے نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے۔ اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اُٹھانا اور اُن سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور میاں رحیم بخش جیسے مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا اور نہ صحابہؓ اور تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کے ساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہو جائے، کوئی اور بھی اس کا نتیجہ ہوگا۔ پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مثلاً جنگ وجدل ظاہری ہو یا باطنی اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی، ہماری ہدایت پانے کے لئے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ۔ اللہ جل شانہٗ اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیتا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں مؤثر اور بہتر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو۔ پس اب ظاہر ہے کہ احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار

دین کو جو دن رات اعلاء کلمہ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حب الانصار من الایمان ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ حدیث کہ حب الانصار من الایمان و بغض الانصار من النفاق یعنی انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔ یہ ان انصار کے حق میں ہے جو مدینہ کے رہنے والے تھے نہ عام اور تمام انصار تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو اس زمانہ کے بعد انصار رسول اللہ ہوں ان سے بغض رکھنا جایز ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ یہ حدیث گو ایک خاص گروہ کے لئے فرمائی گئی مگر اپنے اندر عموم کا فائدہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اکثر آیتیں خاص گروہ کے لئے نازل ہوئیں مگر ان کا مصداق عام قرار دیا گیا ہے۔ غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں صرف خاین مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ ہر یک مسلمان کو دُعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالٰے جلد اسلام کو ان خاین مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے کیونکہ اسلام پر اب ایک نازک وقت ہے اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو صریح ہر یک شخص کے نور قلب کو خلاف صداقت نظر آتی ہیں۔ امام بخاری پر اللہ تعالٰے رحمت کرے۔ انہوں نے اس بارے میں بھی اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے۔ چنانچہ وہ اس باب میں لکھتے ہیں۔ قال علی رضی اللہ عنہ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ اور بخاری کے حاشیہ میں اس کی شرح میں لکھا ہے ای تکلموا النّاس علیٰ قدر عقولھم۔ یعنی لوگوں سے اللہ رسولؐ کے فرمودہ کی وہ باتیں کرو جو ان کو سمجھ آجائیں اور ان کو معقول دکھائی دیں۔ خواہ نخواہ اللہ رسولؐ کی تکذیب مت کراؤ۔ اب ظاہر ہے کہ جو مخالف اس بات کو سُنیگا

کہ مولوی صاحبوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بجز تین مسجدوں یا ایک دو اور محل کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں۔ ایسا مخالف اسلام پر ہنسے گا اور شارع علیہ السلام کی تعلیم میں نقص نکالنے کے لئے اس کو موقع ملے گا۔ اس کو یہ تو خبر نہیں ہو گی کہ کسی بخل کی بنا پر یہ صرف مولوی کی شرارت ہے۔ یا اس کی بیوقوفی ہے وہ تو سیدھا ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوگا۔ جیسا کہ انہیں مولویوں کی ایسی ہی کئی مفسدانہ باتوں سے عیسائیوں کو بہت مدد پہنچ گئی۔ مثلاً جب مولویوں نے اپنے مُنہ سے اقرار کیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو نعوذ باللہ مُردہ ہیں مگر حضرت عیسیٰ قیامت تک زندہ ہیں تو وہ لوگ اہل اسلام پر سوار ہو گئے اور ہزاروں سادہ لوحوں کو انہوں نے انہیں باتوں سے گمراہ کیا اور ان بے تمیزوں نے یہ نہیں سمجھا کہ انبیاء تو سب زندہ ہیں مُردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی سب زندہ ہیں۔ دیکھئے اللہ جل شانہٗ اپنے نبی کریم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی قرآن کریم میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے فلا تکن فی مریۃ من لقائہٖ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت کے بعد اپنا زندہ ہو جانا اور آسمان پر اُٹھائے جانا اور رفیق اعلیٰ کو جا ملنا بیان فرماتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح کی زندگی میں کونسی انوکھی بات ہے جو دوسروں میں نہیں۔ معراج کی رات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ پایا اور حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔ خدا تعالےٰ مولوی عبدالحق محدث دہلوی پر رحمت کرے۔ وہ ایک محدث وقت کا قول لکھتے ہیں کہ ان کا یہی مذہب ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر کسی دوسرے نبی کی حیات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات سے قوی تر سمجھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا شاید یہ لکھا ہے کہ قریب ہے کہ وہ کافر ہو جائے۔ لیکن یہ مولوی ایسے فتنوں سے باز نہیں آتے اور محض اس عاجز سے مخالفت ظاہر کرنے کے لئے دین سے نکلتے جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان سب کو صفحہ

زمین سے اُٹھا لے تو بہتر ہے تا دین اسلام ان کی تحریفوں سے بچ جائے۔ ذرا انصاف کرنے کا محل ہے کہ صدہا لوگ طلب علم یا ملاقات کے لئے نذیر حسین خشک معلم کے پاس دہلی میں جائیں اور وہ سفر جائز ہو اور پھر خود نذیر حسین صاحب بٹالوی صاحب کا ولیمہ کھانے کے لئے بدیں عمر و پیرانہ سالی دو سو کوس کا سفر اختیار کر کے بٹالہ میں پہنچیں اور وہ سفر بالکل روا ہو اور پھر شیخ بٹالوی صاحب سال بسال انگریزوں کے ملنے کے لئے شملہ کی طرف دوڑتے جائیں تا دنیوی عزت حاصل کر لیں اور وہ سفر ممنوع اور حرام شمار نہ کیا جائے۔ اور ایسا ہی بعض مولوی وعظ کا نام لے کر پیٹ بھرنے کے لئے مشرق اور مغرب کی طرف گھومتے پھریں اور وہ سفر جائے اعتراض نہ ہو۔ اور کوئی ان لوگوں پر بدعتی اور بداعمال اور مردود ہونے کا فتویٰ نہ دے۔ مگر جبکہ یہ عاجز باذن و امر الٰہی دعوت حق کے لئے مامور ہو کر طلب علم کے لئے اپنی جماعت کے لوگوں کو بلاوے تو وہ سفر حرام ہو جائے۔ اور یہ عاجز اس فعل کی وجہ سے مردود کہلاوے۔ کیا یہ تقوےٰ اور خدا ترسی کا طریق ہے۔ افسوس کہ یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک وقت اور زمانہ انتظامات جدیدہ کو چاہتا ہے۔ اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی۔ جب اصل سنت محفوظ ہو اور اسی کی حفاظت کے لئے بعض تدابیر کی ہمیں حاجت پڑے تو کیا وہ تدابیر بدعت کہلائیں گی۔ معاذاللہ ہرگز نہیں۔ بدعت وہ ہے جو اپنی حقیقت میں سُنّت نبویہ کے معارض اور نقیض واقع ہو اور آثار نبویہ میں اس کام کے کرنے کے بارے میں زجر اور تہدید پائی جائے۔ اور اگر صرف جدت انتظام اور نئی تدبیر پر بدعت کا نام رکھا ہے تو پھر اسلام میں بدعتوں کو گنتے جاؤ کچھ شمار بھی ہے۔ علم صرف بھی بدعت ہوگا اور علم نحو بھی اور علم کلام بھی اور حدیث کا لکھنا اور اس کا مبوب اور مرتب کرنا سب بدعات ہوں گے۔ ایسا ہی ریل کی سواری

میں چڑھنا۔ کلوں کا کپڑا پہننا۔ ڈاک میں خط ڈالنا۔ تار کے ذریعہ سے کوئی خبر منگوانا۔ اور بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا تمام یہ کام بدعات میں داخل ہوں گے بلکہ بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا نہ صرف بدعت بلکہ ایک گناہ عظیم ٹھہرے گا۔ کیونکہ ایک حدیث صحیح میں ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو ہلاک کرنا سخت ممنوع ہے۔ صحابہ سے زیادہ سُنّت کا متبع کون ہو سکتا ہے۔ مگر انہوں نے بھی سُنّت کے وہ معنی نہ سمجھے جو میاں رحیم بخش نے سمجھے انہوں نے تدبیر اور انتظام کے طور پر بہت سے ایسے جدید کام کئے کہ جو نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے۔ اور نہ قرآن کریم میں وارد ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثات ہی ۔ دیکھو جن کا ایک رسالہ بنتا ہے۔ اسلام کے لئے ہجری تاریخ انہوں نے مقرر کی اور شہروں کی حفاظت کے لئے کوتوال مقرر کئے۔ اور بیت المال کے لئے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا۔ جنگی فوج کے لئے قواعد رُخصت اور حاضری ٹھہرائی اور ان کے لڑنے کے دستور مقرر کئے اور مقدمات مالی وغیرہ کے رجُوع کے لئے خاص خاص ہدائتیں مرتب کیں اور حفاظت رعایا کے لئے بہت سے قواعد اپنی طرف سے تجویز کر کے شائع کئے اور خود کبھی کبھی اپنے عہد خلافت میں پوشیدہ طور پر رات کو پھرنا اور رعایا کا حال اس طرح سے معلوم کرنا اپنا خاص کام ٹھہرایا۔ لیکن کوئی ایسا نیا کام اس عاجز نے تو نہیں کیا۔ صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا۔ رہا مکان کا بنانا تو اگر کوئی مکان بہ نیّت مہمانداری اور بہ نیت آرام ہر یک صادر و وارد بنانا حرام ہے تو اس پر کوئی حدیث یا آیت پیش کرنی چاہیئے۔ اور اخویم حکیم نورالدین صاحب نے کیا گناہ کیا کہ محض للہ اس سلسلہ کی جماعت کے لئے ایک مکان بنوا دیا۔ جو شخص اپنی تمام طاقت اور اپنے مال عزیز سے دین کی خدمت کر رہا ہے اس کو جائے اعتراض ٹھہرانا کس قسم کی ایمانداری ہے۔ اے حضرات مرنے کے بعد معلوم ہوگا۔ ذرا صبر کرو۔ وہ وقت آتا ہے کہ ان سب منہ زوریوں سے سوال کئے جاؤ گے۔ آپ لوگ ہمیشہ یہ حدیث

پڑھتے ہیں کہ جس نے اپنے وقت کے امام کو شناخت نہ کیا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت پر مرا۔ لیکن اس کی آپ کو کچھ بھی پرواہ نہیں کہ ایک شخص عین وقت پر یعنی چودھویں صدی کے سر پر آیا اور نہ صرف چودھویں بلکہ عین ضلالت کے وقت اور عیسائیت اور فلسفہ کے غلبہ میں اس نے ظہور کیا اور بتلایا کہ میں امام وقت ہوں اور آپ لوگ اس سے منکر ہو گئے اور اس کا نام کافر اور دجّال رکھا اور اپنے بدخاتمہ سے ذرا خوف نہ کیا اور جاہلیت پر مرنا پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی کہ تم پنجوقت نمازوں میں یہ دُعا پڑھا کرو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی اے ہمارے خدا اپنے منعم علیہم بندوں کی ہمیں راہ بتا۔ وہ کون ہیں۔ نبی اور صدیق اور شہید اور صلحاء۔ اس دُعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چاروں گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم پاؤ اس کے سایہ صحبت میں آجاؤ اور اس سے فیض حاصل کرو۔ لیکن اس زمانہ کے مولویوں نے اس آیت پر خوب عمل کیا۔ آفرین آفرین میں ان کو کس سے تشبیہ دوں۔ وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو دوسروں کی آنکھوں کا علاج کرنے کے لئے بہت زور کے ساتھ لاف وگزاف مارتا ہے اور اپنی نابینائی سے غافل ہے

بالآخر میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر مولوی رحیم بخش صاحب اب بھی اس فتوے سے رجوع نہ کریں تو میں ان کو اللہ جلشانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ طالب حق ہیں تو اس بات کے تصفیہ کے لئے میرے پاس قادیان میں آجائیں میں ان کی آمد و رفت کا خرچ دے دوں گا اور ان پر کتابیں کھول کر اور قرآن اور حدیث دکھلا کر ثابت کر دوں گا کہ یہ فتویٰ ان کا سراسر باطل اور شیطانی اغوا سے ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(۱۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء) خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبوعہ ریاض ہند

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بطور ضمیمہ صفحہ الف تا ج طبع ہوا ہے)

(۹۲)

ناظرین کی توجہ کے لائق

اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک نہیں سکتا۔ یہ نظیر نہایت تشفی بخش ہے کہ سال گذشتہ میں جب ابھی فتویٰ تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جد وجہد اور جان کنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لئے توجہ فرمائی تھی صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان میں تشریف لائے تھے۔ مگر اب جبکہ فتویٰ طیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتویٰ پر مہریں ثبت کرائیں اور وہ اور ان کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدعی ہوئے کہ گویا اب انہوں نے اس الٰہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی بڑی روکیں ڈال دی ہیں۔ تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالےٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا اُلٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد گئیں۔ کیا یہ خدا تعالےٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے۔ لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں واللہ غالب علیٰ امرہٖ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اس سال میں خدا تعالیٰ نے دو نشان ظاہر کئے۔ ایک بٹالوی کا اپنی کوششوں میں نامراد رہنا۔ دوسری اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا نشان جو

نور افشاں ۱۰؍ مئی ۱۸۸۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اب بھی بہتر ہے کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب باز آجائیں اور خدا تعالیٰ سے لڑائی نہ کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان

(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۷ پر طبع ہوا ہے)

---

(۹۳)

قابلِ توجّہ احباب

اگرچہ مکرر یاد دہانی کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ لیکن چونکہ دل میں انجام خدمت دینی کے لئے سخت اضطراب ہے۔ اس وجہ سے پھر یہ چند سطریں بطور تاکید لکھتا ہوں۔

اے جماعت مخلصین خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے اور ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں۔ اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی۔ سو جہاں تک ممکن ہو اس کام کے لئے کوشش کرو۔ ہمیں اس وقت تین قسم کی جمعیت کی سخت ضرورت ہے۔ جس پر ہمارے کام اشاعت حقایق و معارف دین کا سارا مدار ہے۔ اوّل یہ کہ ہمارے ہاتھ میں کم سے کم دو پریس ہوں۔ دوئم ایک خوشخط کاپی نویس۔ سوئم کاغذات۔ ان تینوں مصارف کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

اب چاہیئے کہ ہر ایک دوست اپنی اپنی ہمت اور مقدرت کے موافق بہت جلد بلا توقف اس چندہ میں شریک ہو اور یہ چندہ ہمیشہ ماہواری طور سے ایک تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔ بالفعل یہ تجویز ہوئی ہے کہ بقیہ براہین اور ایک اخبار جاری کیا جائے اور آئندہ جو جو ضرورتیں

پیش آئیں گی ان کے موافق وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں گے۔ اور چونکہ یہ تمام کاروبار چندہ پر موقوف ہے اس لئے اس بات کو پہلے سوچ لینا چاہیئے کہ اُس قدر اپنی طرف سے چندہ مقرر کریں جو بہ سہولت ماہ بماہ پہنچ سکے۔

اے مردمان دین کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے۔ اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔ اب تم خدا تعالےٰ کو کسی اَور عمل سے ایسا راضی نہیں کرسکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے۔ سو جاگو اور اُٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اُٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں۔ اس سے مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ تم اپنا اسلام خدا تعالیٰ کو دکھلاؤ اور اتنے جھکو کہ بس فدا ہی ہو جاؤ۔

دوستاں خود را نثارِ حضرت جاناں کنید | در رہِ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید
آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی | از پئے دینِ محمّد کلبۂ احزاں کنید
از تعیش ہا بروں آئید اے مردانِ حق | خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۴۲ پر ہے)

(۹۴)

اشتہار کتاب آئینہ کمالات اسلام

یا ایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم

اے ایماندارو اگر تم اللہ تعالےٰ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کریگا

اے عزیزان مدد دین متیں آں کارست | کہ بصد زہد میسر نہ شود انساں را

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے ان دنوں میں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اسلام کی اعلےٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ملے۔ اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف و نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے یہ اپنا ایک نشان دکھلایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ کیونکر اسلام کی غربت کے زمانہ میں اپنی خاص تائیدوں کے ساتھ اس کی حمایت کرتا ہے اور کیونکر ایک عاجز انسان کے دل پہ تجلّی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلا دیتا ہے۔ مجھے یہ بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اور اسلام کے شرفاء کی ذرّیت جن کے سامنے نئے علوم کی لغزشیں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں اس کتاب کو دیکھیں۔ اگر مجھے وسعت ہوتی تو میں تمام جلدوں کو مُفت للہ تقسیم کرتا۔ عزیزو! یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے۔ اور انسان کی معمولی کوششیں خود بخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کر سکتیں۔ اس کی ضخامت چھ سَو صفحہ کے قریب ہے اور کاغذ عمدہ اور کتاب خوشخط اور قیمت دو روپیہ ۲ اور محصول علاوہ

ہے۔ اور یہ صرف ایک حصّہ ہے اور دوسرا حصّہ الگ طبع ہوگا اور قیمت اس کی الگ ہوگی۔ اور اس میں علاوہ حقایق و معارف قرآنی اور لطائف کتاب ربّ عزیز کے ایک وافر حصّہ اُن پیشگوئیوں کا بھی موجود ہے جن کو اوّل سراج منیر میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ اور میں اس بات پر راضی ہوں کہ اگر خریدارانِ کتاب میری اس تعریف کو خلاف واقعہ پاویں تو کتاب مجھے واپس کر دیں میں بلاتوقف ان کی قیمت واپس بھیجدوں گا۔ لیکن یہ شرط ضروری ہے کہ کتاب کو دو ہفتے کے اندر واپس کریں اور دست مالیدہ اور داغی نہ ہو۔

اخیر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مُسرّت ظاہر کی۔ اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بُلاتا ہے اور کہتا ہے۔ ھذا کتاب مبارک فقوموا للاجلال والاکرام۔ یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اب گذارش مدعا یہ ہے کہ جو صاحب اس کتاب کو خریدنا چاہیں وہ بلا توقف مصمم ارادہ سے اطلاع بخشیں تاکہ کتاب بذریعہ ویلیو پے ایبل ان کی خدمت میں روانہ کی جائے۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

خــــــــــــــاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام ایڈیشن اول مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۴ پر ہے)

(۹۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲- اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء - مندرجہ آئینہ کمالات اسلام

عجب نورے ست در جانِ محمدؐ ‏— عجب لعلے ست در کانِ محمدؐ
ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف ‏— کہ گردد از محبانِ محمدؐ
عجب دارم دلِ آں ناکساں را ‏— کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ‏— کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزارست صد بار ‏— کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را ‏— کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ‏— بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ‏— بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ‏— محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ ‏— دِلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسُول اللہ کہ ہستم ‏— نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند ‏— نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے ‏— کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
بسے سہل ست از دُنیا بُریدن ‏— بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرۂ من ‏— کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دِگر اُستاد را نامے ندانم ‏— کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم ‏— کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ

مرا آں گوشۂ چشمے بباید — نخواہم جز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید — کہ بستیمش بداماںِ محمدؐ
من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم — کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
تو جانِ ما منوّر کردی از عشق — فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ — نباشد نیز شایانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را — کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ
الا اے دشمنِ نادان و بے راہ — بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم — بجو در آل و اعوانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ — ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است — بیا بنگر ز غلمانِ محمد

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگیا۔ لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

عجل جسد لہٗ خوار۔ لہٗ نصب وعذاب

یعنے یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل رہے گا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنے اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کرکے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب٭ نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اُس کی رُوح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر یک سزا کے بُھگتنے کے لئے میں طیار ہوں۔ اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسّہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے اور با وجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رُسوائیوں سے بڑھ کر رُسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ واضح رہے کہ اس شخص نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بھی بدن کانپتا ہے۔ اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سُنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ با ایں ہمہ شوخی و خیرگی یہ شخص سخت جاہل ہے۔ عربی سے ذرہ مس نہیں۔ بلکہ دقیق اُردو لکھنے کا بھی مادہ نہیں۔ اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں۔ بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کے لئے دُعا کی۔ جس کا یہ جواب ملا۔ اور یہ پیشگوئی مسلمانوں کے لئے بھی نشان ہے۔ کاش وہ حقیقت کو

٭ اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مل کر دُعا کریں کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل سے ٹل جائے۔ منہ

سمجھتے اوران کے دل نرم ہوتے۔ اب میں اُسی خداعزّ وجلّ کے نام پر ختم کرتا ہوں جس کے نام سے شروع کیا تھا۔ والحمد للہ والصلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ محمدؐ المصطفیٰ افضل الرسل وخیر الورٰی سیّدنا وسیّد کل ما فی الارض والسّماء۔

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ۔ ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے اور علیحدہ بھی ۲۰ × ۲۶ کے سائز پر بشمول اشتہار نمبر ۹۶ شائع ہوا ہے)

---

(۹۶)

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد　　　ہیچ قومے را خدا رُسوا نکرد

(کلّا ان الانسان لیطغٰی ان راٰہ استغنٰی)

انسان باوجود سخت ناچیز اور مُشتِ خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کو کیسے جلد بھول جاتا ہے۔ ایک ذرہ درد فرو ہونے اور آرام کی کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فی الفور بدل لیتا ہے۔ پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور سے واقف ہوں گے۔ اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بیجا الزام میں اپنے پنہانی قصوروں کی وجہ

سے جن کو خدا تعالےٰ جانتا ہوگا، وہ پھنس گئے تھے وہ قصہ ہمارے ملک کے بچوں اور عورتوں کو بھی معلوم ہوگا۔ تو اس وقت ہمیں اس منسوخ شدہ قصہ سے تو کچھ مطلب نہیں۔ صرف اس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قصہ سے تخمیناً چھ ماہ پہلے اس عاجز کو بذریعہ ایک خواب کے جتلایا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی بجائے نشست فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے۔ سو اسی وقت میرے دل میں خدا تعالےٰ کی طرف سے بہ یقین کامل یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اور اُن کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دُعا سے نہ کسی اور وجہ سے وہ بلا دُور کی جائے گی اور میں نے اس خواب کے بعد شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے اپنے خواب سے اطلاع دے دی اور توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلائی۔ مگر اس خط کا جواب انہوں نے کچھ نہ لکھا۔ آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا۔ اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام شیخ صاحب کے فرزند جان محمد کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے۔ میں نے اس شخص سے اپنے خط کا حال دریافت کیا جس میں چھ ماہ پہلے اس بلا کی اطلاع دی گئی تھی۔ تو اس وقت محمد بخش نے اس خط کے پہنچنے سے لاعلمی ظاہر کی لیکن آخر خود شیخ صاحب نے رہائی کے بعد کئی دفعہ اقرار کیا کہ وہ خط ایک صندوق میں سے مل گیا۔ پھر شیخ صاحب تو حوالات میں ہو چکے تھے لیکن ان کے بیٹے جان محمد کی طرف سے شاید محمد بخش کے دستخط سے جو ایک شخص ان کے تعلقداروں میں سے ہے کئی خط اس عاجز کے نام دُعا کے لئے آئے۔ اور اللہ جلّشانہٗ جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دعائیں کی گئیں۔ اور اوائل میں صورت قضا و قدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ نے دُعا قبول کی اور اُن کے بارے میں رہا ہونے کی بشارت دے دی اور اُس بشارت سے اُن کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی۔

یہ تو اصل حقیقت اور اصل واقعہ ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد سُنا گیا کہ شیخ صاحب اس

رہائی کے خط سے انکار کرتے ہیں جس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا اس عاجز نے جھوٹ بولا۔ سو اس فتنہ کے دُور کرنے کی غرض سے اس عاجز نے شیخ صاحب سے اپنا خط طلب کیا۔ جس میں اُن کی بریّت کی خبر دی گئی تھی مگر انہوں نے وہ خط نہ بھیجا۔ بلکہ اپنے خط ۱۹ر جون ۱۸۹۲ء میں میرے خط کا گم ہو جانا ظاہر کیا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے بیٹے جان محمد کی زبانی یہ لکھا کہ قطعیّت بریّت کی خبر دینا ہمیں یاد نہیں مگر غالباً خط کے یہ الفاظ یا اس کے قریب قریب تھے کہ فضل ہو جائے گا دُعا کی جاتی ہے ٭ یہ قصہ تو یہاں تک رہا۔ اور وہ خط شیخ صاحب کا میرے پاس موجود پڑا ہے۔ لیکن اب بعض دوستوں کے خطوط اور بیانات سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں رہائی کی کوئی بھی اطلاع نہیں دی تھی۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس عاجز پر ایک اور طوفان باندھتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ گویا یہ عاجز یہ تو جانتا تھا کہ میں نے کوئی خط نہیں لکھا مگر شیخ صاحب کو جھوٹ بولنے کے لئے تحریک دے کر بطور بیان دروغ ان سے یہ لکھوانا چاہا کہ اس عاجز نے رہائی کی خبر دے دی تھی۔ گویا اس عاجز نے کسی خط میں شیخ صاحب کی خدمت میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ یہ بات صحیح اور واقعی تو نہیں کہ میں نے رہائی کی اطلاع قبل از وقت بطور پیشگوئی دی ہو مگر میری خاطر اور میرے لحاظ سے تم ایسا ہی لکھ دو تا کہ میری کرامت ظاہر ہو۔ شیخ صاحب کا یہ طریق عمل سُنکر سخت افسوس ہوا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ شیخ صاحب کے اوّل و آخر کے متعلق ضرور شیخ صاحب کو اطلاع دی گئی تھی اور وہ دونو

٭ یہ اس عاجز کا لفظ نہیں ہے کہ دُعا کی جاتی ہے بلکہ یہ تھا کہ دُعا بہت کی گئی اور آخر فقرہ میں بریّت اور فضل الٰہی کی بشارت دی گئی تھی۔ وہ الفاظ اگرچہ کم تھے مگر قلّ و دلّ تھے۔ خدا تعالےٰ کسی کا محتاج اور خوشامد گر لوگوں کی طرح نہیں۔ اس کی بشارتیں اکثر اشارات ہی ہوتے ہیں۔ اس کا ہاں یا نہیں کہنا دوسرے لوگوں کے ہزار دفتر سے زیادہ معتبر ہے مگر نادان اور متکبّر دنیا دار یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ بھی فرمانبرداروں کی طرح لمبی تقریریں کرے تا اُن کو یقین آ دے اور پھر اس بات کو قطعی سمجھیں۔ منہ

پیشگوئیاں صحیح ہیں اور دونوں کی نسبت شیخصاحب کی طرف خط بھیجا گیا اور وہی خط مانگا گیا تھا یا اس کا مضمون طلب کیا گیا تھا۔ شیخصاحب نے اگر درحقیقت ایسا ہی بیان کیا ہے تو اُن کے افتراء کا جواب کیا دیا جائے۔ ناظرین اس بارے میں میرے خطوط اُن سے طلب کریں اور اُن کو باہم ملا کر غور سے پڑھیں٭۔ اگر شیخصاحب میں مادہ فہم کا ہوتا تو پہلے ہی پیشگوئی کے خط سے میرا بریّت کا خبر دینا سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس سے یہی بہ بداہت سمجھا سکتا تھا کہ اس عاجز کے ذریعہ سے ہی ان کی بند خلاص ہوگی۔ وجہ یہ کہ اطلاع دی گئی تھی کہ میں نے ہی پانی ڈال کر آگ کو بُجھایا۔ کیا شیخ صاحب کو یاد نہیں کہ بمقام لدھیانہ جب وہ میرے مکان پر دعوت کھانے آئے تھے تو انہوں نے اس خط کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا تھا اور شاید روٹی پر بھی بعض قطرے آنسوؤں کے پڑے ہوں۔ پھر وہ آگ پر پانی ڈالنا کیوں یاد نہ رہا۔ اور اگر میں نے رہائی کی خبر شائع نہیں کی تھی تو پھر وہ صدہا آدمیوں میں قبل از رہائی مشہور کیونکر ہوگئی تھی اور کیوں آپ کے بعض رشتہ دار٭٭ جلدی کر کے اس خبر کے صدق پر اعتراض کرتے تھے جواب تک زندہ موجود ہیں۔ اور

٭ مناسب ہے کہ ناظرین ان کے قریب قریب تاریخوں کے تمام میرے خطوط شیخ صاحب سے لے کر پڑھیں۔ میرے کسی خط کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شیخ صاحب کوئی بات خلاف واقعہ لکھیں بلکہ ان کو اپنے خط سابق کے مضمون سے اطلاع دی گئی تھی اور امید تھی کہ یاد دلانے سے وہ مضمون انہیں یاد آجائے گا۔ اسی بناء پر ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ ہمارے خط کا یہ خلاصہ ہے اور اسی کی ہم آپ سے تصدیق چاہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ شیخصاحب نے میرے خط کو تحکم کی راہ سے دبا لیا اور مجھ پر یہ افترا کیا کہ گویا میں نے اُن سے جھوٹ کہلوانا چاہا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے یہ تو صرف اپنے خط کے مضمون کی تصدیق کرانی چاہی تھی۔ اگر میں سچ پر نہیں تو شیخ صاحب میرا متنازعہ فیہ خط پیش کریں جس کے پہنچنے کا ان کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی اقرار ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ فضل ہو جائیگا۔ منہ

٭٭ آپ کے رشتہ دار شاید ہمشیرہ زادہ شیخ میاں بخش ساکن دسوہہ نے بمقام امرتسر اپنی دُکان پر روبرو شیخ سندھی خاں ساکن خانپور میرے ملازم شیخ حامد علی سے نومیدی رہائی کی حالت میں تکرار کی تھی کہ مرزا غلام احمد تو کہتے تھے کہ شیخ صاحب بری ہو جائیں گے اور اب وہ پھانسی ملنے لگے ہیں۔ حامد علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا تھا کہ انجام دیکھنے کے بعد اعتراض کرنا۔ منہ

پھر آپ نے کیوں میرے خط کا یہ خلاصہ مجھ کو تحریر کیا کہ گویا میں نے خط میں صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔ یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افتراء کی تہمت لگا کر دل کو دُکھایا جائے۔ خیر اب ہم بطریق تنزل ایک آسمانی فیصلہ اپنے صدق اور کذب کے بارے میں ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

فیصلہ

تمام رات میں نے جو ۲۵ ر فروری ۱۸۹۳ء کی رات تھی۔ شیخ صاحب کی ان باتوں سے سخت دردمند ہو کر آسمانی فیصلہ کے لئے دُعا کی۔ خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک دوکاندار کی طرف میں نے کسی قدر قیمت بھیجی تھی کہ وہ ایک عمدہ اور خوشبودار چیز بھیجدے۔ اس نے قیمت رکھ کر ایک بدبُودار چیز بھیجدی۔ وہ چیز دیکھ کر مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا کہ جاؤ دُکاندار کو کہو کہ وہی چیز دے ورنہ میں اس دغا کی اس پر نالش کروں گا۔ اور پھر عدالت سے کم سے کم چھ ماہ کی اس کو سزا ملے گی۔ اور امید تو زیادہ کی ہے۔ تب دوکاندار نے شاید یہ کہلا بھیجا کہ یہ میرا کام نہیں یا میرا اختیار نہیں اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ ایک سودائی پھرتا ہے اس کا اثر میرے دل پر پڑ گیا اور میں بھول گیا اور اب وہی چیز دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ شیخ صاحب پر یہ ندامت آنے والی ہے اور انجام کار وہ نادم ہوں گے اور ابھی کسی دوسرے آدمی کا ان کے دل پر اثر ہے۔ پھر میں نے توجہ کی تو مجھے یہ الہام ہوا۔

انّا نری تقلب وجھک فی السّماء نقلب فی السّماء ماقلّبتَ فی الارض انّا معک نرفعک درجات

یعنے ہم آسمان پر دیکھ رہے ہیں کہ تیرا دل مہر علی کی خیر اندیشی سے بددُعا کی طرف پھر گیا سو ہم بات کو اُسی طرح آسمان پر پھیر دیں گے جس طرح تو زمین پر پھیرے گا۔ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ تیرے درجات بڑھائیں گے۔ لہٰذا یہ اشتہار شیخ صاحب کی خدمت میں رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں کہ

اگر وہ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اپنے خلاف واقعہ فتنہ اندازی سے معافی چاہنے کی غرض سے ایک خط بہ نیّت چھپوانے کے نہ بھیجدیں تو پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دُعاؤں کو جو ان کی عُمر اور بحالی عزت اور آرام کے لئے کی تھیں واپس لے لوں گا۔ یہ مجھے اللہ جلشانہٗ کی طرف سے بتصریح بشارت مل گئی ہے۔ پس اگر شیخ صاحب نے اپنے افتراؤں کی نسبت میری معرفت معافی کا مضمون شائع نہ کرایا تو پھر میرے صدق اور راستی کی یہ نشانی ہے کہ میری بددُعا کا اثر ان پر ظاہر ہوگا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو وعدہ دیا ہے۔ ابھی میں اس کی کوئی تاریخ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ابھی تک خدا تعالیٰ نے کوئی تاریخ میرے پر کھولی نہیں اور اگر میری بددُعا کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو بلاشبہ میں اسی طرح کاذب اور مفتری ہوں جو شیخ صاحب نے مجھ کو سمجھ لیا۔ میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے مصیبت سے پہلے ہی شیخ صاحب کو خبر دی تھی اور مصیبت کے بعد بھی۔ اور اگر مَیں جھُوٹا ہوں تو شیخ صاحب میری بددُعا سے صاف بچ جائیں گے۔ اور یہی میرے کاذب ہونے کی کافی نشانی ہوگی۔ اگر یہ بات صرف میری ذات تک محدود ہوتی تو میں صبر کرتا لیکن اس کا دین پر اثر ہے اور عوام میں ضلالت پھیلتی ہے۔ اس لئے میں نے محض حمایتِ دین کی غرض سے دُعا کی اور خدا تعالیٰ نے میری دُعا منظور فرمائی۔ سو دنیاداروں کو اپنی دنیا کا تکبّر ہوتا ہے اور فقیروں میں کبریائی۔ تکبّر اپنے نفس پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتا ہے اور کبریائی خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتی ہے۔ پس میرے صادق یا کاذب ہونے کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ شیخ صاحب کی نجات صرف میری ہی دُعا سے ہوئی تھی جیسا کہ میں نے آگ پر پانی ڈالا تھا۔ اگر میں اس دعویٰ میں صادق نہیں ہوں تو میری ذلّت ظاہر ہو جاوے گی والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

راقم خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر ہے اور آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بھی شامل ہے)

(۹۸)

ایک رُوحانی نشان جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالیٰ سے مؤیّد ہے یا نہیں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجّال قرار دینے میں صادق ہے یا خود کاذب اور دجّال ہے

عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقایق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو۔ جیسا کہ آیت لا یمسّہ الّا المطھّرون اور آیہ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کے لئے کھلی کھلی نشانی ہوگی۔ اور اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سُورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسّی آیت سے کم نہ ہو تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سُورۃ اُن میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّٰی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقایق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور باایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں* اور کتاب کے

---

* اگر کسی کے دل میں یہ خدشہ گذرے کہ ایسے جدید حقایق و معارف جو پہلی تفاسیر میں نہ ہوں وہ کیونکر تسلیم کئے جا سکتے ہیں اور وہ انہیں پہلی ہی تفاسیر میں محدود کرے تو اُسے مناسب ہے کہ عبارت ذیل کو ملاحظہ کرے۔ ثم رایت

آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مُہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سُنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقایق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذّاب اے دجّال اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کہاں چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیئے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہوکر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجّال تھا اور میں ہی کذّاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بے دین تھا۔ اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہولے*۔

صاحبو! یہ طریق فیصلہ ہے جو اس وقت میں نے ظاہر کیا ہے۔ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے* اور علم قرآن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کل اُمۃ و کل حدیث بحر اُمّو اجًا فیہ من اسرار مالو کتب شرح سر واحد منہا فی مجلدات لما! حاطتہ و بُعثُ الاسرار الخفیۃ متبدۃً فی اشارات القرآن والسنۃ نتعنیت الجب کل العجب۔ فیوض الحرمین صفحہ ۴۲

* شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر مُلّاؤں کو ساتھ ملا لے۔ منہ

* دیکھو ان کا فتویٰ نمبر ۴ جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۵

سے بالکل بیخبر ہے اور خدا تعالیٰ سے مدد پانے کے تو لائق ہی نہیں کیونکہ کذاب اور دجال ہے۔ اور ساتھ اس کے ان کو اپنے کمال علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب جو اس عاجز کی نظر میں علامہ عصر اور جامع علوم ہیں صرف ایک حکیم اور اخویم مکرم مولوی سید محمد احسن صاحب جو گویا علم حدیث کے ایک پتلے ہیں صرف ایک منشی ہیں۔ پھر باوجود ان کے اس دعویٰ کے اور میرے اس ناقص حال کے جس کو وہ بار بار شائع کر چکے ہیں، اس طریق فیصلہ میں کونسا اشتباہ باقی ہے۔ اور اگر وہ اس مقابلہ کے لائق نہیں۔ اور اپنی نسبت بھی جھوٹ بولا ہے اور میری نسبت بھی۔ اور میرے معظم اور مکرم دوستوں کی نسبت بھی تو پھر ایسا شخص کسی قدر سزا کے لائق ہے کہ کذاب اور دجال تو آپ ہو اور دوسروں کو خواہ نخواہ دروغگو کر کے مشتہر کرے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ عاجز درحقیقت نہایت ضعیف اور ہیچ ہے گویا کچھ بھی نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ متکبر کا سر توڑے اور اس کو دکھاوے کہ آسمانی مدد اس کا نام ہے۔ چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بیخبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم۔ یعنی دُعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لئے دُعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دُعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دُعا کی اور میرا دل کھُل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مہین من اراد اہانتک وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دُعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو! اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان

سے بھاگ گیا یا کچے بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذّاب اور دجّال ہوں تب میں ہر یک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقعہ پر ہر یک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دُعا کا نامنظور ہونا کھُل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر یک پر ہویدا ہو جائے گا لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو اُن کی ذلّت اور رُوسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔ اب اگر وہ اس کھُلے کھُلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خطا کا اقرار بھی نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ ان کے لئے خدا تعالےٰ کی عدالت سے مندرجہ ذیل انعام ہے۔

(۱) لعنت ___________

(۲) لعنت ___________

(۳) لعنت ___________

(۴) لعنت ___________

(۵) لعنت ___________

(۶) لعنت ___________

(۷) لعنت ___________

(۸) لعنت ___________

(۹) لعنت ___________

(۱۰) لعنت ___________

تلک عشرۃ کاملۃ

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی۔ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء

نوٹ۔ اگر میاں بٹالوی اس نشان کو منظور نہ کریں اور کسی اور قسم کا نشان چاہیں تو پھر اسی کے بارے میں دُعا کی جائے گی۔ مگر پہلے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں کہ میں اس مقابلہ سے عاجز اور

قاصر ہوں۔

تنبیہ:۔ اگر اسکا جواب یکم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر نہ آیا تو آپ کی گریز سمجھی جائے گی۔

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام طبع اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۶۰۲ سے ۶۰۴ تک ہے)

---

(۹۸)

نمونہ دُعائے مستجاب

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵؍ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں مَیں نے شائع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گذرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اس کی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے۔ سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا اسی طور سے کیا۔ میرا اس میں دخل نہیں۔ ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائیں گے۔ اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے۔ میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے۔ پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا۔ اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلاشبہ ایک مکر اور فریب ہوگا۔ کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں بلاشبہ میں اس سزا کے لائق ٹھہروں گا جس کا ذکر میں نے کیا

ہے۔ لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کے محتاج نہیں۔ اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے۔ پھر اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو پیش از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی معدوم ہو جاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک انفعال کے ساتھ اپنی رایوں سے رجوع کرتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عاجز بھی تو قانونِ قدرت کے تحت میں ہے۔ اگر میری طرف سے بنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لے کر یہ پیشگوئی شائع کی ہے۔ تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ انہیں اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس برس لکھ دے۔ لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے۔ پھر باوجود اس کے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائیگا۔ کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالےٰ کی طرف سے اور معترض کا یہ کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نہیں ہے، ایک معمولی فقرہ ہے۔ جو اکثر لوگ مُنہ سے بول دیا کرتے ہیں۔ میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنے کے لئے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شاید اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی مل نہ سکے۔ ہاں اس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ تو راست بازوں کے لئے اور بھی خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ قبول کرا لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا

ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اس میں شروع ہے زمانہ بیشک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے نہ دشمن۔ اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمّت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بد زمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پا کر پھر اس کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن میں ہرگز قبول نہیں کرونگا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجُوع کرنے والے اور مجھ سے فائدہ اُٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض ان میں سے بی۔ اے اور ایم۔ اے تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ ایک نو مسلم اور تعلیم یافتہ یورپشین انگریزوں کا گروہ جن کی سکونت مدراس کے احاطہ میں ہے۔ ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ ایڈیٹر کو اختیار ہے کہ میرے اس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں حاشیے چڑھا دیں۔ مجھے اس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس وقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں۔ اگر یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دے گا اور اگر اس کی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلّت ظاہر ہوگی۔ اور اگر میں اس وقت رکیک تاویلیں کروں گا تو یہ اور بھی ذلّت کا موجب ہوگا۔ وہ ہستی قدیم اور وہ پاک و قدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزّت نہیں دیتا۔ یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدّس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا، توہین سے یاد کیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دُنیا میں عزّت ظاہر کرے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ۔

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر۔ آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ مَیں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں۔ ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔ تب مَیں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت مَیں اشتہار دے چکا ہوں۔ اور یہ یکشنبہ کا دن ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

(یہ اشتہار برکات الدعا کے ٹائٹل مطبوعہ ریاض ہند قادیان کے صفحہ ۲ سے ۴ تک ہے)

---

(۱۰۰)

اس کو غور سے پڑھو کہ اس میں آپ لوگوں کیلئے خوشخبری ہے

بخدمت امراء و رئیسان و منعمان ذیمقدرت و والیان ارباب حکومت و منزلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اے بزرگان اسلام خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک

ارادے پیدا کرے۔ اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بنادے
مَیں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالےٰ نے اس
چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور
تائید کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت
رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر
حملہ کر رہے ہیں، اُن نورُوں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب
دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ سو یہ کام برابر دس برس سے ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ وہ تمام
ضرورتیں جو ہم کو اشاعت اسلام کے لئے درپیش ہیں بہت سی مالی امدادات کے محتاج
ہیں۔ اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ بطور تبلیغ آپ صاحبوں کو اطلاع دوں۔ سو سُنو!
اے عالیجاہ بزرگو! ہمارے لئے اللہ جلشانہٗ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں
یہ مشکلات درپیش ہیں کہ ایسی تالیفات کے لئے جو لاکھوں آدمیوں میں پھیلانی چاہیئے
بہت سے سرمایہ کی حاجت ہے۔ اور اب صورت یہ ہے کہ اوّل تو ان بڑے بڑے مقاصد
کے لئے کچھ بھی سرمایہ کا بندوبست نہیں۔ اور اگر بعض پُرجوش مردانِ دین* کی ہمت اور
اعانت سے کوئی کتاب تالیف ہو کر شائع ہو تو بباعث کم توجہی اور غفلت زمانہ کے وہ
کتاب بجز چند نسخوں کے زیادہ فروخت نہیں ہوتی۔ اور اکثر نسخے اس کے یا تو سالہا سال
صندوقوں میں بند رہتے ہیں یا للہ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح اشاعت
ضروریات دین میں بہت سا حرج ہو رہا ہے۔ اور گو خدا تعالےٰ اس جماعت کو دن بدن
زیادہ کرتا جاتا ہے مگر ابھی تک ایسے دولتمندوں میں سے ہمارے ساتھ کوئی بھی نہیں کہ

---

* پُرجوش مردانِ دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے
گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لٹا دیا ہے۔ اور بعد ان کے میرے دلی دوست حکیم فضل الدین صاحب
اور نواب محمد علیخانصاحب کوٹلہ مالیر اور درجہ بدرجہ تمام وہ مخلص دوست ہیں جو اس راہ میں فدا ہو رہے ہیں۔ منہٗ

کوئی حصہ معتد بہ اس خدمت اسلام کا اپنے ذمہ لے لے۔ اور چونکہ یہ عاجز خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر تجدید دین کے لئے آیا ہے اور مجھے اللہ جلّشانہٗ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ بعض اُمراء اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا۔ اور مجھے اس نے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اسی بنا پر آج مجھے خیال آیا کہ میں ارباب دولت اور مقدرت کو اپنے کام کی نصرت کے لئے تحریک کروں۔ اور چونکہ یہ دینی مددگار کا ایک عظیم الشان کام ہے اور انسان اپنے شکوک اور شبہات اور وساوس سے خالی نہیں ہوتا۔ اور بغیر شناخت وہ صدق بھی پیدا نہیں ہوتا جس سے ایسی بڑی مددوں کا حوصلہ ہو سکے۔ اس لئے میں تمام اُمراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر اُن کو بغیر آزمایش ایسی مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا میں اُن مقاصد کے پورا ہونے کے لئے دعا کروں۔ مگر اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب کے پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی مدد دیں گے۔ اور کیا انہوں نے اپنے دلوں میں پختہ اور حتمی وعدہ کر لیا ہے کہ ضرور وہ اس قدر مدد دیں گے۔ اگر ایسا خط* کسی صاحب کی طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اس کے لئے دعا کروں گا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بشرطیکہ تقدیر مبرم نہ ہو ضرور خدا تعالےٰ میری دُعا سُنے گا اور مجھ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دیگا اس بات سے نومید مت ہو کہ ہمارے مقاصد بہت پیچیدہ ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بشرطیکہ ارادہ ازلی اس کے مخالف نہ ہو۔ اور اگر ایسے صاحبوں کی بہت سی درخواستیں آئیں تو صرف ان کو اطلاع دی جائے گی جن کے کشود کار کی نسبت از جانب حضرت عزّ و جلّ خوشخبری ملے گی۔ اور یہ امور منکرین کے لئے نشان بھی ہوں گے۔ اور شاید یہ

---

* چاہیئے کہ خط نہایت احتیاط سے بذریعہ رجسٹری سربمہر آوے اور اس راز کو قبل از وقت فاش نہ کیا جاوے اور اس جگہ بھی پوری امانت کے ساتھ وہ راز مخفی رکھا جائیگا۔ اور اگر بجائے خط کوئی معتبر کسی امیر کا آوے تو یہ امر اور بھی زیادہ خوشی ہو گا۔ منہ

نشان اس قدر ہو جائیں کہ دریا کی طرح بہنے لگیں۔ بالآخر میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے۔ اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے۔ اور میں اسی لئے آیا ہوں۔ اور مجھے خدا تعالیٰ نے علمِ قرآن بخشا ہے۔ اور حقایق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں۔ سو میری طرف آؤ۔ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں، ایک مجدد کھلے کھلے دعویٰ کے ساتھ آتا۔ سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کرو گے۔ ہر ایک جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اس وقت کے علماء کی ناسمجھی اس کی سدّ راہ ہوئی۔ آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل نہیں لا سکتا۔ اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی جاتی ہیں۔ اے لوگو! اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداءِ دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ پاؤ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ۔

بیکسے شُد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست — ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن رُبُود — حیف بر چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

اے خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چرا ست — بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست

اے مسلماناں خدا را یک نظر بر حالِ دیں — آنچہ مے بینم بلا ہا حاجتِ اظہار نیست

آتش افتادست در رختش بخیزید اے یلاں — دیدنش از دُور کارِ مردمِ دیندار نیست

ہر زماں از بہرِ دیں در خوں دلِ من می تپد — محرمِ ایں دردِ ما جز عالمِ اسرار نیست

آنچہ بر ما میرود از غم کہ داند جز خدا — زہر مے نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ہر کسے غمخواری اہل و اقارب مے کند — اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

خونِ دیں بینم رواں چوں کُشتگانِ کربلا ... اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں دلدار نیست
حیرتم آید چو بینم بذلِ شاں درکارِ نفس ... کایں ہمہ جُود و سخاوت در رہِ دادار نیست
اے کہ داری مقدرت ہم عزم تائیداتِ دیں ... لطف کُن ما را نظر برا اندک و بسیار نیست
بیں کہ چوں درخاک مے غلطد زجورِ ناکساں ... آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوّار نیست
اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں ... جُز دُعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را ... آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست
اے برادر پنج روز ایّامِ عشرت ہا بُوَد ... دائماً عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

راقم

مرزا غلام احمد. از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

اپریل ۱۸۹۳ء مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان

(یہ اشتہار برکات الدعا ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند قادیان کے صفحہ ۲۹ تا ۳۲ پر ہے)

---

(۱۰۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی

آپ کا خط* دوسری شوال ۱۳۱۰ھ کو مجھ کو ملا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ آپ نے میرے

---

* (لاہور ۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء) غلام احمد قادیانی

تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے بدست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹرڈ خط موصول ہوئے۔ (۱) میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف تھا۔ اس لئے تمہارے خطوط کے جواب میں

اشتہار مورخہ ۳۰؍مارچ ۱۸۹۳ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط ۱۸؍اپریل ۱۸۹۳ء کے مجھ کو مطلع کیا کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں۔ خاص کر مجھے اس سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے خط کی دفعہ ۲ میں صاف لکھ دیا کہ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں۔ سو اس اشتہار کے متعلق باتیں جن کو آپ نے قبول کر لیا۔ صرف تین ہی ہیں۔ زیادہ نہیں۔

اوّل یہ کہ ایک مجلس قرار پا کر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی ایک سُورۃ جس کی آیتیں اسّی سے کم نہ ہوں، تفسیر کرنے کے لئے قرار پاوے۔ اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) توقف ہوا۔ اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں۔ (۲) میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کیلئے مستعد ہوں۔ مباہلہ[۱] کے لئے طیار ہوں۔ بالمقابلہ[۲] عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں۔ میری[۳] نسبت جو تم کو منذر الہام ہوا ہے اس کی اشاعت کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں۔ مگر ہر ایک بات کا جواب و اجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں۔ جو انہیں باقیماندہ ایام اپریل میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۳) تمہارا سابق تحریرات میں یہ قید لگانا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے۔ اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲۰؍اپریل تک جواب ملے ورنہ گریز مشتہر کیا جائے گا، کمال درجہ کی خفت و وقاحت ہے۔ اگر بعد اشتہار انکار ادھر سے اجابت کا اشتہار ہوا تو پھر کون شرمندہ ہوگا؟ (۴) ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری ۲۱۔ مورخہ ۹؍جنوری ۱۸۹۳ء کے لئے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی۔ اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے آخیر میں جواب دیا۔ پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو[۴] ہفتہ یا ۲۰؍اپریل تک آوے، کیوں موجب شرم نہ ہوئی۔ تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے؟ اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے۔ جن پر تم حکومت کرتے ہو وہ تم کو دجّال۔ کذّاب۔ کافر و زندیق سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں کیا تم نے سب کو اپنا مُرید ہی سمجھ رکھا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ کچھ تو شرم کرو۔ دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دُنیا سے بھی بے تعلق ہو؟ اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے۔ وصول سے انکار کرو گے تو وہ رسید تمہاری مکذب ہوگی۔ (ابو سعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر اشاعۃ السنہ)

دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقایق و معارف پر مشتمل ہو جو جدید ہوں۔ اور منقولات کی مد میں داخل نہ ہو سکیں۔ اور بایں ہمہ عقیدہ متفق علیہا اہلِ سنت والجماعت سے مخالف بھی نہ ہو۔ اور یہ تفسیر عربی بلیغ فصیح اور مقفّی عبارت میں ہو۔ اور ساتھ اس کے ''سو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہو۔

تیسری یہ کہ فریقین کے لئے چالیس دن کی مُہلت ہو۔ اس مُہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہیں لکھیں اور پھر ایک مجلس میں سُناویں۔

پس جبکہ آپ نے یہ کہدیا کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں تو صاف طور پر کُھل گیا کہ آپ نے یہ تینوں باتیں مان لیں۔ اب انشاء اللہ القدیر اسی پر سب فیصلہ ہو جائے گا۔ آج اگرچہ روزِ عید سے دوسرا دن ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ آپ کے مان لینے اور قبول کرنے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں آج کے دن کو بھی عید کا ہی دن سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب ایک کھُلے کھُلے فیصلہ کے لئے بات قایم ہو گئی۔ اب لوگ اس بات کو بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ خدا تعالےٰ اس عاجز کو بقول آپ کے کافر اور کذاب ثابت کرتا ہے۔ یا وہ امر ظاہر کرتا ہے جو صادقین کی تائید کے لئے اس کی عادت ہے اگرچہ دل میں اس وقت یہ خیال بھی آتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ اس صاف اقرار کے بعد رسالہ میں کچھ اَور کا اَور لکھ ماریں۔ لیکن پھر اس بات سے تسلّی ہوتی ہے کہ ایسے صاف اور کھُلے کھُلے اقرار کے بعد کہ میں نے آپ کی ہر ایک بات مان لی ہے، ہرگز ممکن نہیں کہ آپ گریز کی طرف رُخ کریں اور اب آپ کے لئے یہ امر ممکن بھی نہیں۔ کیونکہ آپ ان شرائط پیش کردہ کو بغیر اس عذر کے کہ ان کی انجام دہی کی مجھ میں لیاقت نہیں اور کسی صورت سے چھوڑ نہیں سکتے۔ اور خود جیسا کہ آپ اپنے اس خط میں قبول کر چکے ہیں کہ میں نے ہر ایک بات مان لی۔ تو پھر ماننے کے بعد انکار کرنا خلاف وعدہ ہے۔

مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں اور

اپنی ذات کی نسبت کوئی نشان بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ اب تو آپ کچھ رُخ پر آگئے اگر رسالہ میں کچھ نئے پتھر نہ ڈالدیں۔ مگر کیونکر ڈال سکتے ہیں۔ آپ کا یہ فقرہ کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں طیار ہوں۔ حاضر ہوں۔ صاف خوشخبری دے رہا ہے کہ آپ نے میری ہر ایک بات اور ہر ایک شرط کو سچے دل سے مان لیا ہے۔ اب میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خوشخبری کو چھپایا نہ جائے بلکہ چھپوایا جائے۔ اس لئے مع آپ کے خط کے اس خط کو چھاپ کر آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔ اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ وَالسَّلَام علٰی من اتبع الھدیٰ

الراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۱۹ ر اپریل ۱۸۹۳ء

منکرین کے ملزم کرنے کیلئے ایک اور پیشگوئی خاصکر شیخ محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لائق ہے

۲۰ ر اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینہ پہلے صفحہ ۲۲۶۔ آئینہ کمالات اسلام میں باقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک اَور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ سیولد لک الولد ویدنی منک الفضل ان نوری قریب ترجمہ۔ یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا۔ یقیناً میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰ ر اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر یہ اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اُس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا۔ خاصکر ایسا شخص جو اس پیشگوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے۔ اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب

دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم ہے یا اٹکل ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجّال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے جن سے اُن کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔

الراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

(مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

---

(۱۰۲)

اشتہار مُباہلہ

میاں عبدالحق غزنوی و حافظ محمد یوسف صاحب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ غزنوی صاحبوں کی جماعت میں سے جو امرتسر میں رہتے ہیں۔ ایک صاحب عبدالحق نام نے اس عاجز کے مقابلہ پر مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا۔ مگر چونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ لوگ کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں۔ ان کو لعنتوں کا نشانہ بنانا جائز نہیں۔ اس لئے اس درخواست کے قبول کرنے سے اس وقت تک تامل رہا جب تک کہ ان لوگوں نے کافر ٹھہرانے میں اصرار کیا۔ اور پھر تکفیر کا فتوے تیار ہونے کے بعد اس طرف سے بھی مباہلہ کا اشتہار دیا گیا[1]۔ جو کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ بھی شامل ہے اور ابھی تک کوئی شخص مباہلہ کے لئے مقابلہ پر نہیں آیا۔ مگر مجھ کو

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں زیر نمبر ۹۸ صفحہ ۳۴۲ پر درج ہے۔ (المرتب)

اس بات کے سُننے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے ایک معزز دوست حافظ محمد یوسف صاحب نے ایمانی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ ہم سے پہلے اس ثواب کو حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظ صاحب اتفاقاً ایک مجلس میں بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحبؑ یعنی اس عاجز سے کوئی آمادہ مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہوتا۔ اور اسی سلسلہ گفتگو میں حافظ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ عبد الحق نے جو مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا اب اگر وہ اپنے تئیں سچّا جانتا ہے تو میرے مقابلہ پر آوے۔ میں اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ تب عبد الحق جو اسی جگہ کہیں موجود تھا۔ حافظ صاحب کے غیرت دلانے والے لفظوں سے طوعاً وکرہاً مستعد مباہلہ ہو گیا اور حافظ صاحب کا ہاتھ آکر پکڑ لیا کہ میں تم سے اسی وقت مباہلہ کرتا ہوں۔ مگر مباہلہ فقط اس بارہ میں کروں گا کہ میرا یقین ہے۔ کہ مرزا غلام احمد و مولوی حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن یہ تینوں مرتدین اور کذابین اور دجالین ہیں۔ حافظ صاحب نے فی الفور بلا تامل منظور کیا کہ میں اس بارہ میں مباہلہ کروں گا۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہیں تب اسی بات پر حافظ صاحب نے عبد الحق سے مباہلہ کیا۔ اور گواہان مباہلہ منشی محمد یعقوب اور میاں نبی بخش صاحب اور میاں عبد الہادی صاحب اور میاں عبد الرحمٰن صاحب عمرپوری قرار پائے۔ اور جب حسب دستور مباہلہ فریقین اپنے اپنے نفس پر لعنتیں ڈال چکے اور اپنے مُنہ سے کہہ چکے کہ یا الٰہی اگر ہم اپنے بیان میں سچّائی پر نہیں تو ہم پر تیری لعنت نازل ہو۔ یعنی کسی قسم کا عذاب ہم پر وارد ہو۔ تب حافظ صاحب نے عبد الحق سے دریافت کیا کہ اس وقت میں بھی اپنے آپ پر بحالت کاذب ہونے کے لعنت ڈال چکا اور خدا تعالیٰ سے عذاب کی درخواست کر چکا۔ اور ایسا ہی تم بھی اپنے نفس پر اپنے ہی مُنہ سے لعنت ڈال چکے اور بحالت کاذب ہونے کے عذاب الٰہی کی اپنے لئے درخواست کر چکے۔ لہٰذا اب میں تو اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر اس لعنت اور اس عذاب کی درخواست کا اثر مجھ پر وارد ہوا۔ اور کوئی ذلّت اور رُسوائی مجھ کو پیش آگئی تو میں اپنے اس

عقیدہ سے رجُوع کر لوں گا۔ سو اب تم بھی اس وقت اپنا ارادہ بیان کرو کہ اگر تم خدا تعالےٰ کے نزدیک کاذب ٹھہرے اور کچھ لعنت اور عذاب کا اثر تم پر وارد ہو گیا تو تم بھی اپنے اس تکفیر کے عقیدہ سے رجُوع کرو گے یا نہیں۔ فی الفور عبد الحق نے صاف جواب دیا کہ اگر میں اپنی اس بد دُعا سے سؤر اور بندر اور یہ کچھ بھی ہو جاؤں۔ تب بھی میں اپنا یہ عقیدہ تکفیر ہرگز نہ چھوڑوں گا اور کافر کافر کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔ تب حاضرین کو نہایت تعجب ہوا کہ جس مباہلہ کو حق اور باطل کے آزمانے کے لئے اس نے معیار ٹھہرایا تھا اور جو قرآن کریم کی رُو سے بھی حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے ایک معیار ہے کیونکر۔ اور کس قدر جلد اس معیار سے یہ شخص پھر گیا۔ اور زیادہ تر ظلم اور تعصب اس کا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ اس بات کے لئے تو تیار ہے کہ فریق مخالف پر مباہلہ کے بعد کسی قسم کا عذاب نازل ہو اور وہ اس کے اس عذاب کو اپنے صادق ہونے کے لئے بطور دلیل اور حُجّت کے پیش کرے۔ لیکن وہ اگر آپ ہی مورد عذاب ہو جائیں تو پھر مخالف کے لئے اس کے کاذب ہونے کی یہ دلیل اور حُجّت نہ ہو۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ یہ قول عبد الحق کا کس قدر امانت اور دیانت اور ایمانداری سے دُور ہے۔ گویا مباہلہ کے بعد ہی اس کی اندرونی حالت کا مسخ ہونا کھُل گیا۔ یہودی لوگ جو مورد لعنت ہو کر بندر اور سؤر ہو گئے تھے۔ ان کی نسبت بھی تو بعض تفسیروں میں یہی لکھا ہے کہ بظاہر وہ انسان ہی تھے لیکن ان کی باطنی حالت بندروں اور سؤروں کی طرح ہو گئی تھی۔ اور حق کے قبول کرنے کی توفیق بکلّی اُن سے سلب ہو گئی تھی۔ اور مسخ شدہ لوگوں کی یہی تو علامت ہے کہ اگر حق کھُل بھی جائے تو اس کو قبول نہیں کر سکتے جیسا کہ قرآن کریم اسی طرف اشارہ فرما کر کہتا ہے۔ وقالوا قلوبنا غلف بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلاً ما یؤمنون۔ وقولھم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیھا بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلاً۔ یعنی کافر کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں۔ ایسے رقیق اور پتلے دل نہیں کہ حق کا انکشاف دیکھ کر اس کو قبول کریں۔ اللہ جلشانہ اس کے جواب میں فرماتا ہے

کہ یہ کچھ خوبی کی بات نہیں بلکہ لعنت کا اثر ہے جو دلوں پر ہے۔ یعنی لعنت جب کسی پر نازل ہوتی ہے اس کے نشانوں میں سے یہ بھی ایک نشان ہے کہ دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور گو کیسا ہی حق کھُل جائے، پھر انسان اس حق کو قبول نہیں کرتا۔ سو یہ حافظ صاحب کی اسی وقت ایک کرامت ظاہر ہوئی کہ دشمن نے مسخ شدہ فرعون کی طرح اسی وقت مباہلہ کے بعد ہی ایسی باتیں شروع کر دیں۔ گویا اسی وقت لعنت نازل ہو چکی تھی۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ یہ وہی عبد الحق ہے کہ جس نے الہام کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ اب ناظرین ذرا ایک انصاف کی نظر اس کے حال پر ڈالیں کہ یہ شخص سچائی سے دوستی رکھتا ہے یا دشمنی ظاہر ہے کہ ملہم وہ شخص ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ سچائی کے پیاسے اور بھوکے ہوتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ سچائی ہمارے ساتھ نہیں بلکہ فریق مخالف کے ساتھ ہے اسی وقت اپنی ضد کو چھوڑ دیتے ہیں اور حق کے قبول کرنے کے لئے ننگ و ناموس بلکہ موت سے بھی نہیں ڈرتے۔ اب سوچنے ہی کا مقام ہے کہ عبد الحق نے آپ ہی مباہلہ کو معیار حق و باطل ٹھہرا کر اشتہار دیا۔ اور جب ایک مردِ خدا اُس کے مقابل پر اُٹھا اور مباہلہ کیا تو ساتھ ہی فکر پڑی کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی عذاب نازل ہو کر پھر مجھ کو حق کے قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جاوے۔ تب اسی وقت اُس نے اُسی مجلس میں کہہ دیا کہ اگر وہ لعنت جو میں نے اپنے ہی مُنہ سے اپنے پر کی ہے۔ مجھ پر نازل ہو گئی اور میرا جھوٹا ہونا کھُل گیا۔ تب بھی میں سچ کو قبول نہیں کروں گا گو میں سؤر اور بندر اور ریچھ بھی بنایا جاؤں۔ پس اس سے زیادہ تر لعنت اَور کیا ہو گی کہ دُور دُور تک ضد کے خیمے لگا رکھے ہیں اور بندر اور سؤر بننا اپنے لئے پسند کر لیا۔ مگر حق کو قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ یہ بھی سمجھ نہیں کہ اگر مباہلہ کے بعد بھی حق کو قبول نہیں کرنا تو پھر ایسے مباہلہ سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اور اگر اپنی ہی دُعا کے قبول ہونے اور لعنت کے آثار ظاہر ہونے پر بدن نہیں کانپتا تو یہ ایمان کس قسم کا ہے۔ اور تعجب کہ یہ بات کہنا کہ اگر میں اپنے مُنہ کی لعنت کا اثر اپنے پر دیکھ بھی لوں اور جو تضرّع سے درخواست عذاب کی تھی اس عذاب کا وارد ہونا بھی مشاہدہ

کرلوں پھر بھی میں تکفیر سے باز نہیں آؤں گا۔ کیا یہ ایمانداروں کے علامات ہیں۔ اور کیا اسی خبث نیت پر مباہلہ کا جوش وخروش تھا۔

اور چونکہ اس عاجز کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع ہو چکا ہے۔ اور یہ اندیشہ ہے کہ کہیں دوسرے بزرگ بھی وہی اپنا جوہر نہ دکھاویں۔ جو عبدالحق نے دکھلایا۔ یعنی مباہلہ کے آثار کو اپنے لئے تو اپنے مفید مطلب ہونے کی حالت میں حجت ٹھہرالیا۔ مگر مخالف کے لئے یہ حجت نہیں۔ لہٰذا اس اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بطالوی اور میاں محی الدین لکھوکے والا۔ اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو۔ مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کریں اور یقین رکھیں کہ خداوند تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ لیکن یہ بات واجبات سے ہوگی کہ فریقین اپنی اپنی تحریریں بہ ثبت دستخط گواہان شائع کر دیں کہ اگر کسی فریق پر لعنت کا اثر ظاہر ہو گیا تو وہ شخص اپنے عقیدہ سے رجوع کرے گا اور اپنے فریق مخالف کو سچا مان لے گا۔ اور اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں۔ محمد[1] علی واعظ۔ ظہور[2] الحسن سجادہ نشین بٹالہ۔ منشی[3] سعد اللہ مدرس لدھیانہ۔ منشی[4] محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ۔ مولوی[5] محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ۔ میاں[6] نذیر حسین دہلوی حافظ[7] عبدالمنان وزیر آبادی۔ میاں[8] میر حیدر شاہ وزیر آبادی۔ میاں محمد اسحاق پٹیالوی۔

راقم

مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء

بقلم غلام محمد امرتسری

(مطبع ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر ہے)

(۱۰۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلّی

اشتہار

براہین احمدیہ اور اس کے خریدار

واضح ہو کہ یہ کتاب اس عاجز نے اس عظیم الشان غرض سے تالیف کرنی شروع کی تھی کہ وہ تمام اعتراضات جو اس زمانہ میں مخالفین اپنی اپنی طرز پر اسلام اور قرآن کریم اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کر رہے ہیں۔ ان سب کا ایسی عمدگی اور خوبی سے جواب دیا جائے۔ کہ صرف اعتراضات کا ہی قلع قمع نہ ہو بلکہ ہر ایک امر کو جو عیب کی صورت میں مخالف بد اندیش نے دیکھا ہے۔ ایسے محققانہ طور سے کھول کر دکھلایا جائے کہ اس کی خوبیاں اور اس کا حسن و جمال دکھائی دے۔ اور دوسری غرض یہ تھی کہ وہ تمام دلائل اور براہین اور حقایق اور معارف لکھے جائیں جن سے حقانیت اسلام اور صداقت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حقیّت قرآن کریم روز روشن کی طرح ثابت ہو جائے۔ اور تیسری غرض یہ تھی کہ مخالفین کے مذاہب باطلہ کی بھی کچھ حقیقت بیان کی جائے۔ اور ابتدا میں یہی خیال تھا کہ اس کتاب کی تالیف کے لئے جس قدر معلومات اب ہمیں حاصل ہیں وہی اس کی تکمیل کے لئے کافی ہیں۔ لیکن جب چار حصّے اس کتاب کے شائع ہو چکے۔ اور اس بات پر اطلاع ہوئی کہ کس قدر بد اندیش مخالف حقیقت سے دُور و مہجور ہیں اور کیسے صدہا رنگا رنگ کے شکوک و شبہات نے اندر ہی اندر ان کو کھا لیا ہے۔ وہ پہلا ارادہ بہت ہی ناکافی معلوم ہوا۔ اور یہ بات کھُل گئی کہ اس کتاب کا تالیف کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ ایک ایسے زمانہ کے زیر و زبر کرنے کے لئے یہ ہماری طرف سے ایک

حملہ ہے۔ جس زمانہ کے مفاسد ان تمام فسادوں کے مجموعہ ہیں۔ جو پہلے اس سے متفرق طور پر وقتاً فوقتاً دنیا میں گذر چکے ہیں۔ بلکہ یقین ہو گیا کہ اگر ان تمام فسادوں کو جمع بھی کیا جائے۔ تو پھر بھی موجودہ زمانہ کے مفاسد ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور عقلی اور نقلی ضلالتوں کا ایک ایسا طوفان چل رہا ہے جس کی نظیر صفحۂ دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اور جو ایسا دلوں کو ہلا رہا ہے کہ قریب ہے کہ بڑے بڑے عقلمند اس سے ٹھوکر کھاویں۔ تب ان آفات کو دیکھ کر یہ قرین مصلحت سمجھا گیا کہ اس کتاب کی تالیف میں جلدی نہ کی جائے۔ اور ان تمام مفاسد کی بیخکنی کے لئے فکر اور عقل اور دعا اور تضرع سے پورا پورا کام لیا جائے۔ اور نیز صبر سے اس بات کا انتظار کیا جائے کہ براہین کے چاروں حصوں کے شائع ہونے کے بعد کیا کچھ مخالف لوگ لکھتے ہیں۔ اور اگرچہ معلوم تھا کہ بعض جلد باز لوگ جو خریدار کتاب ہیں، وہ طرح طرح کے ظنوں میں مبتلا ہوں گے اور اپنے چند درم کو یاد کر کے مؤلف کو بددیانتی کی طرف منسوب کریں گے۔ چونکہ دل پر یہی غالب تھا کہ یہ کتاب رطب ویابس کا مجموعہ نہ ہو بلکہ واقعی طور پر حق کی ایسی نصرت ہو کہ اسلام کی روشنی دُنیا میں ظاہر ہو جائے۔ اس لئے ایسے جلد بازوں کی کچھ بھی پروا نہیں کی گئی۔ اور اس بات کو خدا تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور شاہد ہونے کے لئے وہی کافی ہے کہ اگر پوری تحقیق اور تدقیق کا ارادہ نہ ہوتا تو اس قدر عرصہ میں جو براہین کی تکمیل میں گذر گیا، ایسی بیس تیس کتابیں شائع ہو سکتی تھیں۔ مگر میری طبیعت اور میرے نُورِ فطرت نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف ظاہری طور پر کتاب کو کامل کر کے دکھلا دیا جائے۔ گو حقیقی اور واقعی کمال اس کو حاصل نہ ہو۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ اگر میں ایسا کرتا اور واقعی حقیقت کو مدنظر نہ رکھتا تو لوگ بلاشبہ خوش ہو جاتے لیکن حقیقی راست بازی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہوتا ہے کہ مستعجل لوگوں کی لعنت ملامت کا اندیشہ نہ کر کے واقعی خیر خواہی اور غمخواری کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ سچ ہے کہ اس دس برس کے عرصہ میں کئی خریدار دنیا سے گذر بھی گئے۔ اور کئی لمبے انتظاروں میں پڑ کر نومید ہو گئے۔ لیکن ساتھ اس کے ذرہ انصاف سے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا وہ لوگ کتاب کے دیکھنے سے بکلی محروم گئے۔ اور

کیا انہوں نے ۳۶ جزو کی کتاب پُر از حقایق و معارف نہیں دیکھ لی۔ اور یہ بھی سوچنا چاہیئے تھا کہ تمام دُنیا کا مقابلہ کرنا کیسا مشکل امر ہے۔ اور کس قدر مشکلات کا ہمیں سامنا پیش آگیا ہے۔ اور جو کچھ زمانہ کی حالت موجُودہ اپنے روز افزوں فساد کی وجہ سے جدید در جدید کوششیں ہم پر واجب کرتی جاتی ہے، وہ کس قدر زمانہ کو چاہتی ہیں۔ ماسوا اس کے ایسے بدظن خریدار اگر چاہیں تو خود بھی سوچ سکتے ہیں کہ کیا ان کے پانچ یا دس روپیہ لے کر اُن کو بکلّی کتاب سے محروم رکھا گیا کیا ان کو کتاب کی وہ ۳۶ جزو نہیں پہنچ چکیں۔ جو بہت سے حقایق و معارف سے پُر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ براہین کا حصّہ جس قدر طبع ہو چکا وہ بھی ایک ایسا جواہرات کا ذخیرہ ہے کہ جو شخص اللہ جلّشانہ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبّت رکھتا ہو بلاشُبہ اس کو اپنے پانچ یا دس روپیہ سے زیادہ قیمتی اور قابلِ قدر سمجھے گا۔ میں یقیناً یہ بات کہتا ہوں اور میرا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ جس طرح میں نے محض اللہ جلّشانہ کی توفیق اور فضل اور تائید سے براہین کے حصص موجودہ کی نثر اور نظم کو جو دونوں حقایق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں، تالیف کیا ہے۔ اگر حال کے بدظن خریدار اُن مُلّاؤں کو جنہوں نے تکفیر کا شور مچا رکھا ہے، اس بات کے لئے فرمایش کریں کہ وہ اسی قدر نظم اور نثر جس میں زندگی کی رُوح ہو اور حقایق معارف بھرے ہوئے ہوں دس برس تک تیار کر کے ان کو دیں اور اسی قدر کی پچاس پچاس روپیہ قیمت لیں تو ہرگز اُن کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اور مجھے اللہ جلّشانہ کی قسم ہے کہ جو نُور اور برکت اس کتاب کی نثر اور نظم میں مجھے معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس کا مؤلّف کوئی اَور ہوتا اور میں اس کے اسی قدر کو ہزار روپیہ کی قیمت پر بھی خریدتا تو بھی مَیں اپنی قیمت کو اس کے ان معارف کے مقابل پر جو دلوں کی تاریکی کو دُور کرتی ہیں، ناچیز اور حقیر سمجھتا۔ اس بیان سے اس وقت صرف مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بقیہ کتاب کے دینے میں معمول سے بہت زیادہ توقف ہوا۔ لیکن بعض خریداروں کی طرف سے بھی یہ ظُلم صریح ہے کہ انہوں نے اس عجیب کتاب کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور ذرا خیال نہیں کیا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تالیفات میں کیا کچھ مؤلفین کو خون جگر کھانا پڑتا ہے اور کس طرح موت کے

بعد وہ زندگی حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک لطیف اور آبدار شعر کے بنانے میں جو معرفت کے نُور سے بھرا ہوا ہو اور گرتے ہوئے دلوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُوپر کو اُٹھا لیتا ہو۔ کس قدر فضل الٰہی درکار ہے اور کس قدر وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر اگر ایسے آبدار اور پُر معارف اشعار کا ایک مجموعہ ہو تو ان کے لئے کس قدر زمانہ درکار ہوگا۔ ایسا ہی نثر کا بھی حال ہے۔ جاندار کتابیں بغیر جانفشانی کے طیار نہیں ہوتیں۔ اور متقدمین ایک ایک کتاب کی تالیف میں عمریں بسر کرتے رہے ہیں۔ امام بخاری نے سولہ برس میں اپنی صحیح کو جمع کیا۔ حالانکہ صرف کام اتنا تھا کہ احادیث صحیحہ جمع کی جائیں۔ پھر جس شخص کا یہ کام ہو کہ زمانہ موجودہ کے علم طبعی علم فلسفہ کے ان امور کو نیست و نابود کرے۔ جو ثابت شدہ صداقتیں سمجھی جاتی ہیں اور ایک معبود کی طرح پُوجی جا رہی ہیں۔ اور بجائے اُن کے قرآن کا سچا اور پاک فلسفہ دُنیا میں پھیلاوے اور مخالفوں کے تمام اعتراضات کا استیصال کر کے اسلام کا زندہ مذہب ہونا۔ اور قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا اور تمام مذاہب سے بہتر اور افضل ہونا ثابت کر دیوے۔ کیا یہ تھوڑا سا کام ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس عاجز کی نسبت اعتراض کئے ہیں کہ ہمارا روپیہ لے کر کھا لیا۔ اور ہم کو کتاب کا بقیہ اب تک نہیں دیا۔ انہوں نے کبھی توجہ اور انصاف سے کتاب براہین احمدیہ کو پڑھا نہیں ہوگا۔ اگر وہ کتاب کو پڑھتے تو اقرار کرتے کہ ہم نے براہین کا زیادہ اس سے پھل کھایا ہے اور اس مال سے زیادہ مال لیا ہے جو ہم نے اپنے ہاتھ سے دیا۔ اور نیز یہ بھی سوچتے کہ اگر ایسی اعلیٰ درجہ کی تالیفوں کی تکمیل میں چند سال توقف ہو جائے تو بلا شُبہ ایسا توقف ملامتوں کے لائق نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں انصاف ہوتا تو وہ دغاباز اور بد دیانت کہنے کے وقت کبھی یہ بھی سوچتے کہ اس عظیم الشان کام کا انجام دینا اور اس خوبی کے ساتھ اتمام حجت کرنا اور تمام موجودہ اعتراضات کو اُٹھانا اور تمام مذاہب پر فتحیاب ہو کر اسلام کی صداقتوں کو آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے دکھلا دینا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ بغیر ایک معقول مدت اور تائید الٰہی کے ہو سکے۔ اگر انسان حیوانات کی طرح زندگی بسر نہ کرتا ہو

تو اس بات کا سمجھنا اس پر کچھ مشکل نہیں کہ ایک سچا مخلص اور غمخوار اسلام کا جو اسلام کی تائید کے لئے قلم اُٹھاوے۔ اگرچہ وہ اپنے کسی موجودہ سامان کے لحاظ سے یہ بھی لکھ دے کہ میں صرف چند ماہ میں فلاں کتاب بمقابلہ مخالفین شائع کردوں گا۔ لیکن وہ اس بات کا مجاز ہوگا کہ جدید خرابیاں مشاہدہ کر کے حقیقی اصلاح کی غرض سے اپنے پہلے ارادہ کو کسی ایسے ارادہ سے بدل دے جو خدمت اسلام کے لئے احسن ہے اور جس کا انجام مدت مدید پر موقوف ہے۔ درحقیقت یہی صورت اس جگہ پیش آگئی۔ اور اس عرصہ میں مخالفین کی طرف سے کئی کتابیں تالیف ہوئیں اور کئی ردّ ہماری کتاب براہین کے لکھے گئے اور مخالفین نے اپنے تمام بخارات نکال لئے۔ اور تمام طاقتیں ان کی معلوم ہوگئیں۔ اور اس عرصہ میں اپنی فکر اور نظر نے بھی بہت ترقی کی اور ہزارہا باتیں ایسی معلوم ہوئیں جو پہلے معلوم نہ تھیں اور کتاب کی تکمیل کے لئے وہ سامان ہاتھ میں آگیا کہ اگر اس سامان سے پہلے کتاب چھپ جاتی تو ان تمام حقایق سے خالی ہوتی۔ اور اس عرصہ میں یہ عاجز فارغ بھی نہیں بیٹھا رہا۔ بلکہ تیس ہزار کے قریب اشتہار شائع کیا۔ اور بارہ ہزار کے قریب مخالفین اسلام کو اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر خط بھیجے اور بعض کتابیں جو براہین احمدیہ کے لئے بطور ارہاص کے تھیں۔ تالیف کیں۔ جیسا کہ سُرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات اسلام۔ اور اس شغل میں صدہا حقایق معارف براہین کے لئے جمع ہوگئے۔ اور انہیں حقایق معارف نے اب مجھے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ براہین کے پنجم حصہ کو جو اب انشاء اللہ تعالیٰ آخری حصہ کی طرح اس کو نکالوں گا۔ ایک مستقل کتاب کے طور پر نکالا جائے۔ سو اب پنجم حصہ کی خوبیاں جس قدر میری نظر کے سامنے ہیں ان کے مناسب حال میں نے ضروری سمجھا کہ اس پنجم حصہ کا نام ضرورت قرآن رکھا جائے۔ اس حصہ میں یہی بیان ہوگا کہ قرآن کریم کا دُنیا میں آنا کیسا ضروری تھا۔ اور دُنیا کی رُوحانی زندگی بغیر اس کے ممکن ہی نہیں۔ اب میں یقین رکھتا ہوں کہ اس حصہ کے شروع طبع میں کچھ بہت دیر نہیں ہوگی۔ لیکن مجھے اُن مسلمانوں

کی حالت پر نہایت افسوس ہے کہ جو اپنے پانچ یا دس روپیہ کے مقابل پر ۳۶ جزو کی ایسی کتاب پاکر جو معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے ایسے شرمناک طور پر بدگوئی اور بدزبانی پر مستعد ہو گئے کہ گویا ان کا روپیہ کسی چور نے چھین لیا یا ان پر کوئی قزاق پڑا۔ اور گویا وہ ایسی بے رحمی سے لوٹے گئے کہ اس کے عوض میں کچھ بھی ان کو نہیں دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے زبان درازی اور بدظنّی سے اس قدر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا کہ کوئی دقیقہ سخت گوئی کا باقی نہ رکھا۔ اس عاجز کو چور قرار دیا۔ مکّار ٹھہرایا۔ مال مردم خور کر کے مشہور کیا۔ حرام خور کہہ کر نام لیا۔ دغاباز نام رکھا۔ اور اپنے پانچ یا دس روپیہ کے غم میں وہ سیاپا کیا کہ گویا تمام گھر ان کا لُوٹا گیا اور باقی کچھ نہ رہا۔ لیکن ہم ان بزرگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ نے یہ روپیہ مفت دیا تھا اور کیا وہ کتابیں جو اس کے عوض میں تم نے لیں جن کے ذریعہ سے تم نے وہ علم حاصل کیا جس کی تمہیں اور تمہارے باپ دادوں کو کیفیت معلوم نہیں تھی اور وہ بغیر ایک عمر خرچ کرنے کے اور بغیر خون جگر کھانے کے یونہی تالیف ہو گئی تھیں۔ اور بغیر صرف مال کے یُونہی چھپ گئی تھیں۔ اور اگر درحقیقت وہ بے بہا جواہرات تھی جس کے عوض آپ نے پانچ یا دس روپے دیئے تھے تو کیا یہ شکوہ روا تھا کہ بے ایمانی اور دھوکہ دہی سے ہمارا روپیہ لے لیا گیا۔ آخر ان جوانمردوں اور پُرجوش مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ جنہوں نے براہین کے ان حصّوں کو دیکھ کر بغیر خریداری کی نیّت کے صرف حقائق معارف کو مشاہدہ کر کے صدہا روپیہ سے محض للہ مدد کی اور پھر عذر کیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکے۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں تمام قومیں تلواریں کھینچ کر اسلام کے گرد ہو رہی ہیں اور کروڑہا روپیہ چندہ کر کے اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح اسلام کو روئے زمین سے نابود کر دیں۔ ایسے وقت میں اگر اسلام کے حامی اسلام کے مددگار اسلام کے غمخوار یہی لوگ ہیں کہ ایسی کتاب کے مقابل پر جو اسلام کے لئے نئے اور زندہ ثبوتوں کی بنیاد ڈالتی ہے اس قدر جزع فزع کر رہے ہیں اور ایک معقول حصہ کتاب کا لے کر پھر یہ ماتم اور فریاد ہے تو پھر اس دین کا خدا حافظ ہے۔ مگر نہیں۔ اللہ جلّشانہٗ کو ایسے لوگوں کی ہرگز پروا نہیں جو دُنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں۔ نہایت تعجب انگیز یہ امر ہے

کہ اگر کسی صاحب کو بقیہ براہین کے نکلنے میں دیر معلوم ہوئی تھی اور اپنا روپیہ یاد آیا تھا تو اس شور و غوغا کی کیا ضرورت تھی۔ اور دغاباز اور چور اور حرام خور نام رکھ کر اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کرنے کی کیا حاجت تھی۔ ایک سیدھے معاملہ کی بات تھی کہ بذریعہ خط کے اطلاع دیتے کہ براہین کے چاروں حصے لے لو اور ہمارا روپیہ ہمیں واپس کرو۔ مجھے ان کے دلوں کی کیا خبر تھی کہ اس قدر بگڑ گئے ہیں۔ میرا کام محض للہ تھا۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ گو بعض مسلمان خریداری کے پیرایہ میں تعلق رکھتے ہیں۔ مگر اس پُرفتن زمانہ میں ہی للّٰہی نیّت سے وہ خالی نہیں ہیں۔ اور للّٰہی نیّت کا آدمی حسن ظن کی طرف بہ نسبت بدظنّی کے زیادہ جُھکتا ہے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص بدنیّتی سے کسی کا کچھ روپیہ رکھ کر اس کو نقصان پہنچاوے۔ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مؤلف محض نیک نیّتی سے پہلے سے ایک زیادہ طوفان دیکھ کر اپنی تالیف میں تکمیل کتاب کی غرض سے توقف ڈال دے۔ وانما الاعمال بالنیات۔ اللہ جلشانہٗ جانتا ہے کہ میرا یہ یقین ہے کہ جیسا کہ میں نے اس توقف کی وجہ سے قوم کے بدگمان لوگوں سے لعنتیں سُنی ہیں۔ ایسا ہی اپنی اس تاخیر کی جزا میں جو مسلمانوں کی بھلائی کی موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عظیم الشان رحمتوں کا مورد بنوں گا اب میں اس تقریر کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا۔ اصل مدعا میرا اس تحریر سے یہ ہے کہ اب میں اُن خریداروں سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا جو سچے ارادتمند اور معتقد نہیں ہیں۔ اس لئے عام طور پر یہ اشتہار دیتا ہوں کہ ایسے لوگ جو آیندہ کسی وقت جلد یا دیر سے اپنے روپیہ کو یاد کر کے اس عاجز کی نسبت کچھ شکوہ کرنے کو تیار ہیں یا ان کے دل میں بھی بدظنّی پیدا ہو سکتی ہے۔ وہ براہِ مہربانی اپنے ارادہ سے مجھ کو بذریعہ خط مطلع فرما دیں اور میں اُن کا روپیہ واپس کرنے کے لئے یہ انتظام کروں گا کہ ایسے شہر میں یا اُس کے قریب اپنے دوستوں میں سے کسی کو مقرر کر دوں گا کہ تا چاروں حصے کتاب کے لے کر روپیہ ان کے حوالہ کرے اور میں ایسے صاحبوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور دشنام دہی کو بھی محض للہ بخشتا ہوں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے لئے قیامت میں پکڑا جائے۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ خریدار کتاب فوت ہو گیا ہو۔

اور وارثوں کو کتاب بھی نہ ملی ہو تو چاہیئے کہ وارث چار معتبر مسلمانوں کی تصدیق خط میں لکھوا کر کہ اصلی وارث وہی ہے وہ خط میری طرف بھیج دے تو بعد اطمینان وہ روپیہ بھی بھیج دیا جائے گا اور اگر کسی وارث کے پاس کتاب ہو تو وہ بھی بدستور اس میرے دوست کے پاس روانہ کرے لیکن اگر کوئی کتاب کو روانہ کرے اور یہ معلوم ہو کہ چاروں حصے کتاب کے نہیں ہیں۔ تو ایسا پیکٹ ہرگز نہیں لیا جائے گا جب تک شخص فریسندہ یہ ثابت نہ کرے کہ اسی قدر کتاب اُن کو بھیجی گئی تھی۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ ؛

خاکسار **غلام احمد**۔ از قادیان ضلع گورداسپور۔ یکم مئی ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۱۶ کے آٹھ صفحوں پر ہے) (مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

---

(۱۰۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم * نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدّس

اور اُن کے مقابلہ کیلئے

اشتہار

واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب مندرجۃ العنوان نے بذریعہ اپنے بعض خطوط یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ علمائے اسلام کے ساتھ ایک جنگ مقدس کے لئے طیاری کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ جنگ ایک پُورے پُورے فیصلہ کی غرض سے کیا جائے گا۔ اور یہ بھی دھمکی دی کہ اگر علماء اسلام نے اس جنگ سے مُنہ پھیر لیا یا شکست فاش کھائی تو آیندہ

اُن کا استحقاق نہیں ہوگا کہ مسیحی علماء کے مقابل پر کھڑے ہو سکیں یا اپنے مذہب کو سچا سمجھ سکیں یا عیسائی قوم کے سامنے دم مار سکیں۔ اور چونکہ یہ عاجز انہیں رُوحانی جنگوں کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام پا کر یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک میدان میں فتح ہم کو ہے۔ اس لئے بلا توقف ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط کے اطلاع دی گئی ہے کہ ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آکر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو جائے۔ اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بمقام امرتسر بھیجے گئے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں۔ [1] مرزا خدا بخش صاحب۔ [2] منشی عبد الحق صاحب [3] حافظ محمد یوسف صاحب۔ [4] شیخ رحمت اللہ صاحب۔ [5] مولوی عبد الکریم صاحب۔ [6] منشی غلام قادر صاحب فصیح۔ [7] میاں محمد یوسف خاں صاحب۔ [8] شیخ نور احمد صاحب۔ [9] میاں محمد اکبر صاحب [10] حکیم محمد اشرف صاحب۔ [11] حکیم نعمت اللہ صاحب۔ [12] مولوی غلام احمد صاحب انجنیر۔ [13] میاں محمد بخش صاحب۔ [14] خلیفہ نور الدین صاحب۔ [15] میاں محمد اسمٰعیل صاحب۔

تب ڈاکٹر صاحب اور میرے دوستوں میں جو میری طرف سے وکیل تھے کچھ گفتگو ہو کر بالاتفاق یہ بات قرار پائی کہ یہ مباحثہ بمقام امرتسر واقع ہو۔ اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اس جنگ کا پہلوان مسٹر عبد اللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ تجویز کیا گیا۔ اور یہ بھی ان کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے۔ اور ہر یک فریق کو چھ چھ دن فریق مخالف پر اعتراض کرنے کے لئے دیئے گئے۔ اس طرح پر کہ اوّل چھ روز تک ہمارا حق ہوگا کہ ہم فریق مخالف کے مذہب اور تعلیم اور عقیدہ پر اعتراض کریں۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور اُن کے منجی ہونے کے بارہ میں ثبوت مانگیں یا اور کوئی اعتراض جو مسیحی مذہب پر ہو سکتا ہے پیش کریں۔ ایسا ہی فریق مخالف کا بھی حق ہوگا کہ وہ بھی چھ روز تک اسلامی تعلیم پر اعتراض کئے جائیں اور یہ بھی قرار پایا کہ مجلس انتظام کے لئے ایک ایک صدر انجمن مقرر ہو جو فریق مخالف کے گروہ کو شور و غوغا اور

ناجائز کارروائی اور دخل بے جا سے رد کے۔ اور یہ بات بھی باہم مقرر اور مسلّم ہو چکی کہ ہر یک فریق کے ساتھ پچاس سے زیادہ اپنی قوم کے لوگ نہیں ہوں گے۔ اور فریقین ایک سو ٹکٹ چھاپ کر پچاس پچاس اپنے اپنے آدمیوں کے حوالہ کریں گے۔ اور بغیر ٹکٹ دکھلانے کے کوئی اندر نہیں آسکیگا۔ اور آخر پر ڈاکٹر صاحب کی خاص درخواست سے یہ بات قرار پائی کہ یہ بحث ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہونی چاہیئے۔ انتظام مقام مباحثہ اور تجویز مقام مباحثہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق رہا۔ اور وہی اس کے ذمہ دار ہوئے۔ اور بعد طے ہونے ان تمام مراتب کے ڈاکٹر صاحب اور اخویم مولوی عبد الکریم صاحب سے اس تحریر پر دستخط ہو گئے جس میں شرائط بہ تفصیل لکھے گئے تھے۔ اور یہ قرار پایا کہ ۱۵ مئی ۱۸۹۳ء تک فریقین ان شرائط مباحثہ کو شائع کردیں۔ اور پھر میرے دوست قادیان میں پہنچے۔ اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے۔ اس لئے ان کی خدمت میں بتاریخ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو لکھا گیا کہ وہ شرائط جو میرے دوستوں نے قبول کئے ہیں وہ مجھے بھی قبول ہیں۔ لیکن یہ بات پہلے سے تجویز ہو جانا ضروری ہے کہ اس جنگ مقدس کا فریقین پر اثر کیا ہوگا اور کیونکر کھلے کھلے طور پر سمجھا جائے گا کہ درحقیقت فلاں فریق کو شکست آگئی ہے۔ کیونکہ سالہا سال کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معقولی اور منقولی بحثوں میں گو کیسی ہی صفائی سے ایک فریق غالب آجائے مگر دوسرے فریق کے لوگ کبھی قائل نہیں ہوتے کہ وہ درحقیقت مغلوب ہو گئے ہیں۔ بلکہ مباحثات کے شائع کرنے کے وقت اپنی تحریرات پر حاشیے پڑھا چڑھا کر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اپنا ہی غالب رہنا ثابت ہو۔ اور اگر صرف اسی قدر منقولی بحث ہو۔ تو ایک عقلمند پیشگوئی کرسکتا ہے کہ یہ مباحثہ بھی انہیں مباحثات کی مانند ہوگا جو ابتک پادری صاحبوں اور علماء اسلام میں ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے مباحثہ میں کوئی بھی نئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ پادری صاحبوں کی طرف سے وہی معمولی اعتراضات ہوں گے۔ کہ مثلاً اسلام زور شمشیر سے پھیلا ہے۔ اسلام میں کثرت ازدواج کی تعلیم ہے۔ اسلام کا بہشت ایک

جسمانی بہشت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی ہماری طرف سے بھی وہی معمولی جواب ہوں گے کہ اسلام نے تلوار اُٹھانے میں سبقت نہیں کی۔ اور اسلام نے صرف بوقت ضرورت امن قائم کرنے کی حد تک تلوار اُٹھائی ہے۔ اور اسلام نے عورتوں اور بچوں اور راہبوں کے قتل کرنے کے لئے حکم نہیں دیا جنہوں نے سبقت کر کے اسلام پر تلوار کھینچی وہ تلوار سے ہی مارے گئے اور تلوار کی لڑائیوں میں سب سے بڑھ کر توریت کی تعلیم ہے جس کی رُو سے بیشمار عورتیں اور بچے بھی قتل کئے گئے۔ جس خدا کی نظر میں وہ بیرحمی اور سختی کی لڑائیاں بُری نہیں تھیں بلکہ اس کے حکم سے تھیں تو پھر نہایت بے انصافی ہوگی کہ وہی خدا اسلام کی اُن لڑائیوں سے ناراض ہو جو مظلوم ہونے کی حالت میں یا امن قائم کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ کے پاک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کرنی پڑی تھیں۔ ایسا ہی کثرت ازدواج کے اعتراض میں ہماری طرف سے وہی معمولی جواب ہوگا کہ اسلام سے پہلے اکثر قوموں میں کثرت ازدواج کی سینکڑوں اور ہزاروں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ اور اسلام نے تعدد ازدواج کو کم کیا ہے نہ زیادہ۔ بلکہ یہ قرآن میں ہی ایک فضیلت خاص ہے کہ اس نے ازدواج کی بے حدی اور بے قیدی کو رد کر دیا ہے۔ اور کیا وہ اسرائیلی قوم کے مقدس نبی جنہوں نے سو سو بیوی کی بلکہ بعض نے سات سو تک نوبت پہنچائی وہ اخیر عمر تک حرامکاری میں مُبتلا رہے۔ اور کیا اُن کی اولاد جن میں سے بعض راست باز بلکہ نبی بھی تھے، ناجائز طریق کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ ایسا ہی بہشت کی نسبت وہی معمولی جواب ہوگا کہ مسلمانوں کا بہشت صرف جسمانی بہشت نہیں بلکہ دیدار الٰہی کا گھر ہے اور دونوں قسم کی سعادتوں رُوحانی اور جسمانی کی جگہ ہے۔ ہاں عیسائی صاحبوں کا دوزخ محض جسمانی ہے۔

لیکن اس جگہ سوال تو یہ ہے کہ ان مباحثات کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیا امید رکھ سکتے ہیں کہ عیسائی صاحبان مسلمانوں کے ان جوابات کو جو سراسر حق اور انصاف پر مبنی ہیں۔ قبول کرلیں گے۔ یا ایک انسان کے خدا بنانے کے لئے صرف معجزات کافی سمجھے جائیں گے یا

بائیبل کی وہ عبارتیں جن میں علاوہ حضرت مسیح کے ذکر کے کہیں یہ لکھا ہے کہ تم سب خدا کے بیٹے ہو اور کہیں یہ کہ تم اس کی بیٹیاں ہو اور کہیں یہ کہ تم سب خدا ہو، ظاہر پر محمول قرار دیئے جائیں گے۔ اور جبکہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بحث کا عمدہ نتیجہ جس کے لئے ۱۲ دن امرتسر میں ٹھہرنا ضروری ہے۔ کیا ہوگا۔

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کر لیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی میعاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے۔ اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کر دے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ اس سے حق اور باطل میں بکلی فرق ہو جائے گا۔ کیونکہ جب ایک خارق نشان کے مقابل پر ایک فریق بالمقابل نشان دکھلانے سے بکلی عاجز رہا۔ تو فریق نشان دکھلانے والے کا غالب ہونا بکلی کھل جائے گا اور تمام بحثیں ختم ہو جائیں گی اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن ایک ہفتہ سے زیادہ گذرتا ہے جو آجتک ۳ مئی ۱۸۹۳ء ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس خط کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا اس اشتہار کے ذریعہ سے ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام گروہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جس حالت میں انہوں نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے اور یہ بات کھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کا خدا ہے۔ تو پھر معمولی بحثوں سے یہ امید رکھنا **طمع خام** ہے۔ اگر یہ ارادہ نیک نیتی سے ہے تو اس سے بہتر اور کوئی بھی طریق نہیں کہ اب آسمانی مدد کے ساتھ صدق اور کذب کو

آزمایا جائے۔ اور میں نے اس طریق کو بدل وجان منظور کر لیا ہے۔ اور وہ طریق بحث جو منقولی ہو معقولی طور پر قرار پایا ہے۔ گو میرے نزدیک چنداں ضروری نہیں۔ مگر تاہم وہ بھی مجھے منظور ہے لیکن ساتھ اس کے یہ ضروریات سے ہوگا کہ ہر یک چھ دن کی میعاد کے ختم ہونے کے بعد بطور متذکرہ بالا مجھ میں اور فریق مخالف میں مباہلہ واقع ہوگا۔ اور یہ اقرار فریقین پہلے سے شائع کر دیں کہ ہم مباہلہ کریں گے۔ یعنی اس طور سے دُعا کریں گے کہ اے ہمارے خدا۔ اگر ہم باطل پر ہیں تو فریق مخالف کے نشان سے ہماری ذلّت ظاہر کر۔ اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری تائید میں نشان آسمانی ظاہر کر کے فریق مخالف کی ذلّت ظاہر فرما۔ اور اس دُعا کے وقت دونوں فریق آمین کہیں گے۔ اور ایک سال تک اس کی میعاد ہوگی۔ اور فریق مغلوب کی سزا وہ ہوگی جو اُوپر بیان ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو پھر کیونکر فیصلہ ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا۔ اور ایسی سزا کے لایق ٹھہرے گا جو بیان ہو چکی ہے۔ چونکہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہوں اور فتح پانے کی بشارت پا چکا ہوں۔ پس اگر کوئی عیسائی صاحب میرے مقابل آسمانی نشان دکھلاویں یا میں ایک سال تک دکھلا نہ سکوں۔ تو میرا باطل پر ہونا کھُل گیا۔ اور اللہ جلّشانہٗ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جلّشانہٗ نے اپنے الہام سے فرما دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا تفاوت ایسا ہی انسان تھا جس طرح اور انسان ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کا سچا نبی اور اس کا مُرسل اور برگزیدہ ہے۔ اور مجھ کو یہ بھی فرمایا۔ کہ جو مسیح کو دیا گیا۔ وہ بمتابعت نبی علیہ السلام تجھ کو دیا گیا ہے۔ اور تو مسیح موعود ہے اور تیرے ساتھ ایک نورانی حربہ ہے جو ظلمت کو پاش پاش کرے گا اور یکسر الصلیب کا مصداق ہوگا۔ پس جبکہ یہ بات ہے تو میری سچائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو۔ اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں

ہوں۔ اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لایق ہوں۔ سو آج میں ان تمام باتوں کو قبول کر کے اشتہار دیتا ہوں۔ اب بعد شائع ہونے اشتہار کے مناسب اور واجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی اس قدر اشتہار دے دیں۔ کہ اگر بعد مباہلہ مرزا غلام احمد کی تائید میں ایک سال کے اندر کوئی نشان ظاہر ہو جائے جس کے مقابل پر اسی سال کے اندر ہم نشان دکھلانے سے عاجز آجائیں تو بلا توقف دین اسلام قبول کر لیں گے۔ ورنہ اپنی تمام جائداد کا نصف حصہ اسلام کی امداد کی غرض سے فریق غالب کو دے دیں گے اور آیندہ اسلام کے مقابل پر کبھی کھڑے نہیں ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت سوچ لیویں کہ میں نے اپنی نسبت بہت زیادہ سخت شرائط رکھی ہیں اور ان کی نسبت شرطیں نرم رکھی گئی ہیں۔ یعنی اگر میرے مقابل پر وہ نشان دکھلائیں اور میں بھی دکھلاؤں۔ تب بھی بموجب اس شرط کے وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور اگر نہ میں نشان دکھلا سکوں اور نہ وہ ایک سال تک نشان دکھلا سکیں تب بھی وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور میں صرف اس حالت میں سچا قرار پاؤں گا کہ میری طرف سے ایک سال کے اندر ایسا نشان ظاہر ہو جس کے مقابلہ سے ڈاکٹر صاحب عاجز رہیں۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب بعد اشاعت اس اشتہار کے ایسے مضمون کا اشتہار بالمقابل شائع نہ کریں تو پھر صریح ان کی گریز متصور ہو گی۔ اور ہم پھر بھی ان کی منقولی و معقولی بحث کے لئے حاضر ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس بارے میں یعنی نشان نمائی کے امر میں اپنا اور اپنی قوم کا اسلام کے مقابل پر عاجز ہونا شائع کر دیں۔ یعنی یہ لکھ دیں کہ یہ اسلام ہی کی شان ہے کہ اس سے آسمانی نشان ظاہر ہوں۔ اور عیسائی مذہب ان برکات سے خالی ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے دوستوں کے روبرو یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم مباحثہ تو کریں گے مگر یہ مباحثہ فرقہ احمدیہ سے ہو گا نہ مسلمانان جنڈیالہ سے۔ سو ڈاکٹر صاحب کو واضح رہے کہ فرقہ احمدیہ ہی سچے مسلمان ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں انسان کی رائے کو نہیں ملاتے۔ اور حضرت مسیح کا درجہ اسی قدر مانتے ہیں جو قرآن شریف

سے ثابت ہوتا ہے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ۸ مئی ۱۸۹۳ء ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ آخر "پر ہے)

---

(۱۰۵)

میاں بٹالوی صاحب کی اطلاع کے لئے

اشتہار

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے اُن کو دعوت کی گئی تھی۔ بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا چنانچہ مرزا خدا بخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے۔ یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیجدیں گے۔ سو دو ہفتہ تک انتظار جواب رہا۔ اور کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے۔ یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کریں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا۔ اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف وعدہ کیا۔ ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے۔ مگر انہیں آپ شرم کرنی چاہیئے۔ کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلاتحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے۔ تعجب کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں سے ہو سکتا تھا۔ مگر انہوں نے ایک مہینہ گذار دیا۔ اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظاری میں ضائع ہوا۔ اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آ گئے۔ ایک ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ مباحثہ، دوسرے ایک ضروری رسالہ کا تالیف کرنا جو تائید اسلام کے لئے بہت جلد امریکہ میں بھیجا جائے گا۔ جس کا یہ مطلب ہوگا کہ دُنیا میں سچّا اور زندہ مذہب

صرف اسلام ہے۔ اس لئے میاں بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل کے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ آپ کے مقابلہ کے لئے شائع کی جائے گی۔ جو ان دونوں کاموں سے فراغت کے بعد ہوگی۔

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۱-۱۲ پر ہے)

---

(۱۰۶)

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشگوئی

شیخ محمد حسین ابوسعید کی آجکل ایک نازک حالت ہے۔ یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے۔ اور نہ صرف کافر بلکہ اس کے کفرنامہ میں کئی بزرگوں نے اس عاجز کی نسبت اکفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اپنے بوڑھے اُستاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اُس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے۔ سبحان اللہ ایک شخص اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ اور پابند صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ میں سے ہے۔ اور تمام عملی باتوں میں ایک ذرہ بھی کتاب اللہ اور سُنّت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف نہیں۔ اس کو میاں بٹالوی صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر اور ہمیشہ جہنّم میں رہنے والا قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السّلام کو بموجب نصّ بیّن قرآن کریم فلمّا توفیتنی فوت شدہ سمجھتا ہے۔ اور بموجب پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ مسیح موعودؑ اسی اُمّت میں سے ہوگا۔ اپنے متواتر الہامات اور قطعی نشانوں کی بنا پر اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے۔ اور میاں بٹالوی بطور افتراء کے یہ بھی کہتا ہے کہ گویا یہ عاجز ملائک کا منکر اور معراج نبوی کا انکاری اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ! کافر ٹھہرانے کے لئے اس بیچارے نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں۔ انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ

کافر سمجھ لے۔ بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کفر میں بڑھ کر قرار دیوے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اب اس شخص کا بہت ہی بُرا حال ہے۔ اگر کسی کے مُنہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گویوں کو کافر بناتے ہو۔ کچھ خدا سے ڈرو۔ تو دیوانہ کی طرح اس کے گرد ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اُس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دُعا کریں۔ اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے۔ وانی رأیت ان ھذا الرجل یؤمن بایمانی قبل موتہ و ثبت کانہ ترک قول التکفیر وتاب۔ وھٰذہٖ رؤیای و ارجوان یجعلھا ربّی حقًّا۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

راقـــــــــــــــــــــــــــــــــــم

خاکسار غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۴؍ مئی ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۲۱-۲۲ پر ہے)

---

(۱۰۷)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو اُن کے دلوں پر سے پردہ اُٹھا دے۔ جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک دُھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ

اس کے وجود کا قایل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسّر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے۔ جس دن خدا تعالےٰ اس کو مخاطب کرکے انا الموجود کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالےٰ پر کامل ایمان اسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلشانہٗ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے۔ اور پھر دوسری علامت خدا تعالےٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر اُن پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ اُن کی دُعائیں جو ظاہری اُمیدوں سے زیادہ ہوں۔ قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے اُن کو اطلاع دے دیتا ہے۔ تب اُن کے دل تسلّی پکڑ جاتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے۔ جو ہماری دُعائیں سُنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگت اَور ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربین سے ہی ہوتا ہے۔ اور جب مقرب انسان دُعا کرتا ہے تو خدا تعالےٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلّی فرماتا ہے اور اپنی رُوح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبول دُعا کی بشارت دیتا ہے۔ اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے۔ اس کو نبی یا محدّث کہتے ہیں۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے رہیں۔ جو محدّث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے۔ اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ

ایسے راستباز جن سے خدا تعالٰے ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں۔ تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ سو یہی معیار حقیقی۔ سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نور صرف اسلام میں ہے۔ عیسائی مذہب اس روشنی سے بے نصیب ہے۔ اور ہماری یہ بحث جو ڈاکٹر کلارک صاحب سے ہے۔ اس غرض اور اسی شرط سے ہے کہ اگر وہ اس مقابلہ سے انکار کریں تو یقیناً سمجھو کہ عیسائی مذہب کے بطلان کے لئے یہی دلیل ہزار دلیل سے بڑھ کر ہے کہ مُردہ ہرگز زندہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور نہ اندھا سوجاکھے کے ساتھ پُورا اُتر سکتا ہے۔

والسلام علٰی من اتبع الھدٰی ۸ رمئی ۱۸۹۳ء

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اول مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ رمئی ۱۸۹۳ء کے ٹائیٹل پیج پر ہے)

---

(۱۰۸)

اطلاع عام

شیخ بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ نے دو مرتبہ یہ پختہ عہد کیا تھا کہ میں اس خط کا جواب جو عربی تفسیر اور قصیدہ بالمقابل کے بارہ میں اس طرف سے بطور اتمام حجت کے لکھا گیا تھا۔ فلاں فلاں تاریخ کو ضرور بھیجدوں گا تخلف نہیں ہوگا۔ اب ان دونوں تاریخوں پر سولہ دن گذر گئے اور خدا جانے ابھی کس قدر گذرتے جائیں گے۔ شیخ صاحب کا بار بار وعدہ کرنا اور پھر توڑنا صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ اب کسی مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور تین روز کا ذکر ہے کہ ایک مجمل پیغام مجھ کو امرتسر سے پہنچا کہ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس مباحثہ میں اگر مسیح کی وفات حیات کے بارہ میں بحث ہوتی تو ہم اس وقت ضرور ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ لہٰذا عام طور پر شیخ جی اور ان کے دوسرے رفیقوں کو اطلاع دی جاتی ہے بلکہ

قسم دی جاتی ہے کہ یہ بخار بھی نکال لو حیات وفات مسیح کے بارے میں ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ ضرور بحث ہوگی ۔ بیشک اس کی مدد کرو ۔

واعلموا ان اللہ یخزی الکاذبین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

(یہ اشتہار سچائی کا اظہار بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۵ پر ہے)

---

(۱۰۹)

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب وکیل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب و دیگر عیسائیان کا بصورت مغلوب ہو جانے کے مسلمان ہو جانے کا

وعدہ

ہم اس وقت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ حال پنشنر رئیس امرت سر کا وہ وعدہ ذیل میں لکھتے ہیں جو انہوں نے بحیثیت وکالت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب و عیسائیان جنڈیالہ مسلمان ہونے کے لئے بحالت مغلوبیّت کیا ہے ۔ صاحب موصوف نے اپنے اقرار نامہ میں صاف صاف اقرار فرما دیا ہے کہ اگر وہ معقولی بحث کی رُو سے یا کسی نشان کے دیکھنے سے مغلوب رہ جائیں تو دین اسلام اختیار کرلیں گے ۔ اور وہ یہ ہے ۔

نقل خط مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۹ مئی ۱۸۹۳ء

منمقام امرت سر

جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا اور کوئی

صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کرسکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں باقی منظوری سے مجھے معاف رکھئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔

دستخط۔ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب

(یہ اشتہار مسیحائی کا اظہار بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۱۴ تا ۱۶ پر ہے)

---

(۱۱۰)

اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی مؤرخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ

ایک اشتہار مباہلہ ۲۶* شوال ۱۳۱۰ھ شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گذرا سو اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفّر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذیقعدہ

---

* جس اشتہار کا یہ ذکر ہے۔ وہ حاشیہ ہذا میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اس سے واقفیت حاصل کر لیں۔ اور وہ یہ ہے:۔ (المرتب)

استدعاء مباہلہ از مرزا قادیانی بذریعہ اشتہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار مطبوعہ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء از جانب مرزا بتاریخ ۱۹ شوال ۱۳۱۰ھ میری نظر سے

سنہ ۱۳۱۰ھ تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذی قعدہ اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذیقعد سنہ ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے۔ جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا۔ اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خاں بہادر محمد شاہ مرحوم قرار پایا ہے۔ اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں قریباً بارہ ۱۲ بجے تک عیسائیوں سے درباره حقیقت اسلام

(بقیہ حاشیہ) گزرا۔ جس میں اس مُباہلہ کا ذکر تھا جو بتاریخ ۲ شوال سنہ ۱۳۱۰ھ میرے اور حافظ محمد یوسف کے درمیان مرزا اور اس کے چیلوں کے ارتداد کی بابت ہوا تھا۔ نیز اس میں استدعا مباہلہ علمائے اسلام سے تھی۔ صاحب قادیانی کا یہ اشتہار حسب عادت خود پُر از کذب و بہتان و افترا ہے۔ ارے مرزا جب تجھے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور چودہ سو برس کے مسلمانوں کو جھٹلاتے شرم نہ آئی تو ہم سے کیا شرم۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ؎ طعنہ گیرد در سخن بر بایزید ✤ ننگ دارد از درون او یزید ✤ جو لوگ بمضمون سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین جاہلوں اور یاوہ گوؤں کے جھگڑوں سے بچتے اور کنارہ کرتے ہیں۔ اور آیۃ خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاھلین پر عامل اور گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کی طرف مائل ہیں۔ ان سے مباحثہ اور مباہلہ کی درخواست ہے۔ اور جو لوگ شاہ سوار میدان ہیں اور بار بار مباہلے اور مباحثے کے اشتہار چھپوا کر اور رجسٹری شدہ خطوط اور دستی خطوط معتبر اشخاص کی وساطت سے پہنچا کر دل و جان سے تیرے لقا کے میدان مباحثہ و مباہلہ میں شائق و مشتاق ہیں۔ ان سے کیوں گریز اور روپوشی کرتے ہو۔ اور مصداق کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ بنتے ہو۔ ؎ اے دل عشاق بہ دام تو صید ✤ ما بہ تو مشغول تو با عمرو زید ✤ اور اگر ان اشتہاروں سے آنکھوں پر پردہ اور گوش باطل نیوش بہرے ہو گئے ہوں تو ناظرین کے ملاحظے اور اتمام حجت کے لئے پھر ان کا ذکر کر دیتے ہیں۔ اوّل تین خط مفتی مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی متضمن استدعائے مباحثہ خط اوّل مورخہ

اس عاجز کا مباحثہ ہو گا۔ اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا۔ اس لئے مکفرین جو مجھ کو کافر ٹھہرا کر مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہو گی۔ اس وقت میں بتاریخ دہم ذیقعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذیقعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کر لیں اور دہم ذیقعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں۔ شریک مباہلہ ہو سکیں جیسے محی الدین لکھو کے والے اور مولوی عبد الجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدھیانہ اور عبد العزیز

(بقیہ حاشیہ) ۲۴ ستمبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ جعفری پریس لاہور۔ خط دوم ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ لاہور۔ خط سوم مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء مطبوعہ لاہور۔ دوئم۔ اشتہار ضروری مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مورخہ ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور۔ سوئم۔ اعلان عام از طرف انجمن اسلامیہ لدھیانہ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ انصاری دہلی۔ چہارم۔ نوٹس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مورخہ ۱۸ فروری ۱۸۹۱ء مطبوعہ لاہور۔ پنجم۔ نوٹس اتمام حجت مولوی عبد المجید مالک مطبع انصاری مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔ ششم اشتہار مولوی صاحب عبد الحق دہلوی مصنف تفسیر حقانی مورخہ یکم اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ انصاری۔ ہفتم۔ اشتہار محمد عبد المجید مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ دہلی۔ ہشتم۔ اشتہار مولوی محمد صاحب اور مولوی عبد العزیز صاحب اور مولوی عبد اللہ صاحب مفتیان شہر لدھیانہ مورخہ ۲۹ رمضان المبارک مطبوعہ لدھیانہ۔ نہم۔ اشتہار مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس مورخہ ۲۴ رمضان شریف مطبوعہ لدھیانہ وغیرہ۔ ما لا یحصیھا الا اللہ۔ اب اشتہارات متفرق علاقوں کے متفرق شہروں میں دیئے۔ تم نے کس سے بحث کی اور کس جگہ میدان میں حاضر ہوئے۔ پس جب تمہاری مکاری اور دھوکہ دہی عام پر کھل گئی تو پھر تمہارے دام میں وہی شخص آوے گا جو شقی سرمدی ہو۔ انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربھم یتوکلون۔ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ھم بہ مشرکون۔ ایک اور ابلہ فریبی و شعبدہ بازی کاریگر

واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ۔ اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی اور میاں عبد اللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہدین صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور

(بقیہ حاشیہ) کی سُنیئے۔ ایک اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء میں خامہ فرسائی کی ہے کہ ایک سورۃ کی تفسیر عربی میں لکھتا ہوں اور ایک جانب مخالف لکھے اور اس میں ایسے معارف جدیدہ و لطائف غریبہ لکھے جائیں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔ ارے مخبوط الحواس ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن اور حدیث کے کرتے ہو جو آجتک کسی مفسّر و محدّث متبع سُنّت نے نہیں کئے۔ پھر اور جو کوئی مسلمان ایسے معانی کرے گا تو وہ بھی آپ کا ہی بھائی ہوگا۔ نیز اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ آخر میں ۱۰۰ اشعر لطیف بلیغ و فصیح عربی میں بطور قصیدہ فریقین بناویں۔ پھر دیکھیں کہ کس کا قصیدہ عمدہ و پسندیدہ ہے۔ قصیدہ و شعر گوئی تو کوئی فضیلت اور بزرگی اور حقانیّت و علمیّت کا معیار و مدار نہیں۔ تُک بندی اور قافیہ سازی ایک ملکہ ہے جو فساق اور فجّار اور بے دینوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک طرح کا نقص ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے بچایا۔ وَماعلمناہ الشعر وماینبغی لہٗ۔ اگر کچھ فضیلت اور حقیت کی بات ہوتی تو اوّل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی کچھ مردانگی بھی چاہیئے۔ مخنثوں کی طرح بیہودہ سمع خراشی اور بکواس کیوں کرتے ہو ؎

ان کنتم انتم فحولًا فابرزو ودعوا التشکار حیلۃ النسوان

شاید اب یہ حیلہ کرو کہ تم سے مباہلہ کا کیا فائدہ کیونکہ تم حافظ محمد یوسف کو کہہ چکے کہ اگر مجھ پر لعنت کا اثر بھی ظاہر ہوا تو بھی میں کافر کافر کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔ سو اس کا جواب

محمد علی واعظ ساکن بوپراں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ۔ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں۔ بالخصوص سب سے پہلے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ کا فرض ہے کہ

(بقیہ حاشیہ) یہ ہے کہ میں تو مسیح قادیانی کی طرح معصومیت کا دعویٰ نہیں رکھتا ہوں۔ اگر مجھ سے غضباً للہ وغیرۃً لدین اللہ کوئی کلمہ زیادتی یا خلاف ادب نکلا بھی ہو تو میں اس سے بہزار زبان تائب ہوں ؎ گفتگوئے عاشقاں در باب رب ❊ جوشش عشق است نے ترک ادب ❊

ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش ❊ نے ادب ماند درو نے عقل و ہوش ❊

حافظ کے مباہلہ کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ محمد یوسف جو مرزا کا اول درجہ کا ناصر و مؤید و مددگار ہے۔ اس نے ۱۰ شوال بوقت شب مجھ سے باربار درخواست مباہلہ کی۔ آخرالامر اس وقت اس بات پر مباہلہ ہوا کہ مرزا اور نورالدین و محمد احسن امروہی یہ تینوں مرتد اور دجال اور کذاب ہیں چونکہ تاہنوز لعنت کا اثر ظاہراً اس پر نمودار نہیں ہوا۔ لہذا پیرجی کو بھی گرمی آگئی اور عام طور پر اشتہار مباہلہ دے دیا۔ ذرا صبر تو کرو۔ دیکھو۔ اللہ کیا کرتا ہے۔ وکل شیءٍ عندہٗ باجلٍ مسمّی انہ حکیم حمید۔ مجھ کو دو روز پیشتر محمد یوسف کے مباہلہ سے دکھایا گیا کہ میں نے ایک شخص سے مباہلہ کی درخواست کی اور یہ شعر سنایا ؎ بہ صوت بلبل و قمری اگر نگیری پند علاج کے کنمت آخر الدواء الکے ❊ اور بھی کچھ دیکھا جس کا بیان اس وقت مناسب نہیں۔ میں خود حیران ہوا کہ یہ کیا بات ہے۔ دو دن بعد یہ مباہلہ درپیش ہوا۔ اب بذریعہ اشتہار ہذا بدستخط خود مطلع کرتا ہوں اور سب جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر صریح طور پر جو عموماً سمجھا جاوے کہ بیشک یہ مباہلہ کا اثر ہوا ہے۔ تو

میدان میں مباہلہ کے لئے تاریخ مقررہ پر امرتسر میں آجاوے۔ کیونکہ اس نے مباہلہ کے لئے خود درخواست بھی کر دی ہے۔ اور یاد رہے کہ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے کہ مباہلہ کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ ابھی تمام مکفّرین کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ پس جو شخص اب ہمارے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد گریز کرے گا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا۔ آیندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں۔ تا اس کے بعد

(بقیہ حاشیہ) میں فوراً تمہارے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا۔ اب حسب اشتہار خود مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر آؤ۔ مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب اتباع دجالین کذابین ملاحدہ اور زنادقہ باطنیہ ہیں۔ اور میدان مباہلہ عیدگاہ ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو۔ اب بھی تم بموجب اشتہار خود میرے ساتھ مُباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر نہ آئے تو پھر اور علماؤں سے درخواست مباہلہ اوّل درجہ کی بے شرمی اور پرلے سرے کی بیحیائی ہے اور الا لعنت اللہ علی الکاذبین کا مصداق بننا ہے۔ اب ضرور دلیری و توکل کرکے ہزیمت نہ کرو۔ بلوغ الآمال فی رکوب الاھوال۔ اور اگر ایسے ہی کاغذ ولی کی گڈیاں اُڑانا ہے اور حقیقت اور نتیجہ کچھ نہیں۔ پھر تم پر یہ مسیحیت مبارک ہو۔ اللہ نے تمہاری عمر کو ضائع کیا اور مسلمانوں کی عمر عزیز کا ناحق خون کیوں کرتے ہو ؎

گر ازیں بار باز ہم پیچی سرے   بر تو شد نفرین رب اکبرے

المشتھر

عبد الحق غزنوی۔ از امرتسر (پنجاب) ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ

(نیشنل پریس امرتسر) بار سوم

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحوں پر ہے)

مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے اُن پر حجت پوری ہو گئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔ والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ :-

المشتھر

خاکسار میرزا غلام احمد۔ ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ (مطابق مئی ۱۸۹۳ء)

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ بار اول ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱ پر بھی طبع ہوا ہے)

---

(۱۱۱)

اعلان عام

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

اس مُباہلہ کی اہلِ اسلام کو اطلاع

جو دہم ذیقعدہ روز شنبہ کو بمقام امرتسر عیدگاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم ہوگا

اے برادران اہل اسلام کل دہم ذیقعدہ روز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان میاں عبد الحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ

اس عاجز کو کافر اور دجال اور بیدین اور دشمن اللہ جلشانہ' اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سمجھتے ہیں۔ اور اس عاجز کی کتابوں کو مجموعہ کفریات خیال کرتے ہیں۔ اور اس طرف یہ عاجز نہ صرف اپنے تئیں مسلمان جانتا ہے بلکہ اپنے وجود کو اللہ اور رسول کی راہ میں فدا کئے بیٹھا ہے۔ لہذا ان لوگوں کی درخواست پر یہ مباہلہ تاریخ مذکورہ بالا میں قرار پایا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ مباہلہ کی بددعا کرنے کے وقت بعض اور مسلمان بھی حاضر ہو جائیں کیونکہ میں یہ دعا کروں گا کہ جس قدر میری تالیفات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہیں اور نہ میں کافر ہوں۔ اور اگر میری کتابیں خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ سے مخالف اور کفر سے بھری ہوئی ہیں تو خدا تعالےٰ وہ لعنت اور عذاب میرے پر نازل کرے جو ابتدائے دنیا سے آجتک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو۔ اور آپ لوگ آمین کہیں۔ کیونکہ اگر میں کافر ہوں اور نعوذ باللہ دین اسلام سے مرتد اور بے ایمان تو نہایت بُرے عذاب سے میرا مرنا ہی بہتر ہے اور میں ایسی زندگی سے بہزار دل بیزار ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں تو خدا تعالےٰ اپنی طرف سے سچا فیصلہ کر دے گا۔ وہ میرے دل کو بھی دیکھ رہا ہے اور میرے مخالفوں کے دل کو بھی۔ بڑے ثواب کی بات ہوگی اگر آپ صاحبان کل دہم ذیقعدہ کو دو بجے کے وقت عیدگاہ میں مباہلہ پر آمین کہنے کے لئے تشریف لائیں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۰ھ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۱۲)

اتمام حجّت

اگر شیخ محمد حسین بٹالوی دہم* ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اسی روز سے سمجھا جائیگا کہ وہ پیشگوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی تھی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا پوری ہو گئی۔ بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ اے خداوند قدیر اُس ظالم اور سرکش اور فتّان پر لعنت کر اور ذلّت کی مار اس پر ڈال جو اب اس دعوت مباہلہ اور تقرّری شہر اور مقام اور وقت کے بعد مباہلہ کے لئے میرے مقابل پر میدان میں نہ آوے اور نہ کافر کہنے اور سب اور شتم سے باز آوے۔ آمین ثم آمین ۔

یا ایہا المکفرون تعالوا الی امر ھو سنۃ اللہ ونبیہ لافحام المکفرین المکذبین۔ فان تولیتم فاعلموا ان لعنۃ اللہ علی المکفرین الذین استبان تخلفہم وشہد تخوفہم انہم کانوا کاذبین ۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

* اس میں تمام علماء مکفرین کو بہ تقرری تاریخ دہم ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ بمقام امرتسر مباہلہ کے لئے بُلایا گیا ہے ۔

(یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱۹ پر ہے)

---

(۱۱۳)

جنگ مقدّس

مضمون آخری حضرت مرزا صاحب

(۵ ؍ جون ۱۸۹۳ء)

آج یہ میرا آخری پرچہ ہے جو میں ڈپٹی صاحب کے جواب میں لکھتا ہوں۔ مگر مجھے بہت افسوس ہے کہ جن شرائط کے ساتھ بحث شروع کی گئی تھی۔ ان شرائط کا ڈپٹی صاحب نے ذرہ پاس نہیں فرمایا۔

شوایہ تھی کہ جیسے میں اپنا ہر ایک دعویٰ اور ہر ایک دلیل قرآن شریف کی معقولی دلائل سے پیش کرتا گیا ہوں۔ ڈپٹی صاحب بھی ایسا پیش کریں۔ لیکن وہ کسی موقع پر اس شرط کو پورا نہیں کرسکے۔ خیر اب ناظرین خود دیکھ لیں گے۔ اس جواب کے جواب الجواب میں صرف اتنا کہنا مجھے کافی ہے کہ ڈپٹی صاحب نے یہ جو توبہ کی سورۃ کو پیش کر دیا ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ایمان نہ لانے پر قتل کا حکم ہے یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ بلکہ اصل مدعا دہی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی جو شخص اپنی مرضی سے باوجود واجب القتل ہونے کے ایمان لے آوے وہ رہائی پا جائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ اس جگہ فرماتا ہے کہ جو لوگ اس رعایت سے فائدہ نہ اُٹھاویں اور اپنی مرضی سے ایمان نہ لاویں اُن کو سزائے موت اپنے پاداش کردار میں دی جائے گی۔ اس جگہ یہ کہاں ثابت ہوا کہ ایمان لانے پر جبر ہے بلکہ ایک رعایت ہے جو ان کی مرضی پر چھوڑی گئی ہے۔ اور سات قوموں کا جو آپ ذکر فرماتے ہیں کہ اُن کو قتل کیا گیا اور کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ تو آیت کی تشریح کے برخلاف ہے۔ دیکھو قاضیون ۱/۲۸ باب کہ کنعانیوں سے جو ان ساتوں قوموں سے ایک قوم ہے۔ خراج لینا ثابت ہے۔ پھر دیکھو یشوع ۱۶/۱۰ اور قاضیون ۱/۳۵ جو قوم اموریوں سے جزیہ لیا گیا۔

پھر آپ اعادہ اس بات کا کرتے ہیں کہ قرآن نے یہ تعلیم دی ہے کہ خوفزدہ ہونے کی حالت میں ایمان کو چھپاوے۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن کی یہ تعلیم نہیں ہے۔ قرآن نے بعض ایسے لوگوں کو جن پر یہ واقعہ وارد ہو گیا تھا، ادنیٰ درجہ کے مسلمان سمجھ کر ان کو مومنوں میں داخل رکھا ہے۔ آپ اس کو سمجھ سکتے ہیں کہ ایک طبقہ کے ایماندار نہیں ہوا کرتے اور آپ اس سے بھی نہیں انکار کریں گے کہ بعض دفعہ حضرت مسیح یہودیوں کے پتھراؤ سے ڈر کر اُن سے کنارہ کر گئے۔ اور بعض دفعہ توریہ کے طور پر اصل بات کو چھپا دیا۔ اور متی ۱۶/۲۰ میں لکھا ہے۔ تب اس نے اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں۔ اب انصاف سے کہیں کہ کیا یہ سچے ایمانداروں کا کام ہے اور ان کا کام ہے جو رسول اور مبلّغ ہو کر دُنیا میں آتے ہیں کہ اپنے تئیں چھپائیں۔ اس سے زیادہ آپ کو ملزم کرنے والی اور کونسی نظیر ہو گی بشرطیکہ آپ فکر کریں۔ اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ دَلدَل میں آفتاب کا غروب ہونا سلسلہ مجاز آت

میں داخل نہیں۔ مگر عین حمئۃ سے تو کالا پانی مُراد ہے۔ اور اس میں اب بھی لوگ یہی نظارہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور مجازات کی بناء مشاہدات عینیہ پر ہے۔ جیسے ہم ستاروں کو کبھی نقطہ کے موافق کہہ دیتے ہیں اور آسمان کو کبود رنگ کہہ دیتے ہیں اور زمین کو ساکن کہہ دیتے ہیں۔ پس جبکہ انہی اقسام میں سے یہ بھی ہے تو اس سے کیوں انکار کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کلام مجسم بھی ایک استعارہ ہے۔ مگر کوئی شخص ثبوت دے کہ دُنیا میں یہ کہاں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص کلام مجسم ہو کر آیا ہے۔ اور گوڈنس کی تاویل پھر آپ تکلف سے کرتے ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ گوڈنس یعنی احسان کوئی صفت صفات ذاتیہ میں سے نہیں ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے رحم آتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے احسان آتا ہے۔ مگر آپ پوچھتے ہیں کہ اگر یُونہی بغیر کسی کی مصیبت دیکھنے کے اس سے خوش سلوکی کی جائے تو اس کو کیا کہیں گے۔ سو آپ کو یاد رہے کہ وہ بھی رحم کے وسیع مفہوم میں داخل ہے۔ کوئی انسان کسی سے خوش سلوکی ایسی حالت میں کرے گا کہ جب اوّل کوئی قوت اس کے دل میں خوش سلوکی کے لئے وجوہات پیش کرے اور اس کو خوش سلوکی کرنے کے لئے رغبت دے تو پھر قوت رحم ہے جو نوع انسان کے ہر ایک قسم کی ہمدردی کے لئے جوش مارتی ہے۔ اور جب تک کوئی شخص قابل خوش سلوکی کے قرار نہ پا دے اور کسی جہت سے قابل رحم نظر نہ آوے بلکہ قابل قہر نظر آوے تو کون اس سے خوش سلوکی کرتا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ حیوانات کو قتل ہوتے دیکھ کر کیا ہم فرض کر لیں کہ خدا نے ظلم کیا۔ میں کہتا ہوں۔ میں نے کب اس کا نام ظلم رکھا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ عملدرآمد مالکیّت کی بناء پر ہے۔ جب آپ اس بات کو مان چکے کہ تفاوت مراتب مخلوقات یعنی انسان و حیوانات کا بوجہ مالکیت ہے۔ اس کی تناسخ وجہ نہیں تو پھر اس بات کو مانتے ہوئے کونسی بات سدِّ راہ ہے جو دوسرے لوازم جو حیوان بننے سے پیش آ گئے وہ بھی بوجہ مالکیّت ہیں۔ اور بالآخر قرآن کریم کے بارہ میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ قرآن کریم نے اپنے کلام اللہ ہونے کی نسبت جو ثبوت دیئے ہیں۔ اگرچہ میں اس وقت ان سب ثبوتوں کو تفصیل وار نہیں لکھ سکتا لیکن اتنا کہتا ہوں کہ منجملہ ان ثبوتوں کے

بیرونی دلائل ہیں جیسے پیش از وقت نبیوں کا خبر دینا جو انجیل میں بھی لکھا ہوا آپ پاؤ گے۔ دوسرے ضرورت حقّہ کے وقت پر قرآن شریف کا آنا یعنی ایسے وقت پر جبکہ عملی حالت تمام دُنیا کی بگڑ گئی تھی اور نیز اعتقادی حالت میں بھی بہت اختلاف آ گئے تھے اور اخلاقی حالتوں میں بھی فتور آ گیا تھا۔ تیسرے اس کی حقانیّت کی دلیل اس کی تعلیم کامل ہے کہ اس نے آ کر ثابت کر دکھلایا کہ موسیٰ کی تعلیم بھی ناقص تھی جو ایک شق سزا دہی پر زور ڈال رہی تھی۔ اور مسیح کی تعلیم بھی ناقص تھی۔ جو ایک شق عفو اور درگذر پر زور ڈال رہی تھی۔ اور گویا ان کتابوں نے انسانی درخت کی تمام شاخوں کی تربیّت کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ صرف ایک ایک شاخ پر کفایت کی گئی تھی۔ لیکن قرآن کریم انسانی درخت کی تمام شاخوں یعنے تمام قویٰ کو زیر بحث لایا اور تمام کی تربیّت کے لئے اپنے اپنے محل و موقع پر حکم دیا جس کی تفصیل ہم اس تھوڑے سے وقت میں کر نہیں سکتے۔

انجیل کی کیا تعلیم تھی۔ جس پر مدار رکھنے سے سلسلہ دنیا کا ہی بگڑتا ہے۔ اور پھر اگر یہی عفو اور درگذر عمدہ تعلیم کہلاتی ہے تو جین مت والے کئی نمبر اس سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جو کیڑوں مکوڑوں اور جوؤں اور سانپوں تک کو آزار دینا نہیں چاہتے۔ قرآنی تعلیم کا دوسرا کمال کمال تفہیم ہے۔ یعنی اس نے ان تمام راہوں کو سمجھانے کے لئے اختیار کیا ہے۔ جو تصور میں آ سکتے ہیں۔ اگر ایک عامی ہے تو اپنی موٹی سمجھ کے موافق اُن سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور اگر ایک فلسفی ہے تو اپنے دقیق خیال کے مطابق اس سے صداقتیں حاصل کرتا ہے۔ اور اس نے تمام اصول ایمانیہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے دکھلا دیا ہے اور آیت تعالوا الیٰ کلمۃ ۔۔۔ میں اہل کتاب پر یہ حجّت پوری کرتا ہے کہ اسلام وہ کامل مذہب ہے کہ زوائد اختلافی جو تمہارے ہاتھ میں ہیں یا تمام دنیا کے ہاتھ میں ہیں .. .. ان زوائد کو نکال کر باقی اسلام ہی رہ جاتا ہے اور پھر قرآن کریم کے کمالات میں تیسرا حصّہ اس کی تاثیرات ہیں۔ اگر حضرت مسیح کے حواریوں اور ہمارے نبی صلعم کے صحابہ کا ایک نظر صاف سے مقابلہ

کیا جاوے تو ہمیں کچھ بتلانے کی حاجت نہیں۔ اُس مقابلہ سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ کس تعلیم نے قوت ایمانی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس تعلیم کی محبت سے اور اس رسولؐ کے عشق سے اپنے وطنوں کو بڑی خوشی سے چھوڑ دیا۔ اپنے آراموں کو بڑی راحت کے ساتھ ترک کر دیا۔ اپنی جانوں کو فدا کر دیا۔ اپنے خونوں کو اس راہ میں بہا دیا۔ اور کس تعلیم کا یہ حال ہے۔ اس رسُول کو یعنی حضرت مسیح کو جب یہودیوں نے پکڑا۔ تو حواری ایک منٹ کے لئے بھی نہ ٹھیر سکے۔ اپنی اپنی راہ لی۔ اور بعض نے تیس روپیہ لے کر اپنے نبی مقبول کو بیچ دیا اور بعض نے تین دفعہ انکار کیا۔ اور انجیل کھول کر دیکھ لو کہ اس نے لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ پھر جبکہ ابتدائے زمانہ کا یہ حال تھا۔ یہانتک کہ تجہیز تکفین تک میں بھی شریک نہ ہوئے تو پھر اس زمانہ کا کیا حال ہوگا جبکہ حضرت مسیح ان میں موجود نہ رہے مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس بارہ میں بڑے بڑے علماء عیسائیوں نے اسی زمانہ میں گواہی دی ہے کہ حواریوں کی حالت صحابہ کی حالت سے جس وقت ہم مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں شرمندگی کے ساتھ یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حواریوں کی حالت ان کے مقابل پر ایک قابل شرم عمل تھا۔ پھر آپ قرآنی معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ وہ معجزات جس تواتر اور قطعیت سے ثابت ہو گئے۔ ان کے مقابل پر کسی دوسرے کے معجزات کا ذکر کرنا صرف قصہ ہے اس سے زیادہ نہیں۔ مثلاً ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس زمانہ میں اپنی کامل کامیابیوں کی نسبت پیشگوئی کرنا جو قرآن شریف میں مندرج ہے یعنی ایسے زمانہ میں کہ جب کامیابی کے کچھ بھی آثار نہ نظر آتے تھے۔ بلکہ کفار کی شہادتیں قرآن شریف میں موجود ہیں کہ وہ بڑے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اب یہ دین جلد تباہ ہو جائے گا اور نا پدید ہو جائے گا۔ ایسے وقتوں میں اُن کو سُنایا گیا کہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الّا ان یتم نورہٗ ولو کرہ الکافرون [۱۱] یعنی یہ لوگ اپنے مُنہ کی لاف وگزاف سے بکتے ہیں کہ اس دین کو کبھی کامیابی نہ ہو گی۔ یہ دین ہمارے ہاتھ سے تباہ ہو جاوے گا۔ لیکن خدا کبھی اس دین کو ضائع نہیں کرے گا اور نہیں چھوڑے گا۔

جبتک اس کو پُورا نہ کرے۔ پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا . . .
. . الخ ۱۸/۱۲ یعنی خدا وعدہ دے چکا ہے کہ اس دین میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد
خلیفے پیدا کرے گا اور قیامت تک اس کو قایم کرے گا یعنی جس طرح موسٰی کے دین میں مدتہائے
دراز تک خلیفے اور بادشاہ بھیجتا رہا۔ ایسا ہی اس جگہ بھی کرے گا اور اس کو معدوم ہونے نہیں
دے گا۔ اب قرآن شریف موجود ہے۔ حافظ بھی بیٹھے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ کفار نے کس دعوے
کے ساتھ اپنی رائیں ظاہر کیں کہ یہ دین ضرور معدوم ہو جائے گا اور ہم اس کو کالعدم کر دیں گے
اور ان کے مقابل پر یہ پیشگوئی کی گئی جو قرآن شریف میں موجود ہے کہ ہرگز تباہ نہیں ہوگا۔
یہ ایک بڑے درخت کی طرح ہو جائے گا اور پھیل جائے گا اور اس میں بادشاہ ہوں گے
اور جیسا کہ کزرع اخرج شطأہٗ ۲۶/۱۲ میں اشارہ ہے اور پھر فصاحت بلاغت کے بارہ میں
فرمایا ھٰذا لسانٌ عربی مبین ۱۹/۱۵ اور پھر اس کی نظیر مانگی اور کہا کہ اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو
اس کی نظیر دو۔ پس عربی مبین کے لفظ سے فصاحت بلاغت کے سوا اور کیا معنے ہو سکتے
ہیں؟ خاصکر جب ایک شخص کہے کہ میں یہ تقریر ایسی زبان میں کرتا ہوں کہ تم اس کی نظیر پیش
کرو۔ تو بجز اس کے کیا سمجھا جائے گا کہ وہ کمال بلاغت کا مدعی ہے اور مبین کا لفظ بھی
اسی کو چاہتا ہے۔ بالآخر چونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے عمداً
منکر ہیں اور اس کی پیشگوئی سے بھی انکاری ہیں اور مجھ سے بھی اسی مجلس میں تین بیمار پیش
کر کے ٹھٹھا کیا گیا کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے
دکھلاؤ۔ حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا کہ میں قادر مطلق ہوں۔ نہ قرآن شریف کے مطابق مواخذہ
تھا بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کے ایمان کی نشانی ٹھیرائی گئی تھی کہ اگر وہ سچے ایماندار ہوں۔
تو وہ ضرور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو اچھا کریں گے۔ مگر تاہم میں اس کے لئے دعا کرتا
رہا۔ اور

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال

سے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلّت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچّے خدا کو مانتا ہے اُس کی اِس سے عزّت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے۔ اسی طرح پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ سو الحمد للہ والمنّۃ کہ اگر یہ پیشگوئی اللہ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ انسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سُننے کے نہیں سُنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرأت کرتا ہے اور

نوٹ:۔ آج جلسہ مباحثہ سے واپس آنے کے بعد قریب ایک بجے دن کے حضرت اقدس کو اس مباحثہ کی فتح پر ایک بشارت بخش الہام ہوا جو حضور نے اسی وقت حاضرین کو آکر سُنایا۔ اور وہ یہ ہے۔ ھنّاک اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے مبارکباد دیتا ہے۔ (عبدالکریم)

شوخی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا ہے۔ لیکن اب میں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آگیا میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جلّشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اُس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پُورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق کامل پیشگوئی اور خدا کی پیشگوئی ٹھہرے گی یا نہیں ٹھہرے گی۔ اور رسُول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندرونہ بائبل میں دجّال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں۔ محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں ہو جائے گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سُولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔ لیکن اگر میں سچا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ۔ توریت کو پڑھو کہ اس کی اوّل اور کھلی کھلی تعلیم کیا ہے اور تمام نبی کیا تعلیم دیتے آئے۔ اور تمام دنیا کس طرف جُھک گئی۔ اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس سے زیادہ نہ کہوں گا۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے آٹھ صفحوں پر ہے)

---

(۱۱۴)

اشتہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بہر دم از دل و جان وصفِ یار خود بکنم — من آں نیم کہ تغافل ز کارِ خود بکنم
بہر زماں بدلم ایں ہوس ہمے جوشد — کہ ہر چہ ہست نثارِ نگار خود بکنم
اگرچہ در رہِ جاناں چو خاک گردیدم — دلم تپد کہ فدایش غبار خود بکنم
روم بگلشن دلدادگاں بکزاں باغم — چرا بکچہ غیرے قرار خود بکنم
رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آید — نعانہ را خبر از برگ و بار خود بکنم
تعلقات دلا رام خویش بنمایم — ہمائے اوج سعادت شکار خود بکنم
بگوش ہوش شنو از من اے مکفّر من — کہ من گواہ بدیں کردگار خود بکنم
ز فکر تفرقہ باز آ با آشتی پرداز — دگرنہ گریہ بر غمگسار خود بکنم
عمارت ہمہ دوناں خراب خواہم ساخت — اگر ز چشم رواں آبشارِ خود بکنم
مقیم بر سرِ راہے نشستہ ام ہر دم — کہ تا گذارش عرضے بیار خود بکنم
بروئے یار کہ از بہر قوم مے سوزم — مگر دشش چو دلِ ریش و زار خود بکنم

بنام مسلمانان ہند۔ یعنی ان سب کی طرف جو مختلف مذاہب کے اسلامی فرقے ملک ہند میں موجود ہیں

اے اخوان دین و متبعین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ میں نے علماء اور فقراء کی خدمت میں بہت کچھ لکھا اور اتمام حجت کا حق ادا کر دیا۔ مگر آج میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ ایک اشتہار عام طور پر آپ لوگوں پر حجت پوری کرنے کے لئے شائع کروں تا میں اللہ

امر تبلیغ میں ہر یک پہلو سے سُرخرو ہو جاؤں۔ سو بھائیو! میں آپ لوگوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ وہ جو چودھویں صدی کے سر پر ایک مجدّد موعود آنے والا تھا جس کی نسبت بہت سے راستبازوں نے پیشگوئی کی تھی کہ وہ مسیح موعود ہوگا۔ وہ مَیں ہی ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر شاہ ولی اللہ تک مقدّس لوگوں نے الہام پاکر یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ آنے والا مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدّد ہوگا۔ سو اب وہ تمام باتیں پُوری ہوئیں۔ اے بزرگو۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ چودھویں صدی مجدّد کے ظہور سے خالی گئی۔ اور اگر آیا تو ایک دجّال آیا۔ اے حق کے طالبو یہ وہ صدی تھی جس کے آنے سے پہلے ہی خدا تعالیٰ نے تمام خیالوں کو اس طرف پھیر دیا تھا کہ اس کے سر پر ایک عظیم الشان مجدّد پیدا ہوگا۔ کتابوں کو دیکھو اور بزرگوں کے نوشتوں کو غور سے پڑھو کہ کیونکر ان کے دل اسی طرف یک دفعہ جھک گئے کہ وہ آنے والا ضرور اسی صدی کے سر پر آئے گا یہانتک کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے بھی اپنے خیال کو چودھویں صدی پر جما کر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اگر میں چودھویں صدی کے دنوں تک زندہ نہ رہوں تو میری اولاد اس آنے والے موعود کو السلام علیکم کہدے۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب بھی السلام علیکم کی وصیت کر گئے۔ مگر جب وہ موعود آیا۔ تو لوگ بگڑ گئے۔ اور مسیح کی وفات کے بارہ میں جس کا قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا شک میں پڑ گئے اور یہ نہ سمجھے کہ اگر بالفرض وفات یا عدم وفات میں شک ہے تو ایسی پیچیدہ اور مبہم پیشگوئی کا فیصلہ اُس آنے والے کی زبان سے ہونا چاہیئے جس کا نام حَکَم رکھا گیا۔

اب اس اشتہار میں اس حجت کو آپ لوگوں پر پُورا کرنا مقصد ہے کہ وہ مسیح موعود درحقیقت یہی عاجز ہے۔ قرآن کریم کو کھولو اور توجہ سے دیکھو کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلاشبہ فوت ہو گئے۔ اور اگر اس عاجز کے بارے میں شک ہو تو ایک فیصلہ نہایت آسان ہے کہ ہر ایک شخص آپ لوگوں میں سے جس کا مُرید ہے اُس کو اس عاجز کے مقابل پر کھڑا کرے۔

تا صداقت کے نشان دکھلانے میں وہ میرے ساتھ میرے مقابلہ کر سکے۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر وہ مقابل پر آیا تو اُس سے زیادہ اس کی رُسوائی ہوگی جو حضرت موسٰیؑ کے مقابل پر بلعم کی ہوئی۔ اور اگر وہ مقابلہ منظور نہ کرے اور حق کا طالب ہو تو خدا تعالےٰ اُس کی درخواست پر اور اس کے حاضر ہونے سے نشان دکھلائے گا۔ بشرطیکہ وہ اس جماعت میں داخل ہونے کے لئے مستعد ہو۔ اور اگر اس اشتہار کے جاری ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پیر اور مشایخ اور مجتہد بدگوئی اور تکفیر سے باز نہ آویں اور اس عاجز کی صداقت کو قبول نہ کریں اور مقابلہ سے روپوش رہیں تو دیکھو کہ میں خدا تعالےٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ خدا انہیں رُسوا کرے گا۔ اے شوخ چشم اور گرمی دار لوگو جو کسی شیخ اور پیرزادہ کے مُرید ہو۔ یہ میرا اشتہار ضرور اپنے ایسے مرشد کو جو میرے مقام کو تسلیم نہیں کرتا۔ دکھلاؤ، اور اگر وہ اس وقت مقابلہ سے روپوش رہے تو یقیناً سمجھو کہ وہ اپنی مشیخت نمائی میں کذاب ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ نے کئی قسم کے نشان دیئے ہیں جیسا کہ اس میں سے استجابت دعوات اور مکالمات الٰہیہ کا نشان اور معارف قرآنی کا نشان ہے۔ سو اپنے تئیں دھوکہ مت دو۔ ہر ایک کو پرکھو اور پھر سچ کو قبول کرو۔ اے ضعیف بندو! خدا تعالیٰ سے مت لڑو۔ اپنے پلنگوں پر لیٹ کر سوچو اور اپنے بستروں پر غور کرو کہ کیا ضرور نہ تھا کہ ایک دن ہمارے سید اور پیارے رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پُوری ہوتی

غافل مشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی ؎ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

آئینۂ کمالات اسلام کے شائقین کیلئے اطلاع۔

اس وقت ایک کتاب آئینۂ کمالات اسلام نام سے تالیف کی ہے جس میں بڑی تحقیق و تدقیق سے اسلام اور قرآن کریم کی خوبیوں اور کمالات کا بیان ہے۔ اور علاوہ اس کے مخالفین مذہب کے عقاید باطلہ کا ردّ ہے۔ اور فرقہ نیچریہ کے خیالات باطلہ کا بھی اچھی طرح استیصال کیا گیا ہے۔ ضخامت اس کی ساڑھے چھ سو صفحہ سے زیادہ ہے۔ قیمت

ہ روپیہ اور محصول علاوہ ہے۔ اور ماسوا اس کے مفصلہ ذیل کتابیں بھی موجود ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالۂ اوہام محصول علاوہ ہے اور فتح اسلام اور توضیح مرام کی قیمت آٹھ آٹھ آنہ تھی۔ اب ہم نے چار چار آنہ کم کر دیئے ہیں۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

---

(۱۱۵)

التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء

ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے۔ اور چونکہ بعض لوگ تعجب کرینگے کہ اس التواء کا موجب کیا ہے۔ لہٰذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے۔

اوّل یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔ لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سُنی گئی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔ اور

بعض اس مجمع کثیر میں اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں
گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلا ہو گیا۔ اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد
کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔
اور اس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آجتک ایک جماعت کثیر مہمانوں
کی اس عاجز کے پاس بطور تبادل رہتی ہے۔ یعنی بعض آتے اور بعض جاتے ہیں۔ اور بعض وقت
یہ جماعت سو سو مہمان تک بھی پہنچ گئی ہے اور بعض وقت اس سے کم۔ لیکن اس اجتماع میں بعض
دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خودغرضی کی سخت
گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے
ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ اور اگر کوئی بیچارا عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھڑی کے
سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکے دیتے اور
دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں حالانکہ گنجائش نکل سکتی ہے مگر سخت دلی ظاہر
کرتے ہیں اور وہ ٹکٹ لئے اور بقچہ اُٹھائے اِدھر اُدھر پھرتا ہے اور کوئی اس پر رحم نہیں کرتا
مگر آخر ریل کے ملازم جبراً اس کو جگہ دلاتے ہیں۔ سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں
کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور جب تک مہمانداری کے پورے وسائل میسر نہ
ہوں اور جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادہ رفق اور نرمی
اور ہمدردی اور خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت معلوم نہیں
ہوتا۔ حالانکہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبایعین محض للہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں
رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ میرے دیکھنے میں مبایعین
کو فائدہ ہے۔ مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے
اور فقط دین کو چاہتا ہے۔ سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے۔ کسی جلسہ پر موقوف
نہیں۔ بلکہ دوسرے وقتوں میں وہ فرصت اور فراغت سے باتیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ جلسہ ایسا

تو نہیں ہے کہ دُنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے۔ بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے۔ ورنہ بغیر اس کے ہیچ۔ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں۔ بلکہ وہ علّت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں۔ اصلاح خلق اللہ ہے۔ پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں۔ اور اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالےٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے مُنہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنےٰ ادنےٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ ہاں اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دو سَو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ جو نصیحتوں کو سُن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں

اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اُٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دُوں اور اپنے لئے فرشِ زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہانتک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیّت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ دُانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئیے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دُعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور رُوحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئیے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چین بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جُھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ

بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں۔ بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اُٹھانا چاہتا ہے۔ اور اگر نہیں اُٹھتا تو چارپائی کو اُلٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے٭۔ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا۔ اور وہ اُس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔ پھر مَیں کس خوشی کی اُمید سے لوگوں کو جلسہ کے لئے اکٹھے کروں۔ یہ دُنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں۔ ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دو سو سے کسی قدر زیادہ ہیں۔ جن پر خدا کی خاص رحمت ہے۔ جن میں سے اوّل درجہ پر میرے خالص دوست اور محب مولوی حکیم نورالدین صاحب اور چند اَور دوست ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ وہ صرف خدا تعالیٰ کے لئے میرے ساتھ تعلق محبّت رکھتے ہیں۔ اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کی آخرت پر نظر ہے۔ سو وہ انشاء اللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں اور مَیں اُن کے ساتھ ہوں۔ میں اپنے ساتھ اُن لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں۔ جو اس کو نہیں پہچانتے۔ جس کو مَیں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ جھوٹوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن

٭ یہ باتیں ہماری طرف سے اپنی عزیز جماعت کے لئے بطور نصیحت کے ہیں۔ دوسرا کوئی مجاز نہیں کہ کسی کا نام لے کر ان کا تذکرہ کرے۔ ورنہ وہ سب سے بڑھ کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کرے گا۔

کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔ یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دُور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے۔ وہ خطا پر ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔ ظاہری رؤیت تو حیوانات میں بھی موجود ہے۔ مگر انسان اس وقت سوجاکھا کہلا سکتا ہے جبکہ باطنی رویت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جُھک جائے۔ سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چارپاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو۔ اور اپنے دلوں سے دُنیا کے بُت باہر پھینکو کہ دُنیا دین کی مخالف ہے۔ جلد مروگے اور دیکھوگے کہ نجات انہیں کو ہے کہ جو دُنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔ میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے۔ لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں۔ لیکن خدا اگر چاہے۔ اور میں تو ایسے لوگوں سے اس دُنیا اور آخرت میں بیزار ہوں۔ اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا جو خدا تعالیٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے۔ اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے۔ اگر انسان بغیر حقیقی راست بازی کے صرف مُنہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا اگر ایک بھوکا صرف زبان پر روٹی کا نام لادے تو کیا فائدہ۔ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ وہ سیر ہوگا۔ کیا خدا تعالےٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی۔

پس اے نادانو! خوب سمجھو۔ اے غافلو! خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں۔ اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں

مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے۔ اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے۔ اور رسول کریم کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں۔ اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں۔ وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے اُن کی زہر کو دُور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر یک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑھ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہینگے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آئیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری

سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا۔ صرف تقویٰ پہنچتی ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر مَیں ان میں نہیں دیکھتا۔ مگر دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دُعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے اُن کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دُعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالےٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اُس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اَور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دُنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔ پس التوا جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا۔

دوسرے یہ کہ ابھی ہمارے سامان نہایت ناتمام ہیں۔ اور صادق جانفشاں بہت کم اور بہت سے کام ہمارے اشاعت کتب کے متعلق قلّت مخلصوں کے سبب سے باقی پڑے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جلسہ کا اتنا بڑا اہتمام جو صدہا آدمی خاص اور عام کئی دن آکر قیام پذیر رہیں۔ اور جلسہ سابقہ کی طرح بعض دور دراز کے غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادِ راہ دیا جاوے۔ اور کماحقہ کئی روز صدہا آدمیوں کی مہمانداری کی جاوے۔ اور

دوسرے لوازم چارپائی وغیرہ کا صدہا لوگوں کے لئے بندوبست کیا جائے اوران کے فروکش ہونے کے لئے کافی مکانات بنائے جائیں۔ اتنی توفیق ابھی ہم میں نہیں اور نہ ہمارے مخلص دوستوں میں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان تمام سامانوں کو درست کرنا ہزار ہا روپیہ کا خرچ چاہتا ہے۔ اور اگر قرضہ وغیرہ پر اس کا انتظام بھی کیا جائے تو بڑے سخت گناہ کی بات ہے کہ جو ضروریات دین پیش آرہی ہیں وہ تو نظر انداز رہیں اور ایسے اخراجات جو کسی کو یاد بھی نہیں رہتے اپنے ذمہ ڈال کر ایک رقم کثیر قرضہ کی خواہ نخواہ اپنے نفس پر ڈال لی جائے۔ ابھی باوجود نہ ہونے کسی جلسہ کے مہمانداری کا سلسلہ ایسا ترقی پر ہے کہ ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانوں کی موجودہ میزان کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جن میں اکثر ایسے غربا، فقرا، دُور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں جو جاتے وقت اُن کو زادِ راہ دے کر رخصت کرنا پڑتا ہے۔ برابر یہ سلسلہ ہر روز لگا ہوا ہے۔ اور اس کے اہتمام میں مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب بدل وجان کوشش کر رہے ہیں۔ اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادِ راہ دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ کے دینے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہمانداری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوا نمردی اور کرم النفسی سے علاوہ امدادات سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں اور نیز مطبع کتب کے اکثر اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ کر لئے کیونکہ کتابوں کے طبع کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ گو بوجہ ایسے لابدی مصارف کے اپنے مطبع کا اب تک انتظام نہیں ہو سکا۔ لیکن مولوی صاحب موصوف ان خدمات میں بدلُ جان معروف ہیں۔ اور بعض دوسرے دوست بھی اپنی ہمت اور استطاعت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر کب تک اس قدر مصارف کا تحمل نہایت محدود آمدن سے ممکن ہے۔ غرض ان وجوہ کے باعث اب کے سال التوائے جلسہ مناسب دیکھتا ہوں۔ آگے اللہ جل شانہٗ کا جیسا ارادہ ہو۔ کیونکہ اس کا ارادہ انسان کے ضعیف ارادہ پر غالب ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا

ہونے والا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ خدا تعالےٰ کا منشاء میری اس تحریر کے موافق ہے یا اس کی تقدیر میں وہ امر ہے جو اب تک مجھے معلوم نہیں۔

وافوض امری الی اللّٰہ والتوکل علیہ ھو مولانا نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

خاکسار

غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ بار اوّل کے آخر پر صفحہ ۱ تا ۸ پر ہے)

طالبِ دعا

خاکسار شاہ محمد شاہد کاتب کتاب ہذا

۱۴ فروری ۱۹۶۷ء

ضیاء الاسلام پریس ربوہ